بیاضِ مناظر

(مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کی ذاتی ڈائری)



تحقیق و تعلیق
عثمان احمد

شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

بیاضِ مناظر

(مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کی ذاتی ڈائری)

تحقیق و تعلیق

عثمان احمد

لیکچرر شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

عنوان: بیاضِ مناظر

مصنف: مولانا مناظر احسن گیلانی

تحقیق و تعلیق: عثمان احمد

سن اشاعت: 2013ء

تعداد: 400

طبع: اوّل

قیمت: 150روپے

بسم الله الرحمن الرحيم

انتساب

والد محترم جناب مولانا محمد الیاس بالاکوٹی

اور امی جان کے نام

کہ ان کی دعاؤں کے صدقے زندگی آسان ہے اور ڈر نہیں لگتا

سپاسِ خصوصی

جناب ڈاکٹر امان اللہ راٹھور، اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ کالج، ڈسکہ کا خصوصی شکریہ ادا کرنا مجھ پر واجب ہے کہ اس بیاض کا منصۂ شہود پر آنا ان کی جستجو اور علمی فیاضی کا نتیجہ ہے۔ اس عہدِ کم و بیش میں اتنا صاحبِ ظرف ہونا یقینا قابلِ تعریف ہے۔ جناب ڈاکٹر امان اللہ راٹھور کا پی ایچ ڈی کا مقالہ بھی مولانا گیلانی کی کے علوم و افکار پر ہے اور وہ مولانا گیلانی کی شخصیت پر معلومات کا وسیع ذخیرہ رکھتے ہیں۔

نکات نامہ

جذبِ دروں

تشکر و ممنونیت کی سب سوچوں اور تمام جذبوں کا بہاؤ اسی ذات کی سمت ہے کہ جس کی ربوبیت والوہیت سے ہستی کا قیام اور روانی منسلک ہے۔ ذہن و فکر کی جولانیاں اسی العلیم والخبیر کی جود و سخا سے مالا مال ہیں۔ اس کی نظرِ کرم نہ ہو تو الفاظ بانجھ ہو جائیں اور معانی گونگے۔ درود و سلام ہوں نبی امی ﷺ پر جن کا قلبِ مبارک علومِ الٰہیہ کا مرکز و محور ہے۔ ان کے توسط سے انسان نے دل کی تختی پر ایمان کے حروف لکھنا سیکھے اور انہی کے فیض سے خداشناسی کی بہاریں اعمالِ صالحہ کے گل و گلزار کو جوبن بخش رہی ہیں۔ سلام ہے ان مقدس ہستیوں پر جنہوں نے فقر و فاقہ اور عسرت و اذیت کے ہلا دینے والے لمحوں میں نمناک آنکھوں سے مسکراتے ہوئے نبیِ مہربان کا ساتھ دیا اور راہِ وفا کے کانٹے چنتے ہوئے ہاتھوں کے زخم اور پاؤں کے چھالے نہیں گنے۔ عزیمت و صبر کے ان پیکروں نے اپنی آہوں اور سسکیوں کو اپنے سینوں کی وسعتوں میں گم کر دیا اور ان کے لبوں پر صَدَقَ اللہ ورسولہ کے سوا کوئی تمنّا نہ تھی۔

دینِ اسلام کی اعجازی شان کے ظہور کی سینکڑوں جہات اور ہزار رنگ ہیں۔ صدیوں کے پھیر میں زمانوں کے کتنے جھکڑ اور آلائشوں کی کتنی آندھیاں چلیں مگر اس کی تازگی، رونق اور دل کشی ماند نہیں ہوئی۔ ایسے لگتا ہے کہ ابھی چند لمحے پہلے کی تو بات ہے کہ نبیِ مہربان کوہِ صفا پر کھڑے پکارتے تھے یاایھاالناس قولوا لاالٰہ الا اللہ تفلحوا۔ وقت گزرتا ہے، مزاج بدل جاتے ہیں، چیزیں پرانی ہو جاتی ہیں، افکار و خیالات کو پژمردگی کی دیمک چاٹ لیتی ہے مگر یہ دینِ مبین اور اس کی تعلیمات کہ ہر گھڑی حسن کا نیا پرتو، تازگی کا نیا روپ اور دل کشی کا نیا انداز۔ اللہ جل شانہ نے اسباب کی اس دنیا میں

ایسے ماوراء منظر بھی بارہا دکھلائے کہ باطل کے حصار کی شدت سے ایمان کو سانس لینا دوبھر تھا، نہ کوئی جائے پناہ تھی اور نہ کوئی امان کی راہ، مگر یکایک ایمان نے گہرا سانس لیا اور اس کی سانس کی حدت سے محاصرہ کرنے والوں کے قلب و جگر پگھل گئے۔

امتِ مسلمہ کی زرخیز تاریخ کا ہر عہد فدائیت و اخلاص، وارفتگی و سرمستی اور دیوانگی و فرزانگی کے دھنک رنگ اجالوں سے روشن و مزین ہے۔ امت نے کائنات ارضی کو تمدن و معاشرت کے جمالی جلوؤں کی تابانی سے فروزاں کیا۔ خلقِ کریمانہ کی خنک چھاؤں سے فساد و ظلم کی سفاک دھوپ سے جلے ہوؤں کو راحت کی خیرات دی۔ جسموں کے بوجھ سے کراہتی روحوں کو پاکیزگی و طہارت کی شرابِ طہور پلانے والے ساقیانِ دانشمند ملے جنہوں نے بصیرتوں کو خدا آگاہ کیا اور بصارتوں کی نادیدگی کو دیدہ و بینا کر دیا۔ علم و دانش کے ہفت افلاک امت کے عقاب صفتوں کی پروازوں سے زیر ہوئے۔ نطق کو معانی آشنا کیا اور لفظوں کو آبرو بخشی۔ علوم کے افق پر نئے آفتاب و ماہتاب تخلیق کئے اور نئے ستاروں کے دیپ جلائے۔ کسی نے الٰہی کلام کے بحرِ بے کنار میں غواصی کر کے موتی تلاشے تو کسی نے نبوی فرامین کے خزینوں سے جواہر و یاقوت جمع کر کے مالائیں پروئیں۔ کسی نے زندگی گزارنے کی قانونی حدود و قیود کے نقوش واضح کیے۔ کسی نے باطل پرستوں کی کج رویوں اور نفسی خام خیالیوں کو طشت از بام کیا اور بھٹکے ہوؤں کو سلامتیٔ فکر کی شاہراہوں کا راہی بنایا۔ مولانا مناظر احسن گیلانیؒ بھی امتِ مسلمہ کے اسی علمی گلستان کا گلِ نرگس تھے۔

مولانا گیلانی سے پہلی شناسائی لڑکپن میں ہوئی جب ان کی کتاب "النبی الخاتم" ابو کے کتب خانے سے اٹھا کے پڑھنا شروع کی۔ پہلا صفحہ کئی بار پڑھا کچھ سمجھ نہ آیا۔ ایمائیت و اشاریت سے شرابور تحریر

جیسے کسی نے علامتوں کے ذریعے خزانے تک پہنچنے کا رستہ بتلایا ہو۔ ان کی سب تحریروں میں ایسا رنگ ہے جیسے کوئی مکاشفہ بیان کرتا ہو اور معانی لفظوں سے آگے نکل رہے ہوں۔

دوسری بار مولانا گیلانیؒ سے آمنا سامنا تب ہوا جب میں علوم اسلامیہ کے طالب علم کی حیثیت سے پنجاب یونیورسٹی میں بی اے آنرز کر رہا تھا۔ شیخ زاید اسلامی مرکز کی لائبریری میں مولانا گیلانیؒ کی کتاب "اسلامی معاشیات" کا مطالعہ کیا۔ میں بہت مرعوب ہوا کہ اتنا نکتہ سنج و تخلیقی ذہن ہے کہ لگتا دلیلیں خود ہاتھ باندھ کے ادب سے پیش ہو جاتیں اور خس و خاشاک سے بھی تاج محل بن جاتا۔ آج تک یاد ہے کہ مولانا نے اس کتاب میں ذیلی طور پر لکھا ہے کہ میرے ذہن میں طب کے "عسلی نظام" کا پورا نقشہ ہے تو میں سوچتا رہا اجتہادی بصیرت کی کوئی حد اور سمت نہیں ہوتی۔

پھر "تذکیر بسورۃ الکھف" کا تذکرہ سنا تو اس کا مطالعہ کیا۔ یہ کتاب مولانا کی قرآنی بصیرتوں کا آئینہ ہے۔ مولانا گیلانی اگر اصحابِ کہف کے دور میں ہوتے تو ان کے آٹھویں ساتھی ہوتے۔ یہ کتاب مولانا کے ذہن نے نہیں وجدان نے لکھوائی اور آپ کا وجدان نفسی نہیں روحانی ہے۔

مولانا کی کتاب "ہندوستان میں مسلمانوں کا نظامِ تعلیم و تربیت" تحریر کا جنگل ہے۔ پڑھ کے غالب کے شعر کا یہ مصرعہ ذہن میں آتا ہے "اُگ رہا ہے در و دیوار سے سبزہ غالب" کتاب میں جزئیات نگاری کا ایسا وفور ہے کہ داستان کا سا رنگ ابھرتا ہے۔ اور بسا اوقات داستان گو کہانی کہتے کہتے شہزادے کو بھول جاتا اور شہزادے کے پاس جو خوبصورت نسلوں کے بیسیوں ہرن ہیں ان کے بارے بتاتے ہوئے ایک ہرنی کی موت پر آبدیدہ ہو جاتا۔ تب آنسو پونچھتے ہوئے اسے شہزادہ یاد آتا۔

"ظہورِ نور" کے نام سے مولانا کا کتابچہ بہت منفرد ہے۔ انجیل کا سا اسلوب ہے لیکن مولانا کے عشق نے انجیلی اسلوب میں عشق کی تپش پیدا کر دی۔ اس کتابچہ میں سیرتِ نبویہ کی میلادی روایات کو نئی معنویت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے جو مولانا کا ہی خاصہ ہے۔ مقصود مولانا گیلانیؒ کی تصانیف پر تبصرہ کرنا نہیں ہے بلکہ ان سے اپنی شناسائی کی تاثراتی روداد بیان کرنا ہے۔

مولانا نے ابتداءً تعلیم خیر آبادی مکتبۂ فکر کی درسگاہ سے حاصل کی۔ پھر حدیث پڑھنے کے لیے دارالعلوم دیوبند پہنچے، فکری لحاظ سے دوسرا دبستان ہے۔ توان دونوں چشمہ ہائے صافی و شیریں سے سیرابی کے بعد وہ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيَانِ اور يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ کا مصداق ہیں۔ مولانا کی شخصیت کی تشکیل میں ان دونوں علمی قبیلوں کے قدیم اور روایتی عناصر کا بنیادی کردار ہے لیکن آپ کی شخصیت میں تیسری جہت اس وقت پیدا ہوئی جب آپ نے جامعہ عثمانیہ حیدر آباد میں استاد کی حیثیت سے تدریس کا آغاز کیا۔ یہاں آپ کو جدید طبقہ سے واسطہ پڑا اور آپ کعبہ میرے پیچھے ہے کلیسا میرے آگے کی کیفیت سے دوچار ہوئے جس کا اظہار آپ کی تحریروں میں ہوتا ہے۔

مولانا گیلانیؒ کا مزاج جو ان کی تحریروں سے جھلکتا ہے وہ رقیق القلبی اور وسیع الظرفی بلکہ طریقے طریقے سے معافی دینے کے بہانے تراشنے کا ہے۔ ان کی تصنیف "مقالاتِ احسانی" انہی جذبوں کی امین ہے۔ اطلاقی تصوف کے عنوان سے انہوں نے کوشش کی ہے کہ ہر عامی مسلمان کو صوفی باصفا کا مقام دیا جائے۔ یوں لگتا ہے جیسے مولانا کو لدنی علوم اللہ کی صفت علیم و خبیر کی بجائے صفت رحمان و رحیم کی تجلیات کے ذریعے ودیعت کیے گئے۔

زیرِ نظر کتاب مولانا کی ذاتی بیاض ہے جو کہ خدا بخش پٹنہ لائبریری میں اندراج نمبر 4659 کے تحت موجود ہے اور اس کے ابتدائی صفحہ پر "تحفہ از مظفر گیلانی" تحریر ہے۔ جناب ڈاکٹر امان اللہ راٹھور کی جستجو نے اس کا سراغ لگا کر اس کا ایک عکس حاصل کیا اور انہوں نے کمال محبت کا مظاہرہ کرتے ہوئے راقم کو یہ عکسی نسخہ عنایت کیا کہ اس کو تحقیق و تعلیق کے مرحلہ سے گزار کر شائع کریں۔ میں نے پھر اس بیاض کی تحقیق کا کام جامعہ پنجاب کے سالانہ تحقیقی منصوبوں کے لیے پیش کیا جو کہ تحقیقی کمیٹی کی سفارشات کے بعد جناب وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر مجاہد کامران کی طرف سے منظور کر لیا گیا اور میں نے دو سال قبل اس پر کام کا آغاز کیا۔ مزاج اور طبیعت آڑے آتی رہی اور کبھی کسی حوالہ کی تلاش میں بہت زیادہ وقت اور محنت صرف ہونے کے باوجود نہ ملنے سے مایوسی طاری ہو جاتی تھی

کیوں گردشِ مدام سے گھبرا نہ جائے دل

انسان ہوں پیالہ و ساغر نہیں ہوں میں

اور پھر اگست 2013ء میں پی ایچ ڈی کے لیے ملائیشیا کی خاک چھاننے آگیا۔ یہاں آکر بہت سے دن تو تنہائی کے دوزخ کی آگ کو سرد کرنے میں جل گئے اور پھر جب دل آگ سے مانوس ہو گیا تو اس کی تحقیق و تعلیق کے کام میں لگ گیا اور آخر کار یہ کام اللہ کی غیبی مدد سے مکمل ہو گیا۔

اس بیاض کی تحقیق میں حتی الوسع کوشش کی گئی ہے کہ متن میں کوئی کمی یا اضافہ نہ کیا جائے اگر مولانا سے سہو بھی ہوا ہے تو اس کو بعینہ نقل کر دیا جائے سوائے قرآنی آیات کے کہ ان کو متن میں درست کر دیا گیا ہے اور حاشیہ میں لکھ دیا گیا ہے کہ مولانا سے کیا تسامح ہوا ہے۔ چونکہ یہ تصنیف نہیں بلکہ

یادداشتوں کا کشکول ہے اس لیے مسلسل تحریر نہیں ہے بلکہ نکات ہیں اس لیے ہر نئی بات کو نکتہ کا عنوان دے کر لکھا گیا ہے۔

اس بیاض کے ہر قاری کے پیشِ نظر یہ بات رہنی چاہیے کہ بیاض تصنیف نہیں ہوتی اور اس میں تحریر کردہ خیالات وافکار صاحبِ بیاض کے حتمی و پختہ خیالات وافکار ہونا لازم نہیں بلکہ بالعموم ذاتی بیاض میں انسان اپنی یاداشتوں، اشارات یا قابلِ غور و فکر خام مواد کو تحریر کرتا ہے تاکہ صیقل گری کر کے معانی کے نئے جہان آباد کر سکے لہٰذا مولانا گیلانی کی تصانیفِ کثیرہ جو ان کے فکر رسا اور ذہنِ نکتہ رس کی آئینہ دار ہیں، سے ہی ان کا فکری مسلک متعین ہوتا ہے اور کیا جانا چاہیے۔

اس کتاب کی تعلیقات و حواشی میں اگر کوئی قابلِ قدر علمی بات موجود ہے تو وہ محض اللہ کا فضل اور میرے استاد جناب ڈاکٹر حافظ عبداللہ صاحب اسسٹنٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامی مرکز جامعہ پنجاب کے علوم سے خوشہ چینی ہے۔ میں نے ان سے منسوب کر کے کوئی بات اس لیے نہیں لکھی کہ کہیں میری کوئی ناسمجھی اور کم فہمی ان سے منسوب نہ ہو جائے۔ میں گلیاں دا روڑا کوڑا مینوں محل چڑھایا سائیاں۔ باقی رہی بات کہ جتنی اغلاط ہوئی ہیں وہ میری کم علمی کا نتیجہ ہیں۔

اس کتاب کی تسوید، تبییض اور تجلید میں جو گمنام سپاہی شریک ہیں ان کی محنتوں اور محبتوں کا ثمرہ اللہ عنایت کرے گا، صلہ وستائش کی تمنا سے بے پرواہ ہو کر جینا بڑے حوصلے کا کام ہے۔

سیدہ فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی مہربان ﷺ کے پاس آخری وقت موجود تھیں۔ جب آپ ﷺ پر موت کی کیفیت طاری ہو رہی تھی تو وہ رونے لگیں اور کہا ہائے میرے ابو کا کرب اور تکلیف۔ تو رسول ﷺ نے فرمایا تیرے ابو کو آج کے بعد کوئی تکلیف نہیں ستائے گی۔ آپ ﷺ کا

انتقال ہو گیا اور آپ ﷺ کو دفن کر دیا گیا تو آپؓ نے حضرت انسؓ سے کہا یَا أَنَس أَطَابَتْ أَنْفُسُكُمْ أَنْ تَحثُوا عَلَى رَسُولِ اللهِ صلی الله علیه وسلم التُرَابَ ورَجَعتُم انسؓ تم سب کا دل کیسے سہہ گیا کہ تم نے اللہ کے رسول ﷺ کو مٹی میں دفن کر دیا اور لوٹ آئے۔ نبی مہربان ﷺ کی جدائی کی سوگواری اور اداسی نے صحابہ کرامؓ کے دلوں کو کس طرح شکستگی سے دوچار کیا ہو گا محبت کے ذائقوں کو جاننے والا ہر فرد اس شدت کا احساس کر سکتا ہے۔ اگر عمر فاروقؓ تلوار تان کر کھڑے ہیں کہ خبردار کسی نے کہا محمد ﷺ کا انتقال ہو گیا تو کیا اچھنبے کی بات ہے؟ یہ تو ان پر بیتنے والی قیامت کا ادنیٰ سا بھی اظہار نہیں۔ اگر حضرت عثمانؓ اس حال میں ہیں کہ کسی کے سلام کا جواب دینے کا ہوش نہیں تو کوئی حیرت کی بات نہیں۔ وہ جو آپ ﷺ کے چہرہ انور کو دیکھ دیکھ کر جیتے تھے ان کی متاعِ حیات چھن گئی تو کیا رنج والم اور درد و غم کی خزاں سے ان کی روحوں کے برگ و بار پر اتنی بھی زردی نہ آتی۔ حضرت حسان بن ثابتؓ کے شعر اشکبار ہیں:

ما بال عینک لا تنام کانما　　کحلت ماقیها بکحل الارمد

أاقیم بعدک بالمدینة بینهم　　یا لیتنی صُبُحتُ سم الاسود

(تیری آنکھوں کو کیا ہوا کہ سو نہیں پاتیں جیسے کسی نے آشوب غم کا سرمہ لگا دیا ہے۔ کیا آپ ﷺ کے بعد مدینہ میں رہوں گا۔ کاش مجھے کالا ناگ ڈس گیا ہوتا [اور یہ دن نہ دیکھنا پڑتا])

سوچتا ہوں کہ علامہ گیلانیؒ کے چاہنے والوں نے جب ان کو قبر میں اتار کر مٹی ڈالی ہو گی تو ان کے اندر کتنی ٹوٹ پھوٹ ہوئی ہو گی۔ دلوں نے کتنی چیخیں ماری ہوں گی۔ سوچوں میں کتنا کہرام مچا ہو گا، جذبے

کس طرح سسکے ہوں گے۔یہی ریت ہے آج اپنے کندھے پر ایک میت کو اٹھا کے جانے والا دبی دبی ہچکیوں کے ساتھ اپنے ساتھی کو دفن کرتا ہے اور روتے روتے چپ ہو جاتا ہے اور پھر اس کا وقتِ اجل آ جاتا ہے تو اس پر نوحہ کناں اس کے چاہنے والوں کو دنیا اندھیر لگتی ہے۔ مسلسل ایک ندا کل من علیھا فان۔اور حقیقت یہی ہے فمن زحزح عن النار و ادخل الجنة فقد فاز و ما الحیاة الدنیا الا متاع الغرور۔رہے نام اللہ کا۔

آنی و فانی تمام معجزہ ہائے ہنر

کارِ جہاں بے ثبات،کارِ جہاں بے ثبات

(اقبال،بالِ جبریل)

والسلام

عثمان احمد

انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی،کوالالمپور ملائشیا

13مارچ 2013

نکتہ 1: خَلتِ الدِّیَارُ فَلا کَرِیم یرتجیٰ مِنهُ النَّوالُ وَ لَا مَلِیحٌ یُعشَقُ[1]

نکتہ 2: اِلَّا مَاقَدسَلَفَ کی قید صرف محرمات و جمع بین الاختین میں کیوں ہے؟ انظر تفصیلہ فی الروض، ص:۱۴۶، ج ا۔[2]

---

[1] ترجمہ: گھر ویران ہوگئے کوئی صاحب شرف نہیں رہا کہ جس سے بخششوں کی امید کی جاسکے اور کوئی نازک اندام نہیں جس سے الفت کی جاسکے۔

یہ شعر ابو اسحاق الغزی ابراہیم بن عثمان کا ہے۔ 441ھ میں غزہ، فلسطین میں پیدا ہوا۔ بلخ کے نواح میں 524ھ کو فوت ہوا۔ بلخ میں دفن کیا گیا۔ ابن جوزیؒ نے اس شعر میں خلت الدیار کی جگہ خلت البلاد نقل کیا ہے۔ (ابن جوزی، المنتظم فی تاریخ الامم والملوک، فصل دخلت سنة اربع و عشرین و خمسمأة۔ ذکر من توفیٰ فی هذه السنة، دراستہ و تحقیق: محمد عبدالقادر عطا، مصطفیٰ عبدالقادر عطا، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ص:258.59، ج17، الطبعۃ الاولیٰ، 1412ھ/1992ء) (الذہبی، شمس الدین، ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان، العبر فی خبر من غبر، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ج۔2، ص:419، طبع اول، 1405ھ/ 1985ء) ؛علامہ سخاویؒ نے یہ شعر اپنی کتاب الضوء اللامع میں انہی الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے۔ (السخاوی، شمس الدین محمد بن عبدالرحمان، الضوء اللامع لأهل القرن التاسع، تحقیق: عبداللطیف حسن عبدالرحمن، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ج۔1 (جزدوم)، ص:222، طبع اول، 1424ھ/ 2003ء)

[2] الروض الانف میں ہے:

ألا ترى أنّهُ لَمْ يَقُلْ فِي شَيْءٍ نَهَى عَنْهُ فِي الْقُرْآنِ {إلَّا مَا قَدْ سَلَفَ} نَحْوَ قَوْلِهِ {وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا} وَلَمْ يَقُلْ إلَّا مَا قَدْ سلف: {ولا تقتلوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ} [الْإِسْرَاءُ .30] وَلَمْ يَقُلْ إلَّا مَا قَدْ سَلَفَ، وَلَا فِي شَيْءٍ مِنْ الْمَعَاصِي الَّتِي نهى عنها إلَّا في هَذِهِ وَفِي الْجَمْعِ بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ لِأَنَّ الْجَمْعَ بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ قَدْ كَانَ مُبَاحًا أَيْضًا فِي شَرْعِ مَنْ قَبْلَنَا، وقد جمع يعقوب بَيْنَ رَاحِيلَ وَأُخْتِهَا لِيَا فَقَوْلُهُ {إلَّا مَا قَدْ سَلَفَ} الْتِفَاتَةٌ إلَى هَذَا الْمَعْنَى، وَتَنْبِيهٌ عَلَى هَذَا المغزى، وهذه النكتة لَقَنْتهَا مِنْ شَيْخِنَا الْإِمَامِ الْحَافِظِ أَبِي بَكْرٍ مُحَمَّدِ بْنِ الْعَرَبِيِّ رَحِمَهُ اللهُ۔

ترجمہ: کیاآپ نہیں جانتے کہ قرآن حکیم نے کسی شئے کی ممانعت میں یہ نہیں کہا کہ **الا ماقد سلف** (جو ہو چکا سو ہو چکا) جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے [**ولا تقربوا الزنا**] زنا کے قریب بھی مت جاؤ اور اس کے ساتھ یہ نہیں فرمایا [**الا ماقد سلف**] یعنی جو ہو چکا سو ہو چکا۔ اسی طرح ارشاد ہے [اور نہ قتل کرو کسی جان کو جسے اللہ نے حرام کیا] اور اس کے ساتھ یہ نہیں کہا [**الا ماقد سلف**] اور اسی طرح کسی بھی گناہ کے بارے میں یہ نہیں ارشاد فرمایا مگر اس کے بارے میں [یعنی ماں سے نکاح کے بارے میں] اور دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کے بارے میں۔ کیونکہ دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا ہم سے پہلی شریعتوں میں جائز تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے راحیل اور ان کی بہن لیّا کو نکاح میں جمع فرمایا۔ پس ارشاد باری تعالیٰ [**الا ماقد سلف**] ان معنی کی طرف اشارہ ہے اور اس حاصل شدہ کلام کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور میں نے یہ نکتہ اپنے شیخ ابو بکر ابن العربی سے سمجھا اور حاصل کیا ہے۔ (السھیلی، عبدالرحمان، الروض الانف فی شرح السیرۃ النبویہ لابن ھشام، تعلیق وتقدیم: عمر عبدالسلام السلامی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ج.2، ص:229، طبع اول، 1421ھ/2000ء) یہ نکتہ محلِ نظر ہے اس لیے کہ سوتیلی ماں سے نکاح کے بارے میں بھی قرآن نے کہا ہے الا ماقد سلف اور شرائع سابقہ میں سوتیلی ماں سے نکاح کی حلت کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ تو یہاں **الا ماقد سلف** کہنے کی توجیہ یہ نہیں بن سکتی جو اس نکتہ میں بیان کی گئی۔ میری نظر میں یہ توجیہ ممکن ہے کہ حرام اعمال دو طرح کے ہیں ایک وہ ہیں جن کا اثر متعدی ہوتا ہے اور وہ دوسرے وہ جن کا اثر متعدی نہیں ہوتا۔ جیسے شراب پینا ایسا گناہ ہے جس کا اثر متعدی نہیں انفرادی ہے لیکن کسی کو ظلماً قتل کرنے کے گناہ کا اثر متعدی ہے اور متعدی اثر رکھنے والے حرام کام مزید دو اقسام پر مشتمل ہیں ایک وہ جن کا اثر گناہ کو روک دینے سے اور فعل حرام کا خاتمہ کر دینے سے زائل ہو جاتا ہے یا رک جاتا ہے جیسے سود کہ جب اس کو حرام ٹھہرا دیا تو مزید لینے کی گنجائش ختم ہو گئی اور اس کا متعدی اثر زائل ہو گیا لیکن پہلے چونکہ سود وصول ہو چکا ہوتا تو اگر گزشتہ وصولی پر بھی حکم لگایا جاتا تو موجودہ مال بھی ناپاک ہو جاتا اس لیے **فلہ ما سلف** کہہ کے گزشتہ سود کو حکم حرمت سے خارج کیا گیا اور آئندہ سے روک دیا گیا لیکن دوسری قسم حرام افعال کی وہ ہے کہ جن کا اثر فعل حرام کا خاتمہ کر دینے کے باوجود زائل نہیں ہوتا ہے جیسے نکاح محرمات کیونکہ اولاد جنم لے چکی ہوتی اور اس سے

نکتہ 3: مسجد جیکب لائن۔[3]

نکتہ 4: من اللطائف انَّ حلقَ اللحیۃِ مستحبٌ فِھیَ للمرأۃ اذا نبت لھا۔ دیکھو حاشیۂ بخاری، ص:725، ج2۔[4]

نکتہ 5: پتہ: حاجی محمد بن موسیٰ صاحب، پوسٹ بکس نمبر ۱۴۰، بندر روڈ کراچی۔[5]

نسب جاری ہوتا ہے اور اگر شریعت ان سب نکاحوں کو باطل قرار دیتی تو انساب میں خلل واقع ہو جاتا۔ اس لیے الا ما قد سلف کہہ کے گزشتہ نکاحوں کو جواز فراہم کیا گیا۔ واللہ اعلم بالصواب

3 کراچی۔ مولانا احتشام الحق تھانویؒ اس مسجد میں خطیب تھے۔

4 ترجمہ: یہ علمی لطائف میں سے ہے کہ داڑھی منڈانا مستحب ہے اور یہ عورت کے لیے ہے اگر اس کے داڑھی اگ آئے۔ صحیح بخاری کے حاشیۂ سندھیؒ میں جو برصغیر کے مدارس میں متداول و معروف ہے، یہ عبارت موجود نہیں ہے۔ مولانا احمد علی سہارنپوریؒ کے حاشیہ میں بھی تلاش کیا گیا مگر نہیں مل سکی۔ امام نوویؒ کی شرح مسلم میں البتہ یہی بات ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے إِذَا نَبَتَ لِلْمَرْأَةِ لِحْيَةٌ فَيُسْتَحَبُّ لَهَا حَلْقُهَا (کتاب الطھارۃ، کیفیت اعفاء اللحیۃ، جلد 3، ص149، طبع اول، 1374ھ/1929ء، المطبع المصریۃ بالازھر)

5 جناب محمد راشد شیخ کے مرتب کردہ مجموعہ خطوط گیلانی میں مولانا حاجی محمد بن موسیٰؒ کا متعدد خطوط میں تذکرہ ہے۔ مولانا مجلس علمی ڈابھیل و کراچی کے سرپرست تھے۔ مولانا گیلانیؒ جب کراچی تشریف لائے تھے تو انہی کے ہاں قیام فرمایا تھا۔ مولانا غلام محمد کے نام خط میں مولانا محمد بن موسیٰؒ کے بارے تحریر فرماتے ہیں "لیکن جن صاحب کے اشارے سے انہوں نے طلب فرمایا تھا وہ اس فقیر کے خاص عنایت فرماؤں میں ہیں اور "من اولی الفضل و السعۃ" بزرگوں میں ہیں" (ص612-611)۔ ڈاکٹر محمد یوسف الدین کے نام خط میں لکھا ہے۔ "اخباروں میں اس خبر کو پڑھ کر افسوس ہوا کہ ہمارے مولانا محمد بن موسیٰ صاحب کو کچھ ضعفِ بصر کی شکایت پیدا ہو گئی ہے۔ میں ان کو عیادت کا خط لکھا ہے آپ بھی لکھیں" (ص517) (مجموعہ خطوط گیلانی، مکتبہ عمر فاروق کراچی۔ طبع اول)

نکتہ 6: مولوی ظفر انصاری صاحب ۱۸/۱۲، بندر روڈ کراچی۔[6]

نکتہ 7: اسلام کا عملی نظام

عَلَى الْمَرْءِ أَنْ يَتَمَسَّكَ بِهِ مِنَ الْخِصَالِ الَّتِي يُحْمَدُ عَلَيْهَا أَشْيَاءُ مِنْهَا التَّحَرُّزُ عَنِ ارْتِكَابِ الْفَوَاحِشِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ، وَمِنْهَا الْمُحَافَظَةُ عَلَى الْفَرَائِضِ وَالْمُدَاوَمَةُ عَلَى ذَلِكَ فِي أَوْقَاتِهَا، وَمِنْهَا التَّحَرُّزُ عَنِ السُّحْتِ وَاكْتِسَابِ الْمَالِ مِنْ غَيْرِ حِلِّهِ، وَمِنْهَا التَّحَرُّزُ عَنْ ظُلْمِ كُلِّ أَحَدٍ مِنْ مُسْلِمٍ أَوْ مُعَاهَدٍ فَأَمَّا فِيمَا وَرَاءَ ذَلِكَ، فَقَدْ وَسَّعَ اللَّهُ تَعَالَى الْأَمْرَ عَلَيْنَا فَلَا نُضَيِّقُ عَلَى أَنْفُسِنَا، وَلَا عَلَى أَحَدٍ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ، قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سِمَاعَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَهَذَا الَّذِي ثَبَتَ لَكَ فِي الْكِتَابِ قَوْلُ عُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَغَيْرِهِمْ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَضِيَ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ، وَهُوَ مَذْهَبُ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ وَزُفَرَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ الْفُقَهَاءِ رَحِمَهُمُ اللَّهُ[7]

---

[6] 1908ء منڈراہ الہ آباد میں پیدا ہوئے۔ تحریک پاکستان کے معروف رہنما، جائنٹ سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ رہے، سابق سیکرٹری تعلیمات اسلامیہ بورڈ کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں۔ 1970ء میں دستور ساز اسمبلی پاکستان کے ممبر بنے۔ رکن اسلامی نظریاتی کونسل رہے۔ 20 دسمبر 1991ء میں وفات ہوئی۔

[7] ترجمہ: آدمی کو چاہیے کہ ان اوصاف حمیدہ کو حرزِ جاں بنالے۔ ان میں سے ظاہری و باطنی فواحش کے ارتکاب سے احتراز ہے۔ فرض نمازوں کی ادائیگی و محافظت اور ان کے اوقات پر ادائیگی کا دوام ہے۔ حرام کھانے اور حرام طریقے سے مال کمانے سے بچنا ہے۔ کسی بھی مسلمان یا معاہد پر ظلم کرنے سے بچنا ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے اس میں ہمارے لیے اللہ تعالیٰ نے معاملہ آسان اور کشادہ فرمایا۔ پس ہم اپنے اوپر اور مومنوں میں سے کسی پر تنگی نہ کریں۔ یہ محمد بن سماعہ اور محمد بن الحسن کا قول ہے اور یہ کتاب (قرآن) سے ثابت ہے۔ حضرت عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، ابن عباسؓ اور دیگر اصحاب رسول ﷺ کا قول ہے۔ یہ امام ابو حنیفہؒ، ابو یوسفؒ اور امام زفرؒ اور ان کے بعد کے فقہاء کا مذہب ہے۔ (السرخسی، شمس

نکتہ 8: اَلْحُورِ الْعِینِ وَ صِفَتِهِنَّ يُحَارُ فِيهَا الطَّرْفُ (باب من كِتَاب الْجِهَادِ وَ السِّيَرِ)[8]

نکتہ 9: عبد اللہ بن اوفی کی مکتوبہ حدیثوں کا ایک مجموعہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ بخاری نے بَاب الْجَنَّةُ تَحْتَ بَارِقَةِ السُّيُوفِ کے نیچے ہی یہ روایت درج کی ہے: كَتَبَ إِلَيْهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أَوْفَى وَ اعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ۔ ثم روی فی بَاب الصَّبْرِ عِنْدَ الْقِتَالِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى كَتَبَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ إِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا (کتاب الجهاد)[9]

الدین، المبسوط، محمد حسن عبد العظیم الشافعی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، کتاب الکسب، ج 15 جز 30، ص: 321، طبع اول، 1421ھ/2001ء)

[8] باب الْحُورِ الْعِينِ وَ صِفَتِهِنَّ يُحَارُ فِيهَا الطَّرْفُ شَدِيدَةُ سَوَادِ الْعَيْنِ شَدِيدَةُ بَيَاضِ الْعَيْنِ ترجمہ: بڑی آنکھوں والی حوریں اور ان کی صفتِ حیا جن کو دیکھ کر عقل حیران ہو جاتی ہے، آنکھوں کی سیاہی بھی شدید اور آنکھوں کی سفیدی بھی شدید۔ (الجامع الصحیح، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع دوم 1423ھ/2002ء، کتاب الجہاد والسیر، ج2، ص222)

[9] مولانا گیلانیؒ نے یہاں دو حدیثیں ذکر کر کے استدلال کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن اوفیؓ کا اپنا تحریر کردہ مجموعۂ حدیث تھا۔ ذیل میں دونوں احادیث کا مکمل متن مع حوالہ دیا جاتا ہے: عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ وَ كَانَ كَاتِبَهُ قَالَ كَتَبَ إِلَيْهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أَوْفَى أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ وَ اعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ۔ (الجامع الصحیح، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع دوم 1423ھ/2002ء، کتاب الجہاد والسیر، حدیث نمبر 2818، ج2، ص228) ؛ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى كَتَبَ فَقَرَأْتُهُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ إِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا۔ (الجامع الصحیح، کتاب الجہاد والسیر، باب الصبر عند القتال، حدیث نمبر 2833، ج2، ص232)

نکتہ 10 : لَمْ يَكُنْ يَدْخُلُ بَيْتًا بِالْمَدِينَةِ غَيْرَ بَيْتِ أُمِّ سُلَيْمٍ إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِ فَقِيلَ لَهُ فَقَالَ إِنِّي أَرْحَمُهَا قُتِلَ أَخُوهَا مَعِي (كِتَاب الْجِهَادِ وَالسِّيَرِ بَاب فَضْلِ مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا أَوْ خَلَفَهُ بِخَيْرٍ)[10]

نکتہ 11 : هَلْ تُنْصَرُونَ وَتُرْزَقُونَ إِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ[11]

---

[10] حدیث کا مکمل متن درج ذیل ہے : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَدْخُلُ بَيْتًا بِالْمَدِينَةِ غَيْرَ بَيْتِ أُمِّ سُلَيْمٍ إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِ فَقِيلَ لَهُ فَقَالَ إِنِّي أَرْحَمُهَا قُتِلَ أَخُوهَا مَعِي۔ انسؓ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ مدینہ میں کسی گھر میں بھی اندر نہیں جاتے تھے سوائے ام سلیمؓ کے گھر کے ورنہ صرف اپنی ازواج کے گھروں کے اندر داخل ہوتے تھے جب آپ ﷺ سے پوچھا گیا تو فرمایا میں اس سے صلہ رحمی کا معاملہ کرتا ہوں کیونکہ اس کا بھائی میرے ساتھ تھا جب قتل کیا گیا۔ (الجامع الصحیح، کتاب الجهاد والسیر، باب فضل من جهز غازیا او خلفه بخیر، حدیث نمبر 28، ج 2، ص 234) ؛اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن حجرؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ یہ کہنے سے مراد کہ :لم یکن یدخل بیتاً غیر ام سلیم '' کہ ام سلیمؓ کے علاوہ کسی گھر میں داخل نہیں ہوتے، دوام اور کثرت سے داخل ہونا ہے کیونکہ آپ ﷺ ام حرامؓ کے گھر میں بھی اندر جایا کرتے تھے۔ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ تاویل کی ضرورت نہیں۔ ام حرامؓ اور ام سلیمؓ دونوں بہنیں تھیں اور دونوں کا گھر ایک ہی تھا البتہ بڑے گھر میں علیحدہ علیحدہ رہتی تھیں تو آپ ﷺ کبھی اس طرف تشریف لے جاتے تو کبھی دوسری طرف اور ان کا بھائی میرے ساتھ قتل ہوا سے مراد یہ ہے کہ میرے حکم اور اطاعت میں بئر معونہ کے واقعہ میں قتل ہوا۔ (ابن حجر العسقلانی، فتح الباری، تحقیق و تبویب: فواد عبد الباقی و محب الدین الخطیب، مکتبہ الغزالی، دمشق، ج 6، ص 51)

[11] حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ رَأَى سَعْدٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ لَهُ فَضْلًا عَلَى مَنْ دُونَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تُنْصَرُونَ وَتُرْزَقُونَ إِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ (الجامع الصحيح، كتاب الجهاد والسير، بَاب مَنْ اسْتَعَانَ بِالضُّعَفَاءِ وَالصَّالِحِينَ فِي الْحَرْبِ، حدیث نمبر 2896، ج 2، ص 246)

نکتہ 12: صلی اللہ علیہ وسلم[12]

نکتہ 13: أحمد بن عقاب اختصه الله بالأهلية[13]

ترجمہ: سلیمان بن حرب، محمد بن طلحہ، طلحہ، مصعب بن سعد سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سعد بن ابی وقاص کے دل میں خیال آیا کہ ان کو ان کے ماتحت لوگوں پر (کسب معاش میں ان سے زیادہ کوشش کرنے کی وجہ سے) فضیلت حاصل ہے، تو آپ نے فرمایا کہ کمزور لوگوں کی وجہ سے مدد دی جاتی ہے، اور رزق دیا جاتا ہے۔

12 قرائن سے لگتا ہے کہ مولانا نے یہاں کوئی حدیث مبارکہ لکھی ہے لیکن عبارت ناقابل شناخت حد تک مدہم اور بعض جگہ سے مٹی ہوئی ہے کہ پڑھا نہیں جا سکا، صرف ﷺ کے الفاظ واضح ہیں۔

13 حضرت ابن عربیؒ نے فتوحات میں ذکر کیا ہے کہ حضرت مہدی کے نو(9) وزراء ہوں گے سب سے پہلے احمد بن عقاب نے ان وزراء کے بارے میں بات کی تھی وہ بچپن ہی سے صاحبِ اہلیت تھے یعنی اولیاء میں سے تھے۔ انہوں نے ابن عربیؒ کو کہا کہ حضرت مہدی کے وزراء نو ہیں تو ابنِ عربیؒ نے کہا کہ اگر نو ہیں تو پھر لازماً ظہور مدتِ مہدی نوے سال بنتی ہے اور مجھے پتا ہے کہ ان کے وزیر کو کیا چیز کی احتیاج ہو گی۔ حضرت ابنِ عربیؒ فرماتے ہیں اس نو سے مراد نو امور ہیں۔ امام مہدی کا ایک وزیر ہو یا زیادہ ان میں یہ نو امور پائے جائیں گے: نفوذ البصر و معرفة الخطاب الإلهي عند الإلقاء وعلم الترجمة عن الله وتعيين المراتب لولادة الأمر والرحمة في الغضب وما يحتاج إليه الملك من الأرزاق المحسوسة والمعقولة وعلم تداخل الأمور بعضها على بعض والمبالغة والإستقصاء في قضاء حوائج الناس والوقوف على علم الغيب الذي يحتاج إليه في الكون في مدته۔ بصیرت نگاہ، اللہ جل شانہ کی جانب سے الہام کی معرفت جب القاء کیا جائے، اللہ کی جانب سے زبانوں کا علم، معاملات کے پیش آنے پر ان کے درجات کے مطابق معاملہ کرنا، غضب کے موقع پر رحم سے کام لینا، حاکم کو بدنی رزق اور عقلی ترقی کے لیے درکار رزق کی جو احتیاج ہوتی ہے اس کا علم، معاملات کے آپس میں مل جانے کا علم، لوگوں کی ضروریات کا احاطہ کرنا اور مبالغہ کے ساتھ ان سے آگاہ رہنا، امور غیبیہ پر آگاہ ہونا جس کی احتیاج اس مدت کے دوران ہو گی۔ لہٰذا وزیر ایک ہو یا نو ہوں یہ صفات ان میں ہوں گی (الفتوحات المکیہ، في معرفة منزل وزراء المهدي الظاهر في آخر الزمان الذي بشر به رسول الله صلى الله عليه

نکتہ 14: مؤطاامام مالک کی بعض روایتیں

1۔ حضرت ابوہریرۃؓ نے فرمایا تم خیال کرتے ہو جہنم کی آگ سرخ ہوگی نہیں وہ تو سیاہ ہے

أَتَرَوْنَهَا حَمْرَاءَ كَنَارِكُمْ هَذِهِ، لَهِيَ أَسْوَدُ مِنَ الْقَارِ۔[14]

2۔ حدیث الاانا الدھر بھی اسی میں ہے۔[15]

وسلم وهو من أهل البيت، الباب السادس والستون وثلثمائة ،دار احياء التراث الاسلامی، بیروت، ج 3، ص323)

[14] مالک بن انس، المؤطا، تحقیق: خلیل مامون شیخا، کتاب جهنم، باب مَا جَاءَ فِي صِفَةِ جَهَنَّمَ، رقم الحدیث1924، ج2، ص471، دار المعرفۃ، بیروت، 1999ء۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ جہنم کی آگ تمہاری اس آگ کی طرح سرخ ہوگی نہیں بلکہ جہنم کی آگ تار کول سے زیادہ سیاہ ہوگی۔

[15] مولانا کو اشتباہ لاحق ہوا ہے کہ الا انا الدھر کے الفاظ کے ساتھ حدیث مؤطا امام مالک میں ہے۔ مؤطا میں یہ حدیث اس طرح ہے: حَدَّثَنِي مَالِك، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: لاَيَقُلْ أَحَدُكُمْ: يَاخَيْبَةَ الدَّهْرِ، فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الدَّهْرُ۔ ترجمہ: رسول ﷺ نے فرمایا کہ تم سے کوئی یہ نہ کہا کرے کہ ہائے زمانے پر پھٹکار۔ کیونکہ زمانہ تو اللہ تعالی ہی ہیں (مالک بن انس، المؤطا، کتاب الکلام، باب مایکرہ الکلام، رقم الحدیث 1897، ج2، ص463۔ مولانا گیلانیؒ نے جو الفاظ لکھے ہیں ان کے ساتھ یہ حدیث امام بیہقیؒ نے روایت کی ہے اور مسند امام احمد بن حنبل میں بھی موجود ہے۔

عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تسبوا الدهر فإن الله عز وجل قال أنا الدهر الأيام والليالي لي أجددها وأبليها وآتي بملوك بعد ملوك۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمانے کو گالی نہ دو کیونکہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ زمانہ تو میں ہی ہوں۔ روز و شب میرے ہی ہیں۔ میں ہی ان کو نیا اور پرانا کرتا ہوں اور

3۔ لِيُعَزِّ الْمُسْلِمِينَ فِي مَصَائِبِهِمُ الْمُصِيبَةُ بِي[16]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نکتہ 15: طیارہ ایئر انڈیا 30 مئی 1948

13 مئی 1948 کو مقادیر نے خاکسار کے لیے پاکستان کے دار السلطنت شہر کراچی کے دیکھنے کا شرف پیدا کیا اور اس اسلامی شہر میں قیام کا موقعہ سولہ دن یعنی 30 مئی تک ملا۔ ہمارے میزبان حاجی محمد بن موسیٰ ٹرانسوالی تھے، ان کی سہ منزلہ کوٹھی جس میں ہر قسم کا آرام تھا، خاکسار ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کے ساتھ ٹھہرا رہا۔ کام جس کے لیے بلائے گئے تھے وہ تو خیر مستقل باب ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں برکت عطا فرمائے لیکن علاوہ کام کے کراچی کے متعلق اپنے بعض تاثراتِ خصوصی کو درج کرتا ہوں۔[17]

سلاطین کے بعد سلاطین آتے جاتے ہیں (شعب الایمان، ابو بکر البیھقی احمد بن حسین بن علی، تحقیق و تخریج: دکتور عبد العلی عبد الحمید حامد، مکتبہ الرشد للنشر والتوزیع، ریاض، طبع اول 1423ھ/2003ء، ج 7، ص 199)

[16] مولانا گیلانیؒ نے لیعزی لکھا ہے جبکہ یہ لفظ لیعز المسلمین ہے۔ مکمل حدیث مع سند اس طرح ہے: حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِك عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِيُعَزِّ الْمُسْلِمِينَ فِي مَصَائِبِهِمُ الْمُصِيبَةُ بِي۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں کو میری وفات کی مصیبت (کے غم کا تذکرہ کرکے) ان پر ٹوٹنے والی مصیبتوں میں تسلی دو اور تعزیت کرو (الموطا، کتاب الجنائز، باب جامع الحسبۃ فی المصیبۃ، رقم الحدیث 568، ج 1، ص 220)۔ یہ حدیث علامہ سیوطیؒ نے الجامع الصغیر میں بھی مرسلاً ذکر کی ہے۔ (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر والنذیر، عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، رقم الحدیث 7710)

[17] اس دورۂ پاکستان کی غرض و غایت کا ذکر مولانا گیلانیؒ نے سید سلیمان ندویؒ کے نام مکتوب میں کیا ہے (مجموعہ خطوطِ گیلانی، ص 330-333)

کراچی میں کسی قسم کی اجنبیت ایک لمحہ کو بھی محسوس نہ ہوئی، بہت سے قدیم ملنے والے تھے، خود خاکسار کے گاؤں گیلانی کے باشندے میرے چچازاد بھائی نجم الہدیٰ سلمہ نے ایک مکان سمسان روڈ کراچی پر بنوالیا ہے اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ بھارت سے گویا ہجرت کر کے وہ کراچی ہی میں مستقل قیام کرنے کے لیے آگئے ہیں۔ میں ان کے مکان میں بھی گیا تھا۔ ابھی زیرِ تعمیر ہے۔ ان کے سسرالی کنبہ کے متعدد خاندان سمسان روڈ میں مکان بنوا کر متوطن ہو چکے ہیں اور یہی وجہ ان کو منتقلی وطن کی زیادہ مؤید ہوئی ہے۔ سمسان روڈ اس سڑک کا نام اس لیے ہے کہ ہندوؤں کا "لاش سوزہ" سامنے ہی نجم الہدیٰ سلمہ کے مکان سے نظر آتا ہے۔

البتہ یہاں ہجرت کی وجہ سے عموماً لوگ ایک دوسرے سے ملنے میں زیادہ فراخ دل باقی نہیں رہے۔ یہاں کے حکام سے ملنے کی کوشش خاکسار نے نہیں کی۔ بس اتفاقاً جن لوگوں سے ملاقات ہوتی رہی ان ہی سے ملتا رہا۔

کراچی کی رات اس سخت گرمی کے مہینے میں بڑی راحت بخش، ہواؤں کے ٹھنڈے جھونکوں کی وجہ سے مجھے محسوس ہوئی۔ شہر باوجودیکہ غیر معمولی بڑا ہے لیکن غل غپاڑہ کی وہ حالت نہیں جو بمبئی یا کلکتہ میں پائی جاتی ہے۔ مفصلات کی سیر کا موقع بھی ملا، ٹھٹھہ[18] موٹر پر فقیر 29 مئی کو ایک پارٹی کے ساتھ گیا

---

18 ٹھٹھہ کی تاریخ بنیاد معلوم نہیں ہو سکی لیکن یہ یقینی ہے کہ اس جگہ ایک قصبہ صدیوں سے موجود تھا، جب سے مکلی کی پہاڑیاں ڈیلٹائی چوٹی پر واقع تھیں اور یہ حالت صرف ایک سو چالیس سال پہلے ختم ہوئی۔ محل وقوع قدرتی طور پر ایک تجارتی قصبے کے لیے اتنا موزوں تھا کہ یہ زیادہ عرصہ غیر آباد نہ رہ سکتا تھا۔ شہر کا نام و مقام غالباً بہت دفعہ بدلے ہیں اور ان تبدیلیوں کی صحیح نشاندہی بمشکل ہی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ نیا نام یا مقام پرانے کی جگہ فوراً لے لیتا۔ ایبٹ نے دستیاب

تھا جس میں حضرت مولینا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ بھی شریک تھے۔ ٹھٹھہ کے راستے میں گھارو نامی گاؤں یا قصبہ بھی ملا تھا۔ گھارو میں مکانات عجیب طرح کے بنے ہوئے تھے جن میں بادکش بنا ہوا تھا۔ معلوم ہوا کہ ہندوؤں کا خاص قصبہ تھا۔ چھوڑ کر چلے گئے، مکانات خالی پڑے ہیں اور ٹھٹھہ میں بھی معلوم ہوا کہ بکثرت مکانات خالی ہیں۔ ضروریاتِ زندگی دونوں جگہ وافر نسبتاً ارزاں میسر آتی ہیں۔ گوشت بکرے کا روپے سیر، گائے کا 8 سیر، دودھ روپے کا تین سیر، گھی تین روپے سیر، ٹھٹھہ میں ایک عظیم الشان مسجد، شاہ جہاں کی بنوائی ہوئی ہے۔ جس کے چاروں طرف نماز پڑھنے کے لیے قبوں کی چھت ہے، اب تو رنگ اڑ گیا ہے لیکن قبوں اور دیواروں پر مینا کاری کا کام چینی کی تختیوں پر کیا ہوا بڑا خوبصورت ہے۔ اس مسجد میں ظہر کی نماز پڑھی۔ خاکسار نے اذان دی اور نماز مولینا احتشام الحق[19] نے پڑھائی۔ امام صاحب بعد کو تشریف لائے۔ مولوی محمد حسین نام ہے، بڑے اخلاق سے

شواہد کا جو خلاصہ دیا ہے وہ کافی حد تک قابلِ اعتبار ہے وہ کہتا ہے "ٹھٹھہ کو میں 1350ء بلکہ 1333ء سے بھی پہلے کی تاریخ دوں گا جب ابن بطوطہ سندھ آیا تھا۔ بدایونی کا کہنا ہے کہ سلطان غیاث الدین (1266ء تا 1286ء) کے بڑے بیٹے نے ٹھٹھہ اور دمیلا فتح کیے۔ ٹھٹھہ کو سلطان علاؤالدین سے ملانے والی روایات بہت سی ہیں۔ "تحفۃ الکرام" کے مطابق اسی سلطان نے سمروں کو تباہ کیا۔ ٹھٹھہ کی صحیح تاریخ کی بنیاد کچھ بھی ہو یہ یقینی ہے کہ یہ شہر چار سو سے زیادہ سال تک سندھ کا اہم ترین اور امیر ترین شہر تھا (ٹی۔ ایچ۔ سورلے، گزیٹئیر سندھ، مترجم: پروفیسر ایم انور رومان، العصر پبلیکیشنز، لاہور، اپریل 2008ء، ص 283)

[19] مولانا احتشام الحق تھانویؒ 1915ء میں کیرانا تھانہ بھون، ضلع مظفر نگر، بھارت میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم مولانا ظہور الحق صدیقی، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے بہنوئی تھے۔ مولانا احتشام الحقؒ کا شجرہ نسب سیدنا صدیق اکبرؓ سے ملتا ہے۔ آپ نے فارسی کی تعلیم مدرسہ عربیہ میرٹھ سے حاصل کی اور عربی کی تعلیم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور سے حاصل کی۔ درسِ نظامی آپ نے دارالعلوم دیوبند سے کیا۔ آپؒ نے خطابت کا باقاعدہ آغاز جامع مسجد سینٹرل

ملے، کھانے کے لیے اصرار فرماتے رہے لیکن جماعت نے ہوٹل میں آرڈر دے دیا تھا۔ تاہم ایک بچہ مولانا شبیر احمد صاحب کا نواسہ ہے اس نے بھوک بھوک شروع کی ہوئی تھی، مولوی محمد حسین صاحب نے گھر سے کھانا اس بچے کے لیے بھیجا۔ چونکہ خاصہ کھانا آیا تھا اس لیے اندازہ ہوا کہ سندھ کے خوش باش لوگوں کا طعامی معیار کیا ہے۔ خوانچہ پر کھانا تھا۔ برتن تانبے کے تھے۔ قلعی کیے ہوئے ہر ایک برتن پر ڈھکن تانبے کا ہی تھا۔ کھانے میں گیہوں کی روٹیاں خوب سکی ہوئی اور نصف روٹی سرخ چاول کی، ایک تشتری میں ماش کی دال اور ایک رکابی میں مچھلی شوربہ دار۔ آم بھی ایک رکابی میں کٹے ہوئے تھے۔ دستر خوان بھی تھا۔ میں نے روٹی کا ایک ٹکڑا توڑ کر دال کے ساتھ کھایا، چاول کی روٹی کا بھی اور گیہوں کی روٹی کا بھی۔ دونوں اچھے معلوم ہوئے۔ مچھلی سے چونکہ مجھے ذوق نہیں ہے اس کو نہیں چکھا مگر اصلی سندھی مسلمانوں کے تمدن کا نقشہ سامنے آگیا۔ مولوی محمد حسین صاحب اردو خوب بولتے تھے حالانکہ سندھ سے باہر تشریف نہیں لے گئے۔ ٹھٹھہ میں مسجد کے بالمقابل ایک عظیم الشان گوسالہ ہندوؤں نے بنوایا تھا جو اب خالی پڑا ہے۔ اس مسجد اور گوسالہ کے مشرق (کی) طرف اور جنوب و شمال کی طرف باغات ہی باغات تھے۔ معلوم ہوا کہ آم ٹھٹھہ میں خوب ہوتے ہیں اور دوسرے پھل بھی۔ غلہ بھی ہر طرح کا ہوتا ہے۔ پانی کی دشواری ہے لیکن چند ہاتھ پر نکل آتا ہے۔ پانسو مہاجرین ٹھٹھہ میں منتقل ہو چکے ہیں۔ بازار پر کاٹھیاواڑی مسلمانوں نے قبضہ کر لیا ہے۔ اگرچہ میرے رفقا کو ٹھٹھہ پسند نہ آیا لیکن

سیر[illegible]یٹ نئی دہلی سے کیا۔ 1937ء میں آپ نے علوم متداولہ کی سند حاصل کی اور اسی برس آپ نے پنجاب یونورسٹی لاہور سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ 7 اگست 1947ء کو آپ نے پاکستان ہجرت فرمائی اور 33 برس تک قومی و دینی خدمات سرانجام دینے کے بعد آپ نے 11 اپریل 1980ء کو وفات پائی۔ آپ کراچی میں جامع مسجد تھانوی جیکب لائن کے ساتھ مدفون ہیں۔

میرا جی وہاں کراچی سے زیادہ لگا۔ ایک میل پر زرد پتھر جس کی سندھ میں کثرت ہے۔ بجانب مغرب ایک پہاڑی مکلی نامی ہے۔[20] جس پر پرانے حکمرانوں کے قبور کے قبے بنے ہوئے ہیں۔[21] ترخان[22] اور مرزا جانی بیگ[23] کے قبے ممتاز تھے۔ پہاڑی پر ایک کنواں بھی تھا جس کے اندر بارہ دری کی طرح مکانات بھی تھے لیکن مکان کی سطح پر ایک دھرا کنواں تھا۔ اوپر والے حصے میں مولانا نے

---

[20] ارضیاتی لحاظ سے میکلی/مکلی کی پہاڑیاں تیسرے دور کی چٹانوں کی ایک دبیز تہہ کے ایک مسطح سیلابی میدان میں ایک بہت دلچسپ ابھار ہیں جنہیں رانی کوٹ گروپ کی حیثیت سے ممتاز کیا گیا ہے اور جو سکہ نما چون پتھر پر مشتمل ہیں۔ سلسلہ جو پیر پٹھو سے شروع ہوتا ہے کوئی 11 میل شمال کی طرف چلتا ہے اور ٹھٹھہ کے عین مغرب میں اس سے بمشکل ایک میل دور ختم ہو جاتا ہے۔ مغرب سے دیکھا جائے تو یہ سرے سے پہاڑی معلوم ہی نہیں ہوتا لیکن ٹھٹھہ سے یہ یک لخت پہاڑی کی ہیت اختیار کر لیتی ہے، اس کی بلندی سطح سمندر سے 80تا150 فٹ ہے۔ اس کی چوٹی ایک خوفناک سطح مرتفع ہے جو خوفناک "ناگ پھنی" سے پٹی پڑی ہے اور اس کے اوپر سخت، زرد چون پتھر کے گلٹی دار ڈھیلے اور سنگپارے ڈھیروں بکھرے ہوئے ہیں جن پر کہیں کہیں چھوٹے چھوٹے سکہ نما دھبے پڑے ہوئے ہیں۔ (ٹی۔ ایچ۔ سورلے، گزیٹیر سندھ، ص283-284

[21] مکلی پہاڑی کے شمالی نصف پر ایک بسیط گورستان محیط ہے۔ اس گورستان کی خاموش آبادی "ایک ملین" بتائی گئی ہے۔ یہ بتانا ناممکن ہے کہ پہاڑی کب گورستان بنائی گئی۔ قدیم الایام سے ہی ایک مبہم تقدس اس کے ساتھ منسوب تھا جو یکے بعد دیگرے سادات کے دفن ہونے سے بڑھتا گیا۔ سمہ جاموں کا ایک دارالحکومت سموئی تھا جو پہاڑی کے شمالی سرے سے تین میل پہ تھا اور ایک مشہور روایت کے مطابق جام تماچی اور دھوبی کی بیٹی جسے اس نے اپنی ملکہ بنایا دونوں اس کے ... یہ دو مقبرہ واں میں دفن ہیں۔ جام نندو یا نظام الدین کے ساتھ تاریخ کی ابتداء ہوتی ہے اس مقبرے کی شناخت کے متعلق کوئی شبہ نہیں جو 1508ء میں بنایا گیا۔ یہ سراسر منقش پتھر کا بنا ہوا ہے۔ (ٹی۔ ایچ۔ سورلے، گزیٹیر سندھ، ص283-284)

22 ترخان کسی ایک فرد کا نام نہیں بلکہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ ایک خاندان کا لقب ہے جس میں کئی حکمران گزرے ہیں جن کے مقبرے ٹھٹھہ کے مکلی قبرستان میں موجود ہیں۔ مولانا نے واضح نہیں کیا کہ کس ترخان کا قبہ بطور خاص انہوں نے دیکھا۔ جو حکمران گزرے ان میں سے درج ذیل کے مقابر ٹھٹھہ میں موجود ہیں: "نواب مرزا عیسیٰ ترخان، مرزا طغرل بیگ، دیوان شرفہ خان، امیر خلیل خان، مرزا عیسیٰ ترخان (دوم)، جام نظام الدین" (ٹی۔ ایچ۔ سورلے، گزیٹئیر سندھ، ص 283-284)؛ ترخان کی وجہ تسمیہ کی تحقیق کے بعد دو آراء سامنے آئی ہیں: 1 اس خاندان کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے صاحبِ ترخان نامہ نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ امیر تیمور اپنے مصاحبین کے ساتھ شکار کے لیے نکلا، راستے میں بارش اور ہوا کا ایسا طوفان آیا کہ تیمور اور اس کے ساتھی بادو باراں میں راستہ بھول گئے۔ وہ راستے کی تلاش میں ادھر ادھر بھٹکتے ہوئے پھر رہے تھے کہ ان کا گزر جنگل کے رہنے والے ایک قبیلے پر ہوا۔ پہلے تو اس قبیلے کے لوگوں نے انہیں ڈاکو سمجھ کر مقابلے کی ٹھانی لیکن بعد میں انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا سب نے مل کر امیر تیمور سے معافی چاہی اور پھر مہمانداری کا حق بجالائے۔ امیر تیمور نے اس قبیلے کو "ترخان" کا لقب دیا جس کے معنی بہادر اور مطلق العنان کے ہیں۔ 2 دوسری روایت کے مطابق چونکہ ان کے آباء لکڑی سازی کا کام کرتے تھے اس لیے ترخان کہلائے۔ (کامران اعظم سوہدروی، تاریخ سندھ، city book printer، کراچی، 2012ء، ص 81)

23 جانی بیگ ٹھٹھہ کا آخری خود مختار فرمانروا تھا۔ اس نے شہنشاہ اکبر کے جرنیل کا بہت مردانہ وار مقابلہ کیا جو سندھ پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا لیکن وہ ناکام رہا بعد میں اس نے اطاعت قبول کر لی لہٰذا اسے بطور صوبیدار ٹھٹھہ بحال کر دیا گیا۔ وہ 1599ء میں فوت ہوا اور اس کے بعد اس کا بیٹا غازی بیگ اس کا جانشین بنا اور صوبہ قندھار کا صوبیدار بھی مقرر کیا گیا۔ وہ 1611-1612ء میں قتل ہوا اور باپ اور بیٹے دونوں کی میتیں اس مقبرے میں 1613ء میں دفن کی گئیں۔ یہ ایک اونچی کرسی کے احاطہ میں ایستادہ ہے اور دوسری خود ایک گنبد چھت کا مثمن ہے۔ کرسی پتھر کی ہے لیکن اوپر کی عمارت صیقل شدہ نیلی اینٹوں کی ہے تاہم ہر تیسری قطار بے روغن بھوری اینٹوں کی ہے۔ یہ دھاری دار نمونہ عجیب و غریب ہے اور کہیں اور نظر نہیں آتا، پتھر کے کام میں بعض خوبصورت نقاشی کے نمونے اور کتبے ہیں۔ اندر تین

کہا کہ برساتی پانی جمع ہو جاتا ہے اور گرمیوں میں نچلے کنویں میں پانی رہتا ہے۔ ٹھٹھہ میں تالابوں کے اندر برساتی پانی جمع کر لیا جاتا ہے اسی کو پیتے ہیں اور کنواں بھی برسات میں نکل آتا ہے۔ بہر حال میرا خیال ہے ہمارے کراچی کے مفصلات میں توطن مہاجرین کے لیے سہولت بخش ہو سکتا ہے۔ حیدر آباد سندھ کی آب و ہوا کی لوگ تعریف کرتے ہیں وہاں مولانا منتخب الحق صاحب میرے دوست ہیں اور علمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہاں کے مدرسہ کے صدر بھی ہیں، محی الدین سلمہ [24] سے ملاقات کا ذکر کرتے تھے۔ میرے نزدیک مشرقی بنگال سے سندھ کی طرف ہجرت مختلف وجوہ سے بہتر ہے۔ حکیم

مقبرے ہیں، دو مرمر کے اور ایک پتھر کا۔ یہ پہلی پر شکوہ عمارت ہے جو ضلعی بنگلہ کے قریب کی ڈھلان کے اوپر ہے۔ (ئی۔ ایچ۔ سورلے، گزیٹئیر سندھ، ص 283-284) اعجاز الحق قدوسی نے مقبرہ جانی بیگ کا تذکرہ یوں کیا ہے: میرزا جانی بیگ کا مقبرہ آج بھی قبرستان مکلی ٹھٹھہ میں موجود ہے جو اس دور کی نقاشی اور صنعت گری کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ ایک چہار دیواری کے وسط میں یہ مقبرہ ہشت پہلو بنا ہوا ہے۔ اس مقبرے میں چار قبریں ہیں اور ان پر کوئی کتبہ نہیں۔ دو قبروں کا سنگ مزار سنگِ مرمر کا ہے، گمان ہے کہ پہلی قبر مرزا غازی بیگ کی اور دوسری مرزا جانی بیگ کی اور مرزا شاہ رخ برادر مرزا جانی بیگ کی ہے۔ مقبرے کے احاطے کی مغربی دیوار پر جس میں محراب ہے یہ آیت اور عبارت ایک سطر میں مرقوم ہے: فنادتہ الملئکۃ وھو قائم یصلی فی المحراب تاریخ میرزا جانی بیست و ھفتم ماہ رجب 1009ھ۔ (کامران اعظم سوہدروی، تاریخ سندھ، ص 81؛ ڈاکٹر محمد اقبال بھٹہ، سندھ کے آثارِ قدیمہ، علم و عرفان پبلشرز، [illegible] اردو بازار، لاہور، 2011ء، ص 90؛ سید حسام الدین راشدی، مکلی نامہ، سندی ادبی بورڈ، حیدر آباد [illegible] پاکستان، 1967ء، ص 519-563، [illegible]

[24] [illegible] یانی سے بیٹے

نصیر الدین جو مولانا معین الدین اجمیریؒ[25] کے بھتیجے ہیں خاکسار سے غیر معمولی تعلق رکھتے ہیں۔ خدیجہ بلڈنگ فیریر روڈ پر ان کا مکان ہے ان کا شدید اصرار ہے کہ میں کراچی اور سندھ چلا آؤں اور بھی لوگوں کا اصرار بہت ہوا۔ تقریر کا موقع نہ ملا۔ مختلف مصالح کی بناء پر خود خاکسار نے اور دوسروں نے اس کو مناسب خیال نہ کیا۔ بہر حال آب و ہوا اور باشندوں کے لحاظ سے سندھ ہی کو تمام دوسرے پاکستانی علاقوں پر ترجیح دی جاسکتی ہے اور ملیر بھی ٹھٹھہ کے راستے میں ملا یہ دراصل ایک ندی کا نام ہے۔ آبادی اسی کی طرف منسوب ہے بڑا سرسبز و شاداب حصہ کراچی کے مفصلات میں سے ہے۔ منوڑا کے جزیرے میں بھی دخانی کشتی پر ایک دن گیا۔ ملیر کی مسجد میں مغرب کی نماز پڑھی۔ منوڑے میں بھی مغرب ہی کی نماز پڑھی۔ شافعی المذہب امام تھے کوکن والوں کی مسجد کہلاتی ہے۔ گھارو کی مسجد میں عصر کی نماز اور ظہر کی ٹھٹھہ میں ادا کی۔

---

25 معین الدین بن عبد الرحمنؒ اجمیری 26/25 صفر 1299ھ پیدا ہوئے۔ مولانا برکات احمد ٹونکیؒ سے علم کی تحصیل کی، طویل مدت ان کی خدمت میں رہے۔ دو برس مدرسہ نعمانیہ لاہور میں پڑھاتے رہے پھر اجمیر میں 1326ھ تک ادارہ چلاتے رہے۔ 1327ھ میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی جس کا نام "معین الحق" رکھا۔ خود اس میں تدریس کے فرائض سر انجام دیتے رہے۔ 15 سال اس مدرسہ میں تدریس کی پھر اختلافات کے باعث علیحدگی اختیار کی۔ 1338ھ میں ایک اور مدرسہ کی بنیاد رکھی جس کا نام جس کا نام "دار العلوم حنفیہ صوفیہ" رکھا۔ 12 برس اس میں تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری رکھا۔ 1359ھ عاشورہ کے دن اجمیر میں وفات پائی اور مقبرہ میں شیخ معین اجمیری کے بغل میں مدفون ہوئے اور ۔۔۔ میں جمعیۃ العلماء کے جلسہ کے امیر رہے۔ خلافت کے مسند میں برابر کے شریک رہے دو سال تک قید کاٹی۔ (سید عبدالحئی الحسنی، نزہۃ الخواطر، (مولانا انوار الحق قاسمی: مترجم، مولانا ابوالحسن علی ندوی: تکمیل)، ج 8، ص 602-603، دار الاشاعت، کراچی، 2004ء)

سندھ کے امتیازی امور

پانکڑ کے درختوں کی کثرت ہے۔ برگد اور پیپل کے درخت کم نظر آتے ہیں۔ شہر میں زیادہ تر سڑکوں کے کنارے اور ہر جگہ پانکڑ ہی پانکڑ بھرے ہوئے تھے مگر کسی کی توجہ اس طرف نہ ہوئی۔ فقیر کے کہنے پر لوگ اس طرف متوجہ ہوئے۔ فالسہ کے پھل نسبتاً بہت بڑے بڑے نظر آئے۔ ٹھٹھہ کے راستے میں جہاں تک نظر جاتی تھی پیلو کی سر سبز جھاڑیاں مئی کے مہینے میں ہری بھری نظر آتی ہیں۔ نیم کے درختوں کی بھی کثرت ہے۔ عموماً زرد رنگ مٹی کا بھی ہے اور پتھر کا رنگ بھی زرد یا زردی مائل ہے۔ بعض عمارتیں ان ہی پتھروں سے بڑی خوبصورت بنی ہوئی ہیں۔ سندھ میں گدھے بڑے مضبوط بہت قد آور ہوتے ہیں۔

اونٹوں کی کثرت ہے، بیل گاڑی کی جگہ سارے ملک میں اونٹ کی گاڑیاں بار برداری کا کام انجام دیتی ہیں۔ ان میں چار پہیے ربڑ کے لگے ہوئے ہیں اور زمین سے دو تین ہاتھ اوپر ایک سپاٹ تختہ ان پہیوں پر چڑھا رہتا ہے۔ میدانوں میں پیلو کے درخت کے آس پاس چرتے ہوئے اونٹ بھی نظر آئے، ان کو دیکھ کر عرب قدیم یاد آتا ہے۔

ایک دن سندھ اسمبلی کو بھی دیکھا۔ عمارت کافی شاندار ہے۔ اردو میں بھی تقریریں بعض لوگوں نے کی۔ مولانا عثمانی کی تقریر بھی ہوئی۔ اسمبلی کی اندرونی عمارت پر لکڑی کا رنگ ہے۔ دہلی کے ایک بڑے تاجر نے حلوہ سوہن کی دکان کھولی تھی۔ مولانا عثمانی سے افتتاح کروایا تھا، خاکسار بھی ساتھ گیا تھا۔ ڈاکٹر انور اقبال قریشی نے دعوت اپنی کوٹھی میں کی تھی اور برادرم معین سلمہ اسی گھر کے احاطہ میں رہتے ہیں وہاں بھی ناشتہ کو گیا تھا۔ حکیم نور الدین صاحب کے دو اور دوستوں نے دو دفعہ دعوت کی۔ مولانا احمد

رضا جو حاجی محمد موسیٰ صاحب کے بنگلہ میں ہمارے ساتھ تھے، بڑے شریف آدمی ہیں حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ کے داماد ہیں۔[26] خاکسار پر ان کی عنایتیں قدیم ہیں۔ مولوی بدر عالم[27] سے بھی ملاقات ہوئی۔ ظفر انصاری صاحب ایم اے ایل ایل بی جو دراصل ہمارے بلانے کے محرک تھے بڑے اچھے دوست نکلے۔ مولوی احتشام الحق صاحب جیکب لائن مسجد کے امام ہیں اور مولانا اشرف علی صاحب کے بھانجے ہیں۔ ہر جمعہ میں وعظ خطبہ سے پہلے کہتے ہیں ان ہی کے کوچے میں کمیٹی کے جلسے زیادہ دن تک ہوتے رہے۔ کوئی بڑی مسجد کراچی میں نظر نہ آئی۔ میمن کی مسجد میں مولوی عبدالعلیم

---

[26] جنوری 1907ء بجنور میں پیدا ہوئے۔ 1923ء تا 1926ء دارالعلوم دیوبند میں رہے۔ 1929ء میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی وجہ سے ڈابھیل (گجرات) منتقل ہو گئے اور 1945ء تک مجلس علمی ڈابھیل سے تعلق رہا۔ علامہ کشمیری کے درسی افاداتِ بخاری شریف کی جمع و ترتیب اور انوار الباری کے نام سے اشاعت آپ کی کوششوں کا ثمرہ ہے۔ 1947ء میں آپ کا نکاح علامہ کشمیری کی چھوٹی صاحبزادی سے ہوا۔

[27] 1898ھ (1316ء) میں میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ 1336ھ مظاہر العلوم سہارنپور سے سند فراغت حاصل کی اور وہیں تدریس کا آغاز فرمایا۔ لیکن کچھ ہی عرصہ بعد استعفیٰ دے کے دورہ حدیث کے لیے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ 1340ھ میں دارالعلوم دیوبند میں مدرس کی حیثیت سے تقرر ہوا۔ 1346ھ میں جب علامہ انور شاہ کشمیریؒ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل تشریف لے گئے تو آپ بھی اپنے شیخ کے ساتھ ڈابھیل آگئے۔ پاکستان بننے کے بعد دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار سندھ میں تدریس فرماتے رہے۔ 1372ھ (1953ء) مدینہ منورہ ہجرت فرما گئے۔ ۳ رجب 1385ھ (29 اکتوبر 1965ء) کو وفات پائی۔ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ ترجمان السنۃ کے نام سے چار جلدوں میں منتخب احادیث کی اردو شرح تحریر فرمائی جو کہ معروف ہے۔

صدیقی [28] ٹھہرے ہوئے ہیں وہیں حامد صاحب بدایونی [29] سے ملاقات ہوئی۔ ایک دن ناشتہ کی دعوت مولوی مشتاق احمد صاحب ایجنٹ جنرل سرکلر عالی نے بھی کی مکان ان کا کلفٹن میں سمندر کے کنارے بڑی پُر فضا جگہ پر ہے وہیں پر ظفر اللہ خان کا دفترِ وزارتِ خارجہ ہے لیکن ملاقات نہ ہوئی۔ میں نے

---

28 3 اپریل 1892ء میروت، انڈیا میں پیدا ہوئے۔ مولانا احمد رضا خان بریلویؒ کے خلفاء میں سے تھے۔ دنیا کے چالیس ممالک میں دعوتی و دینی دورے کیے۔ 22 اگست 1954ء کو مدینہ منورہ میں انتقال ہوا اور جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ پاکستان کے معروف سیاسی و مذہبی رہنما مولانا شاہ احمد نورانیؒ مرحوم کے والد محترم ہیں۔

29 ممتاز عالم دین، بلند پایہ مقرر، والد کا نام حکیم محمد عبد القیوم تھا۔ والدہ سید بہاؤالدین دہلوی کی صاحبزادی تھیں۔ بدایوں میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے تحریک خلافت، تحریک پاکستان، تحریک شدھی، تحریک ختم نبوت، عالم اسلام کے اتحاد اور مسئلہ کشمیر کو عالم اسلام میں روشناس کرانے میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ انہیں مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، نواب محمد اسماعیل خان، نواب لیاقت علی خان، قائدِ اعظم، مولانا احمد رضا خان بریلویؒ وغیرہ کے ساتھ مل کر کام کرنے کا شرف حاصل ہے۔ 1945ء میں قائد ملت لیاقت علی خان کی ایماء پر حیدر آباد دکن گئے اور نواب میر عثمان علی خان تاجدار دکن سے ملے اور قائدِ اعظم محمد علی جناح کی ملاقات کے لیے راہ ہموار کی۔ 1946ء میں مکہ معظمہ پہنچ کر مسلمانانِ عالم کو تحریک پاکستان سے آگاہ کیا۔ پاکستان بننے کے بعد مولانا ابوالحسنات قادری کی وفات پر جمیعت العلمائے پاکستان کے صدر بنے۔ فالج کے حملے سے کراچی میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ مولانا ایک پر جوش اور شعلہ بیاں مقرر تھے۔ آواز میں ترنم تھا۔ تقریر مخصوص انداز میں جھوم جھوم کر اس انداز سے کرتے کہ سارے مجمعے پر چھا جاتے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں بائیس حج کیے۔ ان کی تصانیف میں "اسلام کا معاشی نظام اور سوشلزم کی مالی تقسیم، اسلام کا زراعتی نظام، تصحیح العقائد، عباداتِ اسلامی، کتاب و سنت غیروں کی نظر میں، تاثراتِ روس، دورہ آزاد کشمیر، حرمت سود، عائلی قوانین، الجواب المشکور فی اسلہ القبور" مشہور ہیں۔ (سلیم شیخ، انسائیکلوپیڈیا تحریک پاکستان، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، 1999ء، ص 650)

ولاۃ سے خود ملاقات کرنی نہ چاہی۔ حلیم صاحب[30] وائس چانسلر سے بھی ان کی طلبی پر ملاقات ہوئی دینیاتِ لازم اور شعبۂ دینیات کے مکمل نصاب میں خاکسار اور ڈاکٹر حمید اللہ کے مشورے کو انہوں نے پسند فرمایا ہے۔ کراچی کی آب وہوا تو میرے نزدیک اچھی ہے۔ جزیرہ منوڑہ میں شام کے وقت سمندری ٹھاٹھیں بڑی پر شوکت اور پر شور تھیں۔ سواری عموماً فٹن کی ملتی ہے۔ رکشے کم ہیں۔ ٹرام وے کا کرایہ بہت ہی ارزاں ہے۔ نجم الہدیٰ سلمہ سے پتہ چلا کہ گائے کا گوشت کراچی میں بہت ہی عمدہ ملتا ہے۔ بکرے کے جیسا معلوم ہوتا ہے۔ گھارو کے ہوٹل میں چائے ہم لوگوں نے جو پی تو اس کا دودھ خالص اور بہت لذیذ تھا۔ دنبے بھی کراچی میں بکثرت نظر آتے ہیں۔ میں نے ہوٹل میں خود صرف ایک دن فروٹ کریم کے ساتھ مولانا احمد رضا کے ساتھ کھایا تھا، بہار والوں کی کالونی کراچی میں دو جگہ پر ہے ایک کو دور سے دیکھا اور مسّان روڈ والی کالونی میں حاضر ہوا۔ راستہ میں چمڑے کا بازار بہت گندہ ملا۔ جس زمین پر مکانات لوگوں نے بنائے ہیں کافی مرطوب ہے دو ہاتھ پر نمکین پانی نکل آتا ہے۔ زمین پر نمک بکھرا ہوا تھا مولانا شبیر احمد صاحب سے معلوم ہوا کہ بہار والوں کے لیے ایک مستقل جگہ دی گئی ہے جو ندی کے کنارے واقع ہے اور بہت اچھی ہے لیکن بہار والوں نے جلدی کی اور مسّان روڈ میں آباد ہو گئے۔ میکاؤلی والی پہاڑی پر آٹھ کوس تک قبرستان صرف اس شہر کا تھا اور آبادی پندرہ بیس لاکھ تھی

---

[30] ابو بکر احمد حلیمؒ 1897ء میں ارکی، بہار میں پیدا ہوئے۔ پٹنہ یونیورسٹی، انڈیا اور یونیورسٹی آف آکسفورڈ، انگلینڈ سے تعلیم حاصل کی۔ 1921ء میں وطن واپس آئے اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں اپنے تدریسی سفر کا آغاز کیا۔ 1923ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبہ تاریخ وسیاسیات میں پروفیسر کی حیثیت سے تعینات ہوئے۔ تقسیم کے بعد 1947ء سے 1951ء تک سندھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر رہے۔ اس کے بعد نئی بننے والی کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر کی حیثیت سے چھ سال خدمات سرانجام دیں۔ 20 اپریل 1975ء کو کراچی میں انتقال ہوا۔

لیکن آج وہی ٹھٹھہ صرف ایک معمولی قصبہ کی شکل میں تھا بظاہر یہ شہر مقہور معلوم ہوتا ہے[31] اور مقہور آبادیوں میں رہنا مناسب نہیں اس کی طرف آج بخاری کی اس مشہور حدیث سے بھی اشارہ ملا یعنی حجر (مقامِ ثمود) سے جب رسول ﷺ کا گزر ہوا تو فرمایا لَاتَدْخُلُوا مَسَاكِنَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ أَنْ يُصِيبَكُمْ مَاأَصَابَهُمْ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ ثُمَّ قَنَعَ رَأْسَهُ وَأَسْرَعَ السَّيْرَ[32] جب دخول کا یہ حال ہے تو سکونت کا مسئلہ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔

---

31 ٹھٹھہ اٹھارہویں صدی کے وسط میں دو وجوہات کی بناء پر زوال پذیر ہونے لگا۔ ایک تو سندھ کے نالوں کے گاد آلود ہونے کی وجہ سے ٹھٹھہ کے لیے سمندر سے رابطہ اور رسائی روز بروز مشکل ہوتی گئی، دوسرا اٹھارہویں صدی کے اواخر میں برطانیہ میں صنعتی انقلاب کی وجہ سے لنکاشائر کے سوتی پارچہ جات مشرقی منڈیوں میں بھر گئے۔ اس سے پارچہ بافی کی صنعت کو بہت شدید نقصان پہنچا جو سولہویں اور سترہویں صدیوں میں منافع کا ایک زبردست ذریعہ تھی۔ جب سوتی مصنوعات نے سندھی کھڈیوں کے پارچہ جات کی جگہ لینا شروع کی اور ٹھٹھہ کی بڑی بڑی تجارتی تنظیمیں انہیں منڈی میں لانے لگیں تو شہر کی خوشحالی چند دن کی مہمان رہ گئی۔ اسے تین دفعہ لوٹا اور جلایا بھی گیا، پہلی دفعہ شاہ بیگ ارغون نے 1561ء میں دوسری دفعہ پرتگیز فوج نے 1555ء میں اور آخری دفعہ اس کے اپنے حکمران مرزا جانی بیگ نے، جب وہ 1591ء میں اکبری فوج کا مقابلہ کر رہا تھا تاہم یہ جنوبی سندھ کا بڑا شہر رہا ہے۔ (کامران اعظم سوہدروی، تاریخ سندھ، ص 81)

32 ترجمہ: ان لوگوں کے مساکن میں داخل نہ ہو جنہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا مگر اس حال میں کہ تم اللہ کے خوف سے آہ و بکا کر رہے ہو تاکہ تمہیں بھی وہ عذاب نہ گھیر لے جیسے عذاب نے ان کو پکڑا تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کو ڈھانپ لیا اور نکلنے میں جلدی فرمائی۔ (الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب نزول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحجر، حدیث نمبر 4419، ج 3، ص 129)، (ابو بکر البیھقی احمد بن حسین بن علی، شعب الایمان، مجلس دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن، طبع اول، حدیث نمبر 4542، ج 2، ص 451، 1344ھ)

نکتہ 16: لقاء الشیخ الاکبر بابن رشد ص 199 فتوحات، الباب الخامس عشر فی معرفۃ الانفاس[33]

---

[33] ولقد دخلت يوماً بقرطبة على قاضيها أبي الوليد بن رشد وكان يرغب في لقائي لما سمع وبلغه ما فتح الله به علي في خلوتي فكان يظهر التعجب مما سمع فبعثني والدي إليه في حاجة قصداً منه حتى يجتمع بي فإنه كان من أصدقائه وأنا صبي ما بقل وجهي ولا طر شاربي فعندما دخلت عليه قام من مكانه إليّ محبة وإعظاماً فعانقني وقال لي نعم قلت له نعم فزاد فرحه بي لفهمي عنه ثم إنيس استشعرت بما أفرحه من ذلك فقلت لله لا فانقبض وتغير لونه وشك فيما عنده وقال كيف وجدتم الأمر في الكشف والفيض الإلهيّ هل هو ما أعطاه لنا النظر قلت له نعم لا وبين نعم ولا تطير الأرواح من موادّها والأعناق من أجسادها فاصفرّ لونه وأخذه الأفكل وقعد يحوقل وعرف ما أشرت به إليه وهو عين هذه المسئلة التي ذكرها هذا القطب الإمام أعني مداوي الكلوم وطلب بعد ذلك من أبي الاجتماع بنا ليعرض ما عنده علينا هل هو يوافق أو يخالف فإنه كان من أرباب الفكر والنظر العقلي فشكر الله تعالى الذي كان في زمان رأى فيه من دخل خلوته جاهلاً وخرج مثل هذا الخروج من غير درس ولا بحث ولا مطالعة ولا قراءة وقال هذه حالة أثبتناها وما رأينا لها أرباباً فالحمد لله الذي أنا في زمان فيه واحد من أربابها الفاتحين مغالق أبوابها والحمد لله الذي خصني برؤيته ثم أردت الاجتماع به مرة ثانية فأقيم لي رحمه الله في الواقعة في صورة ضرب بيني وبينه فيها حجاب رقيق أنظر إليه منه ولا يبصرني ولا يعرف مكاني وقد شغل بنفسه عني فقلت إنه غير مراد لما نحن عليه فما اجتمعت به حتى درج وذلك سنة خمس وتسعين وخمسمائة بمدينة مراكش ونقل إلى قرطبة وبها قبره ولما جعل التابوت الذي فيه جسده على الدابة جعلت تواليفه تعادله من الجانب الآخر وأنا واقف ۔ (الفتوحات المكيه، باب الخامس عشر فی معرفة الانفاس ومعرفة اقطابها، ص 207)

میں ایک روز قرطبہ کے قاضی ابوالولید بن رشد کے ہاں گیا۔ وہ مجھ سے اس وقت سے ملاقات کی رغبت رکھتا تھا جب اس نے سنا اور اس تک وہ امر پہنچا جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھ پر خلوت میں کھولا تھا اور وہ میرے متعلق یہ باتیں سن کر اظہارِ تعجب کرتا تھا پس میرے والد صاحب نے ایک ضرورت کے لیئے مجھے ان کے پاس بھیجا اور مقصد یہ تھا کہ وہ مجھ سے ملیں کیونکہ وہ ان کے دوستوں سے تھے اور مجھے اس وقت داڑھی مونچھ نہ آئی تھی۔ جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ محبت و تعظیم سے اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے اور مجھ سے معانقہ کیا اور مجھے کہا! ہاں؟ میں نے کہا ہاں تو وہ زیادہ خوش ہوئے میں نے ان کی ہاں کا مطلب سمجھ لیا تھا۔ پھر ان کی خوشی کا باعث بوجھتے ہوئے میں نے کہا نہیں پس انہیں انقباض لاحق ہو

نکتہ 17: وَلَقَدْ قُلْتُ یَوماً

ہیں وہ مردہ جو آج جیتے ہیں

گیا اور ان کا رنگ متغیر ہو گیا۔ ان کے نزدیک کوئی امر واقع ہو چکا تھا اور انہوں نے مجھے کہا کہ تم نے کشفِ الٰہی اور فیضِ الٰہی میں یہ امر کیسا پایا؟ کیا یہ وہی ہے جو ہمیں نظر عطا کرتی ہے۔ میں نے انہیں کہا ہاں! نہیں اور ہاں اور نہیں کے درمیان ارواح اپنے مواد سے اور گردنیں اپنے اجسام سے پرواز کر جاتی ہیں ان کا رنگ زرد ہو گیا اور وہ دل گرفتہ ہو کر بیٹھ گئے اور اسے جان گئے جس کی طرف میں نے اشارہ کیا اور وہ اس مسئلہ کی عین ہے جس کا ذکر اس قطب امام نے کیا ہے میری مراد مداوی الکلوم کا مسئلہ ہے۔ بعد ازاں میرے والد صاحب سے انہوں نے ہمارے ساتھ ملاقات طلب کی تاکہ جو ان کے پاس ہے ہم پر پیش کریں کہ کیا وہ موافق ہے یا مخالف؟ کیونکہ وہ اربابِ فکر و نظرِ عقلی میں سے تھے تو انہوں نے اس بات پر اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ وہ اس زمانے میں ہیں جس میں انہوں نے اپنی خلوت میں جاہل کو داخل ہوتے اور بغیر درس و بحث اور مطالعہ و پڑھائی کے اس خروج کی مثل نکلتے دیکھا اور کہا! ہم نے اس حالت کا اثبات کیا ہے اور اس کے ارباب کو نہیں دیکھا تھا۔ الحمدللہ کہ ہم اس زمانے میں ہیں کہ جس میں ان بند دروازوں کے کھولنے والے ارباب میں سے ایک کو دیکھ رہے ہیں۔ خدا کا شکر ہے جس نے مجھے اس رؤیت سے مخصوص فرمایا۔ پھر میں نے دوسری بار ان سے ملاقات کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے ایک واقعہ میں میرے لیے انہیں یوں قائم کیا کہ میرے اور ان کے درمیان باریک پردہ تھا جس میں سے میں ان کی طرف دیکھ رہا تھا اور وہ مجھے نہیں دیکھ سکتے تھے اور نہ ہی انہیں میرے مکان کا علم تھا۔ وہ مجھے جانے بغیر اپنی ذات کے ساتھ مشغول تھے۔ میں نے کہا وہ اس مراد پر نہیں جس پر ہم ہیں۔ بعد ازاں ہماری ان سے ملاقات نہیں ہو سکی یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کی وفات 595ھ میں مراکش شہر میں ہوئی جہاں سے انہیں قرطبہ منتقل کیا گیا۔ جب ان کا تابوت، جس میں ان کا جسم تھا سواری پر رکھا گیا تو اس کے وزن کو برابر کرنے کے لیے دوسری طرف ان کی تالیفات کو رکھ دیا گیا۔ میت کی روانگی کے وقت میں کھڑا تھا۔ (فتوحاتِ مکیہ، مترجم: علامہ صائم چشتی، [illegible] تاجران کتب، فیصل آباد، 1412ھ، ج3، ص47-48)

وَلَقداَنشَدتُ یَوماً

وہی جیتے جو مر گئے ورنہ ہیں وہ مردہ جو آج جیتے ہیں
اک گریبان رہ گیا ہے بس پھاڑتے ہیں اسی کو سیتے ہیں
سن کہ کیا کیجئے حالِ فقیر[34]
ہے غنیمت یہی کہ جیتے ہیں[35]

نکتہ 18: الفاجعہ

میرے چھوٹے بھائی برادرم مظہر احسن گیلانی سلمہ تعالیٰ استاد معاشیات جامعہ عثمانیہ کا بچہ جنوری 1948ء میں پیدا ہوا اس کا نام طارق رکھا گیا۔ کل بروز جمعہ 22 رمضان المبارک 1367ھ تقریباً نو بجے اس ثمرۃ الفواد نے اپنے فراق کا شدید صدمہ اس بوڑھے چچا کو پہنچایا۔ جنوری سے جولائی سات مہینے اس کی عمر ہوئی۔ موجودہ حالت، سفر میں وہی ایک دلچسپی کا سامان تھا معمولی سی بیماری میں اچانک چھوڑ کر چلا گیا۔ الحمدللہ کہ اس کے والدین صابر ہیں اور خدا سے امید ہے کہ "بیت الحمد" میں اس بچے سے ان شاءاللہ ان لوگوں کی ملاقات ہو گی۔ صادق و مصدوق ﷺ کی طرف سے یہ حدیث مشہور کی گئی تھی

34 مولانا نے اس مصرعہ کی جگہ یہ بھی لکھا ہے "کیا کروں عرضِ حال"

35 مولانا گیلانیؒ کے اشعار ہیں۔ مولانا کل وقتی شاعر نہیں تھے بلکہ جو ارتجالاً سرزد ہوا وہی ان کا شعری سرمایہ ہے۔ مدارس قدیمہ میں علم العروض پڑھایا جاتا تھا اس لیے علمی لحاظ سے تو مولانا اوزان و بحور سے واقف تھے لیکن اکثر اشعار ایسے ہیں جن کی حیثیت شعر سے زیادہ سعیِ شعر کی ہے۔

قیاس کردن وتدبیر عقل دررہ عشق — چو شبنمے ست کہ در بحر میکشد رقمے

سزائے قدر تو شاہا بدست حافظ چیست — بجز نیاز شبے یا دعائے صبح دمے۔[38]

کو حریفے کہ شب وروز مئے صاف کشد — بود آیا کہ کند یاد زدرد آشامے[39]

نکتہ 20: ازما حذر کنید کہ مادل شکستہ ایم — خاکستریم وبر سر آتش نشستہ ایم[40]

نکتہ 21: کچھ نہ چاہوں تو ہو نہیں سکتا — مدعی اس کا لغو ہے بکتا

چاہتا ہوں وہی جو تو چاہے — ہے یہی اک نجات کا رستہ[41]

نکتہ 22: **حقوق العباد**

معاف نہیں ہو سکتے ایک عام مشہور بات ہے لیکن اس کی کوئی دلیل واضح اب تک نہیں ملی۔البتہ بخاری کی روایت أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ مَظْلِمَةٌ لِأَخِيهِ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهَا فَإِنَّهُ

---

38 ترجمہ: عشق کے راستے میں قیاس آرائی وعقل کی تدبیر اس شبنم کی طرح سے جو سمندر پر نشان بنائے۔اے بادشاہ تیرے مرتبہ کے مناسب حافظ کے پاس کیا ہے؟ سوائے رات کی عاجزی اور صبح کے وقت کی دعا (دیوانِ حافظ، مترجم: مولانا قاضی سجاد حسین، پروگریسو بکس لاہور، ص404)

39 وہ دوست کہاں ہے کہ جو دن رات شراب پیتا ہے کیا ایسا ہو گا کہ تلچھٹ پینے والے کو یاد کرے۔

40 اکثر جگہ یہ مصرعہ اس طرح لکھا ملا ہے: ابرو بہ مامتاب کہ مادل شکستہ ایم (یہ نہ معلوم ہو سکا کہ یہ شعر کس کا ہے) ترجمہ: ہم پہ ابرو نہ تان کہ ہم ٹوٹے ہوئے دل والے ہیں ہم خاک آلود ہیں اور سر پر آگ لیے بیٹھے ہیں۔از ماحذر کنید کہ ما دل شکستہ ایم کا ترجمہ یوں ہو گا کہ ہم سے ڈرا رہ کہ ہم ٹوٹے ہوئے دل والے لوگ ہیں۔

41 مولانا گیلانی کے اشعار ہیں

لَيسَ ثَمَّ دِينارٌ وَلَا دِرْهَمٌ مِنْ قَبلِ أَنْ يُؤخَذَ لِأَخِيهِ مِنْ حَسَنَاتِهِ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَخِيهِ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ[42]

شاید اسی قسم کی روایتوں سے لوگوں میں یہ خیال پھیلا ہے۔ ولکن لقائل ان یقول ھذا اذا لم یعفیٰ و یغفر لہ فھذا طریق المجازاۃ و اما امر العفو و الغفران فھو امر اخر[43]

نکتہ 23: یَصلیٰ وَ یَصْلِی[44] دونوں قسم کے الفاظ جہنم میں داخل ہونے والوں سے متعلق قرآن کریم میں ملتے ہیں۔ میرا خیال ہے صلی بالثلاثی شدتِ تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔

---

42 ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کسی کے سر اپنے بھائی پر ظلم کا بوجھ ہو تو وہ اس سے معاف کروالے اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جب نہ دینار ہوں گے اور نہ درہم اور اس سے اس کے بھائی کے لیے (ظلم کے بدلے کے طور پر) اس کی نیکیاں لے لی جائیں گی اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوئیں تو اس کے بھائی کی برائیاں لے کر اس کے سر ڈالی دی جائیں گی۔ (البخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار الکتب العلمیہ، بیروت، کتاب الرقاق، باب القصاص یوم القیامۃ، حدیث نمبر 6534، ج4، ص217، 1423ھ/2002ء)

43 کہنے والا کہہ سکتا کہ جو معاف نہ ہونے اور بخشش نہ ملنے کی بات ہے تو انصاف اور برابری کے سلسلے کی ہے کہ مکافات اور بدلہ ملے گا لیکن سرے سے معاف ہی نہ ہونا یہ بالکل علیحدہ بات ہے۔

44 قرآن حکیم میں صَلِی یَصلیٰ، باب سمع یسمع سے ثلاثی مجرد کا استعمال متعدد جگہ ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے تَصْلَى نَاراً حَامِيَةً (الغاشیہ:4) اس طرح ارشاد ہے: إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْماً إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَاراً وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيراً (النساء:10) ارشاد ہے: سَيَصْلَى نَاراً ذَاتَ لَهَبٍ (اللھب:3) (یہ باب ضرب یضرب سے صَلی یَصلِی بھی ہوتا ہے لیکن قرآن میں اس کا استعمال شاید نہیں ہے) اَصلی یُصلِي اصلاء ثلاثی مزید فیہ باب افعال سے بھی قرآن میں متعدد جگہ استعمال ہوا ہے ارشاد ربانی ہے فَسَوْفَ نُصْلِيهِ نَاراً (النساء:30) اسی طرح

کانہ ینجذب الی النار کما ینجذِب الحدید الی المقناطیس[45]

وفی البخاری ان النبي قَالَ فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَأَحَدُهُمْ أَهْدَى بِمَنْزِلِهِ فِي الْجَنَّةِ مِنْهُ بِمَنْزِلِهِ كَانَ فِي الدُّنْيَا۔[46]

ارشاد ہے سَأُصْلِيهِ سَقَرَ (المدثر:26) تیسرا استعمال باب تفعیل سے ہے صلی یصلّی سے تصلیہ ارشاد ہے تَصْلِيَةُ جَحِيمٍ (الواقعہ:94)

45 گویا آگ کی طرف اس طرح کھنچے چلے جائیں گے جس طرح مقناطیس کی طرف لوہا کھنچا چلا جاتا ہے۔

46 أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْلُصُ الْمُؤْمِنُونَ مِنَ النَّارِ فَيُحْبَسُونَ عَلَى قَنْطَرَةٍ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَيُقَصُّ لِبَعْضِهِمْ مِنْ بَعْضٍ مَظَالِمُ كَانَتْ بَيْنَهُمْ فِي الدُّنْيَا حَتَّى إِذَا هُذِّبُوا وَنُقُّوا أُذِنَ لَهُمْ فِي دُخُولِ الْجَنَّةِ فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَأَحَدُهُمْ أَهْدَى بِمَنْزِلِهِ فِي الْجَنَّةِ مِنْهُ بِمَنْزِلِهِ كَانَ فِي الدُّنْيَا۔

حضرت ابو سعید الخدریؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کچھ اہل ایمان کو آگ سے نکالا جائے گا تو انہیں جنت اور جہنم کے درمیان ایک جگہ پر روک لیا جائے گا اور ان کے مابین جو ظلم و زیادتی ہوئی تھی اس کا بدلہ دیا جائے گا یہاں تک کہ وہ پاک و صاف ہو جائیں گے تو ان کو جنت میں داخلے کی اجازت دی جائے گی اس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے ان میں سے ہر ایک جنت میں اپنے گھر کے راستے (اور گھر کو) اس سے زیادہ جانتا ہو گا جیسا وہ دنیا میں اپنے گھر کو جانتا تھا۔ (البخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار الکتب العلمیہ، بیروت، کتاب الرقاق، باب القصاص یوم القیامۃ، حدیث نمبر 6535، ج4، ص217، 1423ھ/2002ء)

اسی سے لَا یَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَى[47] کی تفسیر ممکن ہے جو إِلَّا الْأَشْقَى اور كَذَّبَ وَتَوَلَّى[48] نہ ہونے کے باوجود جہنم میں جائیں گے تو ان کا اصلاء ہو گا نہ کہ صلیٰ گویا جیسے جنت کو جنتی پہچانیں گے

اسی طرح عمرۃ النار اپنے ناری منازل کی طرف گھس پڑیں گے۔[49]

نکتہ 24: بسم اللہ الرحمن الرحیم

وماتوفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب[50]

توحید النصاب فی الجوامع والکلیات بلزوم القرآن وشیئاً من الحدیث وزلفاً من الفقہ[51]

---

[47] اللیل:15

[48] اللیل:16

[49] قرآن کی آیات کے معنی یہ ہیں جہنم میں صرف ان لوگوں کا اصلاء و دخول ہو گا جو شقی ہیں اور تکذیب کی روش اختیار کرتے ہیں۔ اہلِ ایمان نہ تو شقی ہوتے ہیں اور نہ ہی تکذیب ان کا شعار ہوتا تو پھر اہلِ ایمان کیوں جہنم میں جائیں گے؟ مولانا اس آیت کی شرح یہ کر رہے ہیں کہ اہلِ ایمان کو سزائے جہنم نہیں ہو گی بلکہ وہ اپنی پاکیزگی کے لیے خود ہی آگ میں داخل ہو جائیں گے۔ گویا ان کا جہنم میں جانا ایک طرح کا اپنی رضا سے ہو گا۔ ان کو آگ کے ذریعے عذاب کی بجائے تزکیہ و تصفیہ کی دولت ملے گی جس طرح سونے کو گرم کر کے صاف کیا جاتا ہے اور تپش اس کے جمال و حسن کو نکھار عطا کر دیتی ہے۔

[50] اور مجھے اللہ ہی کی توفیق حاصل ہے۔ اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں (ھود:88)۔ چونکہ آگے مولانا نے اپنے مستقبل کے منصوبوں کا ذکر کیا ہے اس لیے یہ آیت تحریر فرمائی۔

[51] جامعات اور کلیات کے نصابات میں قرآن کا لازمی حصہ اور حدیث اور فقہ سے کچھ حصہ شامل کر کے نصابات کو ایک اکائی میں پرونا۔

تاييد الادارات الاقاميه في ماوراء الحدود[52]

تأسيس المطبع الذي يسد مسد دائرة المعارف[53]

دعوة الدين للذين هم عنه غافلون[54]

احياء الامانات في قلوب المؤمنين[55]

ازالة الفتنة حتى لايكون اَحَدٌ لِاحَدٍ فتنة[56]

آئینی زندگی پر اللہ کی نگرانی ویکون الدین للہ[57]

اغاثة اللهفان[58]

---

52 شہر کی حدود سے باہر اقامتی تعلیمی اداروں سے تعاون۔

53 ایسے مطبع کا قیام جو دائرۃ المعارف کی جگہ لے اور اس کا متبادل بنے (دائرۃ المعارف سے مراد حیدر آباد کی جامعہ عثمانیہ کا ادارہ دائرۃ المعارف ہے)۔

54 دین سے غافل لوگوں کو دعوتِ دین دینا۔

55 اہلِ ایمان کے دلوں میں امانت و دیانت کی اہمیت کو اجاگر کرنا۔

56 فتنے کا خاتمہ تاکہ کوئی شخص کسی دوسرے کے لیے فتنہ نہ بن سکے۔

57 مراد یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ کا حقیقی نفاذ ہو اور قانونی معاملات اسی کی روشنی میں طے ہوں۔

58 غرباء اور مساکین کی مدد کا باقاعدہ نظام بنانا۔

اصلاح النصاب الدینی حتی یمکن ان یستفید منه القدماء والمتنورورن فالدین عنصر لا محیص عنه وهو الکتاب والسنة والفقه۔ ثم یکون الخیار فی الالسنة الدینیة والعلمیة وفن من الفنون الجدیدة ومن شاء فله ان یقراء العقلیات العقلیة۔[59]

دینی علوم کو باقی رکھتے ہوئے عقلی تمرین کے لیے دونوں راہیں کھلی رکھی جائیں گی۔ جو چاہیں قدیم نظامی عقلی عقلیات[60] پڑھیں اور جس کا جی چاہے حسبِ ذیل مضامین کا انتخاب کرے یعنی قدیم مذہبی زبانوں (سنسکرت وعبری[61] وغیرہ میں سے کوئی ایک)

جدید علمی زبانوں (انگریزی، فرانسیسی، جرمن، روسی) سے کوئی ایک۔ ان دونوں قدیم زبانوں کا لینا ضروری ہوگا اس کے بعد اختیار ہوگا کہ عقلی تمرین کے لیے فنونِ جدیدہ (معاشیات، عمرانیات، فلسفۂ جدیدہ، نفسیات وغیرہ) میں سے کسی علم کو اپنے لیے پسند کرے۔ ان علوم کی تعلیم اردو زبان میں دی جائے گی۔

---

59 دینی نصاب کی اس طرح اصلاح کہ اس سے قدیم اور جدید لوگ یکساں مستفید ہو سکیں۔ دین نصاب کا ایسا بنیادی عنصر ہو کہ اس کے بغیر چارہ نہ ہو یعنی کتاب، سنت اور فقہ کا ضروری حصہ شامل ہو پھر اس کے بعد اختیار ہو کہ مذہبی زبانوں اور جدید زبانوں میں سے کوئی منتخب کرے اور اسی طرح فنونِ جدیدہ میں سے جو چاہے اختیار کرلے اور جس کا دل چاہے وہ عقلی عقلیات پڑھ لے۔

60 عقلی عقلیات سے مراد قدیم فلسفہ یعنی یونانی فلسفہ کیونکہ جدید فلسفہ مادی فلسفہ ہے اور اس کا استدلالی نظام مادی وحسّی ہے۔

61 عبرانی (Hebrew)

پھر تقسیم میٹرک کے بعد ہو گی۔ میٹرک تک اردو، ہندی، انگریزی زبانوں کے ساتھ ذہنی وفنی چیزیں پڑھائی جائیں گی تاآنکہ وہ ایف۔اے میں مذکورہ بالا نصاب کو اختیار کر سکیں۔

نکتہ 25: بسم اللہ الرحمن الرحیم

انظر کتاب الروح لابن قیم ص 261

قال ابن قیم فی کتاب الروح وسبب هذا التصرف السيء أن صاحبه يعتقد قولا ثم يرد كلما دل علی خلافه بأي طريق اتفقت له فالأدلة المخالفة لما اعتقده عنده من باب الصائل لا يبالي بأي شيء دفعه ذکر فی تفسير الآية الشهيرة "ليس للانسان الا ما سعی" وقالت طائفة اللام بمعنی "علی" وقال قوم "الا ما سعی او سعی له"۔[62]

تفسیری اقوال کی عموماً یہی حالت ہے لیکن تعجب ہے کہ طریقِ سلف صالح اسی کو قرار دے دیا گیا ہے۔ حالانکہ خبرِ آحاد سے قرآن کی تخصیص امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک درست نہیں خواہ روایت صحت کے

---

[62] ترجمہ: اور اس غلط تصرف کی وجہ یہ ہے کہ اس کا حامل کسی قول کا اعتقاد رکھتا ہوتا ہے پھر وہ ہر اس دلیل کا، جو اس کی رائے کے خلاف ہوتی، رد کرتا ہے چاہے اس کو کوئی بھی طریقہ سوجھے اور کچھ بھی مخالف دلیل کے طور پر ہاتھ آئے۔ جب اس نے اس پر حملہ زنی کا ارادہ کر ہی لیا ہے تو پھر اسے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ کیا کچھ برباد ہوتا ہے۔ اس طرح مشہور آیت لیس للانسان الا ما سعی کی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ "لام" "علی" کے معنی میں ہے یعنی لیس علی الانسان الا ما سعی اور ایک گروہ کا کہنا ہے کہ الا ما سعی سے مراد ما سعی له ہے۔ (ما سعی له سے مراد یہ ہے کہ اس کے لیے جو کوشش کی جائے۔ یعنی انسان کے لیے جو کوئی دوسرا کچھ سعی کرے گا وہ اس کو ملے گا، یہ کسی غالی صوفی کی شرح لگتی ہے جو اس نے اپنے مرشد کو اپنے لیے دنیا و آخرت میں نافع ثابت کرنے کے لیے تحریف کی ہے) ابن القیم الجوزیہ، کتاب الروح، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1975ء، ص 126-127

کسی درجہ میں بھی ہو۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ عملی احکام میں تو اس اصول کو مانتے ہیں لیکن قرآن کی جن آیتوں سے علوم صحیحہ پیدا ہوتے ہیں ان کے لیے ہر قسم کی رطب و یابس روایتوں کے انبار سے استفادہ کو لوگوں نے جائز ٹھہرا رکھا ہے۔[63]

63 مولانا گیلانیؒ نے تفسیر قرآن سے متعلق اس عمومی اسلوب پر نقد کی ہے کہ تفسیر بالماثور اس تفسیر کو قرار دیا جاتا ہے جس میں ہر ایک آیت کے تحت اقوال متعددہ جمع کر دیئے جاتے ہیں۔ کیا سلف صالحین کا تفسیر کا یہی طریقہ تھا کہ وہ قرآن کی ایک آیت کے بیک وقت کئی کئی معانی بیان کرتے تھے؟ کیا پے در پے تفسیری اقوال کا ڈھیر لگا دینا ہی تفسیر بالماثور ہے؟ بعض اوقات ایک ہی آیت کے بارے ابنِ عباسؓ سے متضاد اقوال نقل کر دیئے جاتے ہیں مولانا کا استدلال یہ ہے کہ جب حدیثِ صحیح سے قرآن کی آیات کی "تخصیص" حنفیہ کے نزدیک درست نہیں تو رطب و یابس روایتوں سے "تفسیر" کیسے درست ہو گئی؟ حقیقت یہ ہے کہ اگر تفسیر بالماثور کی امہات الکتب میں سے صرف تفسیرِ طبری اور تفسیر ابنِ کثیر کا ہی جائزہ لیا جائے تو ایسی رطب و یابس روایات کا طومار نظر آتا ہے کہ عقل بو جھل ہو جاتی ہے۔ اگر بنظرِ غور دیکھا جائے تو تفاسیر کو بالماثور اور بالرائے میں تقسیم کرنا بھی اضافی و اعتباری ہی ہے ورنہ تفسیر بالماثور بھی تفسیر بالرائے ہی ہے۔ اس کی درج ذیل وجوہ ہیں:

- آیات کی تفسیر کے لیے روایات و آثار کے اخذ و قبول کے معیارات و اصول مفسر کے اجتہاد اور اس کی ترجیحی آراء پر مبنی ہوں گے۔
- کسی حدیث سے کسی آیت کی شرح و تبیین پر استدلال کرنا خود اجتہادی مسئلہ ہے۔ بہت کم روایات ہیں جو کہ براہِ راست فرمانِ نبوی ﷺ کی صراحت سے کسی آیت کی تفسیر میں منقول ہیں نیز اقوال حضرت ابن عباسؓ ہوں یا حضرت عکرمہؒ، عطاء بن ابی رباحؒ، سدیؒ وغیرھم کے اقوال ہوں یہ سب تفسیر کے باب میں اجتہادی آراء پر مبنی اقوال ہیں، اسی طرح کسی محدث کا کسی حدیث پر کوئی عنوان باندھنا یا اس حدیث کو کسی

باب کے تحت لانا محدث کے اجتہاد کے تحت ہوتا ہے نہ کہ فرمانِ نبوی ﷺ تمام کتب و مجموعہ ہائے احادیث فرامین نبویہ ﷺ کے ساتھ ساتھ محدثین کی اجتہادی کاوشوں کا مظہر ہیں۔

- متعدد روایات و آثار میں جمع و تطبیق یا ترجیح کی ضرورت جہاں پیش آئے گی وہاں مفسر کی رائے کے نتیجے میں کسی روایت یا اثر کو ترجیح حاصل ہو گی۔
- تفاسیر بالماثور میں آیات الاحکام کے تحت اختلافِ فقہاء کا نقل ہونا اور ہر مفسر کا اپنے فقہی مسلک کو مستدل کرنا خود معروف معنوں میں تفسیر بالرائے کی شکل ہے۔
- کیا تفسیر بالرائے محمود کے زمرہ میں شمار کی جانے والی کتب تفسیر میں حدیث سے عدم اعتناء ہوتا ہے؟ کیا ان تفاسیر میں کسی آیت کی نبوی تفسیر سے استشہاد سے گریز کیا جاتا ہے؟ ایسا ہر گز نہیں ہے۔ تو کون سا جوہری فرق ہے کہ امام رازیؒ کی تفسیر مفاتیح الغیب کو باوجود احادیث و روایات سے کثرتِ استشہاد کے تفسیر بالرائے کا نام دیا جائے اور تفسیر ابنِ کثیر میں اسرائیلیات اور رطب و یابس اقوال کے ہوتے ہوئے تفسیر بالماثور قرار دیا جائے؟ الماثور کے بالمقابل رائے کو رکھنا بہت سے مغالطوں کو جنم دیتا ہے۔ رائے قرآنی نصوص یا احادیث کے بالمقابل نہیں ہوتی بلکہ نصوص کی عدم موجودگی میں ہوتی ہے۔ حدیث معاذؓ میں نص کی عدم موجودگی کے نتیجے میں رائے کا ذکر ہے۔

امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں تفسیر بالرائے پر بہت عمدہ بحث کی ہے: فرماتے ہیں کہ بعض اہلِ علم نے اہل تصوف پر ظاہر کے مطابق تفسیر نہ کرنے پر بالرائے کی حدیثی وعید کا انطباق کیا ہے۔ ان سے سوال ہے کہ اگر ابن عباسؓ سے منقول تفسیر میں مذکور تاویل کے علاوہ تفسیر کرنا گمراہی ہے تو پھر فہم قرآن کا مطلب تو ابن عباسؓ کی مرویاتِ تفسیر کو زبانی یاد کرنے کا نام ہوا۔ حضرت علیؓ سے بندہ کو فہم قرآن کے عطا ہونے پر کلمات تحسین منقول ہیں کیا فہم قرآن سے مراد منقول ترجمہ ہے؟ لہٰذا تفسیر بالرائے کی ممانعت کی حدیث کا تعلق اپنے میلان طبع اور خواہش نفس کے مطابق آیات کی تفسیر کرنا ہے۔ اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ پہلے سے سوچی ہوئی بات کو قرآن کی آیت کا مدلول بنا ڈالنا ہے۔ تفسیر بالرائے کی دوسری جہت محض عربی زبان کی واقفیت کو کافی سمجھتے ہوئے قرآن سے استنباطات کی جرأت کرنا ہے۔ قرآن سے استنباط و

نکتہ 26 :

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گیلانی (بہار)

الخواطر والسوانح

23 مئی 1949 "نور" اور "روح" یہ دونوں قرآنی الفاظ خصوصیت کے ساتھ قابل توجہ ہیں۔ السمٰوٰت والارض کا نور "اللہ" ہے۔ ایک نور کا اطلاق اس پر کیا گیا ہے[64] دوسرا اطلاق نور کا جو ایمان

استخراج کے لیے اس کے حذف، اضمار، تکرار لفظی، تقدیم و تاخیر وغیر ھم سے کما حقہ آگاہی ضروری ہے۔ لہٰذا تفسیر بالرائے کی ممانعت کا مطلب یہ نکالنا کہ بس منقول تفسیر کو نقل در نقل آگے چلایا جائے تو یہ درج ذیل وجوہ سے باطل ہے۔

ا۔ اس کے لیے سب سے پہلے لازم ہے کہ قرآن کی ہر آیت کی تفسیر براہِ راست نبی اکرم ﷺ نے بالتصریح فرمائی ہو اور ایسا ہے نہیں۔ قرآن کے بہت معمولی حصہ کی تفسیر نبی ﷺ سے منقول ہے۔ اب اگر ابن مسعودؓ و ابن عباسؓ رائے سے تفسیر فرماتے ہیں تو اس کو بھی تفسیر بالرائے کہہ کر رد کرنا ہوگا۔

ب۔ صحابہ کرامؓ نے آیات کی تفسیر میں باہم اختلاف کیا ہے تو یہ محال ہے کہ یہ مختلف قول نبی ﷺ کے ہی ہوں اس کا مطلب یہی ہے کہ صحابہؓ تفسیر رائے سے فرماتے تھے۔

ج۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابن عباسؓ کے حق میں دعا فرمائی **"اللھم فقھہ فی الدین و علمہ التاویل"** اگر تاویل و تفسیر صرف منقول و مسموع ہی روایت کرنی ہوتی ہے تو دعا دینے کا کیا مقصد ہوا؟ اور پھر خاص ابن عباسؓ کو دعا دینے سے کیا حاصل؟

د۔ قرآن نے حکم دیا **لعلمہ الذین یستنبطونہ** اس آیت میں اہل علم کا استنباط کرنا ثابت ہے تو کیا استنباط تفسیر بالرائے کا نام ہے کہ منقول تفسیر کا؟ (احیاء العلوم الدین، باب الرابع فی فہم القرآن و تفسیر بالرائے، دار المعرفہ، ب ت، ج 1، ص 289)

[64] اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ (النور: 35)

کے بعد دیا جاتا ہے۔ یا ایھا الذین آمنو آمِنو باالله و رسله ویجعل لکم نوراً تمشون به ویغفر لکم[65] نور کا اطلاق اس چیز پر بھی کیا گیا جو پیغمبر کو دیا گیا فَآمِنوا بِاللهِ وَرَسولِهِ وَالنّورِ الَّذي أَنزَلنا[66] کہا نور کو مادہ کا قائم مقام اور روح کو اس سرچشمہ کی تعبیر قرار دی جائے جس میں ادراک واحساس وحیات کی ضمانت پوشیدہ ہے گویا النور والروح پر عالم کی بنیاد قائم ہے پھر النور بھی عطا ہوتا ہے اور الروح بھی۔ ایک روح وَنَفَختُ فيهِ مِن رُوحي[67] ہے۔ پھر ایک روح وایدہ بروح منه[68] پھر ایک روح أَوحَينا إِلَيكَ رُوحًا مِن أَمرِنا[69] النور دافع الظلم ہے۔ والظلمة هي العدم والخيل والوساوس[70]

---

65 مولانا گیلانی کو اشتباہ لاحق ہوا ہے اور انہوں نے دو آیتوں کو اکٹھا کر دیا ہے۔ یاأَيُّهَا الَّذينَ آمَنوا آمِنوا بِاللهِ وَرَسولِهِ وَالكِتابِ الَّذى نَزَّلَ عَلىٰ رَسولِهِ وَالكِتابِ الَّذى أَنزَلَ مِن قَبلُ یہ آیت سورۃ نساء کی آیت 137 ہے جبکہ جو آیت مولانا لکھنا چاہ رہے ہیں وہ سورۃ الحدید کی آیت نمبر 28 ہے۔ یاأَيُّهَا الَّذينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَآمِنوا بِرَسولِهِ يُؤتِكُم كِفلَينِ مِن رَحمَتِهِ وَيَجعَل لَكُم نورًا تَمشونَ بِهِ وَيَغفِر لَكُم وَاللهُ غَفورٌ رَحيمٌ (ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور ایمان لاؤ اس کے رسول پر وہ تمہیں اپنی دوہری رحمت سے سرفراز کرے گا اور تمہارے لیے نور پیدا کرے گا جس میں تم (سیدھی راہ پر) چل سکو گے اور تمہیں بخش دے گا)

66 ترجمہ: ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جو ہم نے نازل کیا (التغابن: 8)

67 ص: 72؛ الحجر: 29

68 یہ مولانا کا تسامح ہے۔ سورۃ المجادلہ کی آیت: 22 اس طرح ہے۔ وَأَيَّدَهُم بِروحٍ مِنهُ اور سورۃ البقرۃ کی آیت: 252 میں جہاں حضرت عیسیٰ کا ذکر ہے وہاں ارشادِ باری تعالیٰ ہے وَأَيَّدناهُ بِروحِ القُدُسِ

69 الشوریٰ: 52

70 نور وجودی چیز ہے جبکہ ظلمت عدم ہے۔ نور کے نہ ہونے کا نام ظلمت ہے ورنہ ظلمت کوئی وجودی چیز نہیں ہے۔ اسی طرح خیالات، شکوک، اوہام اور وساوس بھی ظلمت کی قبیل سے ہیں کیونکہ سب چیزیں یقین کے عدم کا نام

نکتہ 27: بعد الموت مشاہدہ سے کفار بھی سرفراز ہوں گے ؟[71] لیکن اربابِ نفاق کے متعلق قرآن میں ہے یَوْمَ یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِیعًا فَیَحْلِفُونَ لَهُ کَمَا یَحْلِفُونَ لَکُمْ وَیَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَی شَیْءٍ أَلَا إِنَّهُمْ

ہیں۔ نورِ یقین نہیں ہو گا تو شکوک، اوہام اور وساوس ہوں گے۔ مولانا گیلانی نے اپنی اس تحریر میں "نور" کو "مادہ" کے قائم مقام قرار دیا ہے لیکن جتنی آیات بھی نور سے متعلق پیش کی ہیں ان میں سے ایک بھی نور کو مادہ کے قائم مقام قرار دینے پر دلالت نہیں کرتی۔ پہلی آیت میں نور کا لفظ اللہ جل شانہ کی ذات کے لیے ہے۔ دوسری میں نور سے مراد ہدایت ایمان ہے اور تیسری آیت میں نور کا لفظ کتاب اللہ یعنی قرآن حکیم کے لیے ہے۔ قرآن حکیم لفظ نور کا مادی اطلاق چاند کی روشنی یا مطلق روشنی کے لیے کیا گیا ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے: جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا (یونس:5) اسی طرح سورۃ نور کی آیت نمبر 40 میں روشنی کے معنوں میں نور کا لفظ آیا ہے
أَوْ کَظُلُمَاتٍ فِی بَحْرٍ لُجِّیٍّ یَغْشَاهُ مَوْجٌ مِنْ فَوْقِهِ مَوْجٌ مِنْ فَوْقِهِ سَحَابٌ ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ إِذَا أَخْرَجَ یَدَهُ لَمْ یَکَدْ یَرَاهَا وَمَنْ لَمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِنْ نُورٍ۔ اگر مولانا مادہ کے قائم مقام کہنے کی بجائے نور کو کائناتِ حسی کی "اساس" قرار دیتے اور "روح" کو کائناتِ باطنی کی "اصل" کہتے تو کوئی بات قابلِ فہم بن سکتی تھی مگر موجودہ تحریر میں ان کا نکتہ مبہم اور غیر واضح ہے۔

[71] اگر مشاہدہ سے مراد مشاہدۂ ذاتِ باری تعالیٰ ہے تو قرآن حکیم کا اہل کفر کے بارے ارشاد ہے کَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ یَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ (المطففین:15) ترجمہ: خبردار وہ اس دن سے اپنے رب سے حجاب میں ہوں گے۔ اسی طرح ارشادِ ربانی ہے إِنَّ الَّذِینَ یَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیلًا أُولَئِکَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْآخِرَةِ وَلَا یُکَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا یَنْظُرُ إِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَلَا یُزَکِّیهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِیمٌ (آل عمران:77) جبکہ اہل ایمان کے بارے فرمانِ الٰہی ہے وُجُوهٌ یَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ إِلَی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (القیامۃ:22-23) اس دن کچھ چہرے تروتازہ ہوں گے اپنے رب کی دید میں مگن ہوں گے۔ ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ اہلِ کفر مشاہدۂ ذاتِ باری تعالیٰ سے محروم رہیں گے اور صرف اہلِ ایمان کو یہ سعادت نصیب ہو گی۔ مولانا نے یہ جملہ لکھ کر کہ "بعد الموت مشاہدہ سے کفار بھی سرفراز ہوں گے "جملہ پر سوالیہ نشان ڈالا ہے مگر اس سے اگلا جملہ "لیکن" سے شروع کیا ہے۔ اس استدراک سے لگتا ہے کہ مولانا نے سوالیہ نشان غلطی

هُمُ الْكَاذِبُونَ[72] جس سے معلوم ہوا کہ مبعوث ہونے کے بعد پھر خیال منافقین میں باقی رہے گا کہ حقیقت کو الفاظ کے پردے کے نیچے چھپایا جاسکتا ہے[73]

سے ڈالا ہے اور ان کی رائے ہے کہ کفار مشاہدۂ حق سے سرفراز ہوں گے۔ اگر مشاہدۂ سے مراد مشاہدۂ عالم مغیبات ہے تو اس میں تو کوئی شک نہیں کہ اہلِ کفر سب حقائق غیبیہ کو کھلی آنکھوں سے دیکھ کر تسلیم کر لیں گے اور حسرت کریں گے کہ کاش واپس لوٹائے جائیں تو اہلِ ایمان بن کر خدا کی رضا حاصل کر لیں۔

[72] المجادلہ: 28 ترجمہ: اس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو دوبارہ جی کھڑا کرے گا تو یہ اسی طرح اس کے سامنے جھوٹی قسمیں کھائیں گے جیسے تمہارے سامنے جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ وہ کسی (درجہ) ایمان پر ہیں۔ خبردار یہ تو پکے جھوٹے ہیں

[73] مولانا نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ اہلِ کفر تو حشر کے دن عالم غیب کو عالمِ شہود پا کر اپنے کفر وعدوان کا اقرار کر لیں گے اور آرزو مند ہوں گے کہ کاش دنیا کی طرف لوٹا دیئے جائیں تو وہ ایمان اور عملِ صالح کی زندگی گزار کر پھر لقائے رب کو حاضر ہوں مگر اہلِ نفاق میدانِ حشر میں بھی اپنی کذب بیانی سے کام چلانے کی کوشش کریں گے اور سمجھیں گے کہ وہ کچھ نہ کچھ تو اہلِ ایمان والے ہیں ہی۔ آج ہم جس عہدِ زبوں میں جی رہے ہیں وہ امتِ مسلمہ کی تاریخ کا ایسا بدترین دور ہے کہ ذلت ونکبت کا کوئی پہلو نہیں جو امتِ مسلمہ پر مسلط نہ ہو۔ اس ذلت وخواری کی جہاں دیگر متعدد وجوہ ہیں ان میں سے ایک وجہ عملی منافقین کی قیادت وسیادت ہے جس کی وجہ سے امتِ مسلمہ کے لیے آنے والا ہر دن مزید خواری کی خبر لاتا ہے۔ اہلِ نفاق کے متعلق قرآن نے جو تفصیلات بیان کی ہیں اور جو ان کی علامات بتائی ہیں ان میں سے دو بڑی نشانیاں یہ ہیں (ا) اہلِ کفر سے محبت ودوستی (ب) جہاد وقتال سے نفرت ودشمنی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نکتہ 28:

ہمارا پاکستان

پاکستان ایک تو ان لوگوں کا ہے جو زمین کے ایسے علاقوں سے بھاگ رہے تھے جہاں ان کو موت کا ڈر تھا، مالی نقصانات کا ڈر تھا، آبرو کا ڈر تھا اور اب وہ ایسے علاقے میں اپنے آپ کو پا رہے ہیں جہاں ان کو ہر حال میں اسی موت سے ملاقات کرنی پڑے گی جس سے وہ بھاگے تھے۔ مالی نقصانات کا قانون اللّٰہُ يَبسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَآءُ وَيَقْدِرُ [74] کے تحت ہے۔ فان الربح و النقصان فی التحر [75] باقی عزت و آبرو کا سوال تو تاریخ کی شہادت کے سوا ان مشاہدات کو ہم اور کچھ نہیں کہہ سکتے جن کا تجربہ گزشتہ چند سالوں میں ہوا لیکن گزرے ہوئے واقعات ہی سے سبق لیتے ہوئے رائے اگر قائم کی جاتی ہے تو مسلمانوں کی سیزدہ صد سالہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان مسلمانوں کی عزت و آبرو کے لیے بار بار خطرہ بنتے رہے۔ پچاس سال بھی رسول ﷺ کی وفات پر نہیں گزرے تھے کہ خود پیغمبر ﷺ

---

[74] [illegible] رعد:26 اللہ جس کا چاہتا ہے رزق کھول دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے، العنکبوت:62، [illegible] 3[illegible] الزمر:52

[75] [illegible] کی بنیاد پر "التحر" لکھا ہے۔ یہاں لفظ کے صرف دھندلے نقوش باقی ہیں۔ عین ممکن ہے یہ لفظ [illegible] "[illegible] آزادی کے تناظر میں "التحر" لفظ اقرب لگتا ہے سو اس کو اختیار کر لیا ہے یعنی آزادی میں نفع ونقصان [illegible]

کے مقدس شہر مدینہ منورہ میں مسلمانوں کے ساتھ وہ سارے واقعات پیش آئے جن کا تجربہ غیر مسلم اقوام کے متعلق کیا گیا۔ 76

---

76 مولانا کی یہ عبارت انتہائی مغالطہ آمیز ہے۔ خیر القرون میں مدینۃ النبی ﷺ کی یہ منظر کشی کرنا کہ مسلمان ایک دوسرے کی آبرو دری کے درپے رہے اور ایسے واقعات رونما ہوئے جو غیر مسلم اقوام کا وطیرہ ہیں محض ایک واہمہ ہے اور حقیقت کا اس سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ مولانا کا اشارہ خلافتِ یزید کے واقعہ حرّہ کی طرف ہے اور اس واقعہ کی تاریخی روایات میں روافض کی کذب بیانیوں نے اتنی سیاہی بھری ہے کہ اس چیستاں میں سے حقیقت کا سراغ لگانا ناممکن حد تک مشکل ہو گیا ہے۔ مولانا مناظرؒ کی مختصر کتاب "شہادتِ حسین" کا اگر مطالعہ کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو سبائی دروغ بافوں کی افسانہ طرازیوں پر نظرِ تحقیق ڈالنے کا موقع نہیں مل سکا۔ مولانا گیلانی کا مسلم تاریخ سے متعلق نقطۂ نظر نقد و نظر کا محتاج ہے۔ مولانا گیلانیؒ کی کتاب "امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی" بھی تاریخی جزئیات سے کلیات سازی کر کے عمارت کھڑی کی گئی ہے۔

اب ہم اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے متعلق کچھ اصولی گفتگو کرتے ہیں جس کا تعلق مولانا گیلانی سے نہیں ہے بلکہ عمومی تاریخی مغالطوں سے ہے۔ اسلامی تاریخ میں سب سے پہلا سانحہ سیدنا عثمانؓ کی شہادت کا پیش آیا۔ مفسدوں نے مدینہ منورہ میں آپ کے گھر کا محاصرہ کیا۔ امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفانؓ کے لیے ان چند باغیوں کو چیونٹی کی طرح مسل دینا آسان تھا کہ آپ کی افواج تو قبرص و شام کے سمندروں اور جزیروں اور افریقہ کے جنگلوں اور مکران و دیبل کے ساحلوں پہ دادِ شجاعت دے رہی تھیں تو ان گنتی کے چند لوگوں کو تہہ تیغ کر دینا کون سا مسئلہ تھا لیکن سیدنا عثمانؓ کے مقامِ صبر و عزیمت نے گوارا نہ کیا کہ وہ اپنی ذات کے لیے مدینۃ النبیؐ میں خون بہائیں۔ اس حادثہ فاجعہ میں سیدنا عثمانؓ نے باوجود با جبروت اختیار و اقتدار کے جس طرح اپنی جان کی قربانی دی وہ نبوی تربیت یافتہ اس صاحبِ صبر و رضا کی عظمت کی ایسی دلیل ہے کہ جس کے سامنے دنیا بھر کے اہل وفا کے سر جھکتے ہیں۔

مشاجراتِ صحابہؓ میں دو جنگیں جنگِ جمل اور جنگِ صفین اس الٰہی تکوینی انتظام کا حصہ ہیں جس کے نتیجے میں شریعتِ اسلامیہ کے بہت سے قانونی مسائل نکھر کر سامنے آئے۔ شریعت کے وہ احکامات جن کا تعلق حدود و تعزیرات اور جرم و سزا سے ہے تکوینی طور پر صحابہ کرام سے سرزد کروائے گئے کیونکہ ان کا سنت بننا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے ذریعے ممکن نہیں تھا تو گویا صحابہ نے کوڑے کھانے اور حدود جاری کرنے کے لئے خود کو پیش کیا۔ یہی حال صحابہ کی جنگوں کا ہے فرمانِ نبوی اسی تکوینی امر کی طرف اشارہ کرتا ہے **سَأَلْتُ رَبِّي ثَلاَثًا۔۔۔۔ وَسَأَلْتُهُ أَنْ لاَ يَجْعَلَ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ فَمَنَعَنِيهَا** (میں نے اپنے رب سے تین دعائیں مانگیں دو قبول ہوئیں تیسری مانگی کہ ان کے مابین اختلاف اور جنگ نہ ہو تو قبول نہ ہوئی(ابن ابی شیبہ، ابو بکر عبداللہ بن محمد، المصنف، دار القبلہ جدہ، باب **ما دعا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لأُمَّتِهِ فأُعطِي بعضه**، محقق: محمد عوامہ، س۔ن) یہ جنگیں صحابہ کی محبتِ الٰہی، احقاقِ حق، عدل و احسان، سلامتی قلب اور رحماء بینھم کا عملی مظہر ہیں۔ قرآن تو ان کو **وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا** (الحجرات: 9) کہہ کر ان کے ایمان کی شہادت دے اور محمد رسول اللہ ﷺ ان کو **فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ** (البخاری، کتاب الصلح، باب قول النبی ﷺ للحسن بن علی، حدیث: 2704، ج2، ص188) کہہ کے ان کے اسلام کی تصدیق کریں مگر ہم جعل سازوں کی خانہ زاد تاریخ کی زنبیل سے نکلی ہر اس مکروہ روایت کو قبول کرلیں جو ان مقدس ہستیوں کے بارے میں ایسے کردار کی تصویر کشی کرے جو کسی مسلمان کو تو کجا کسی عام انسان کو بھی زیب نہیں دیتا۔ مجوسی سازشی گروہ کی ریشہ دوانیوں اور سیہ کاریوں کو اہلِ ایمان پر چسپاں کرنا تاریخی حقائق سے صرفِ نظر ہے۔

مسلمانوں کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے ہر قاری کے ذہن میں یہ بات رہنی چاہیے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ مقدس ہستیاں ہیں جن کے صدق و تقدیس اور اخلاص و ایمان کا گواہ اللہ کا قرآن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ایمان کو ان کے دلوں میں راسخ کردیا اور فسق و فجور سے نفرت ان کے مزاج و طبیعت کا حصہ بنادی لہٰذا قرآن و سنت کی روشنی میں ہر اس تاریخی روایت کو رد کردیا جائے گا جو صحابہ کو مطعون کرتی ہو۔ اور جہاں تک دیگر سلاطینِ اسلام کا تعلق ہے تو ان کو سیدنا ابوبکرؓ و عمرؓ کے مماثل نہ پاکر ہدفِ تنقید بنانا کسی طرح بھی روا نہیں۔ اگر ہر مسلم حکمران سیدنا ابوبکرؓ جیسا بن سکتا تو تو پھر ان کی کیا انفرادیت ہوتی۔ سیدنا عمرؓ بھی سیدنا ابوبکرؓ جیسے صاحبِ عزم نہ تھے اور سیدنا عثمانؓ و سیدنا علیؓ، سیدنا عمرؓ کے مقام

الحاصل ہمارا حقیقی پاکستان وہ مقام ہے جہاں کی زندگی موت کی آلودگی سے اور جہاں صحت مرض کی مصیبت سے، جہاں کی جوانی بڑھاپے کی نقاہت سے پاک ہے جہاں صرف خیر ہی خیر ہے، شر کا کوئی ریشہ نہ اس کے نباتات میں پایا جاتا ہے اور نہ حیوانات میں، نہ آب و ہوا میں، نہ ماحول اور موسم میں۔ یہ دیکھا بھالا ہوا پاکستان ہے۔ جس کی روداد اور رپورٹ خود خالقِ عالم نے محمد ﷺ کے توسط سے ہم تک

کے حامل نہ تھے تو غیر صحابہ خلفاء سے یہ توقع رکھنا کہ وہ شخصیت و کردار میں ابو بکرؓ و عمرؓ بن جائیں امیدِ عبث ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ مسلم سلاطین بلا شرکت غیرے ہزاروں مربع میل کے حکمران ہوتے تھے۔ اگر ایسے بااختیار حکمرانوں سے دس سالہ یا بیس سالہ دور میں بیس غلطیاں ہو جائیں تو یہ عیب بین مورخین ایک ہی صفحہ پر نمبر وار بیس غلطیاں گنتے وقت یہ نہیں سوچتے کہ ایک مطلق العنان حکمران جو وسیع سلطنت کا منتظم ہے اگر بیس سال میں بیس غلطیاں کرے تو کیا اچھنبے کی بات ہے۔ انسان ہونے کے ناتے خود مورخ اس سے کہیں زیادہ غلطیاں ایک دن میں کرتا ہے اسی طرح سلاطینِ اسلام کی کسی انتظامی تدبیر کا نتیجہ اگر درست نہیں نکلا تو اسے بھی ان کے گناہوں کی فہرست میں شامل کر دینا کہاں کی علمی دیانت ہے؟ کئی صدیوں بعد باریک بینی کا مظاہرہ کرنے والا نقاد مورخ تو اب اس تدبیر سے پہلے پیدا ہونے والے مسئلے کے اسباب و علل، اس وقت کی صورتِ حال، نتائج و اثرات گویا ایک ایک جزئیہ جانتا ہے جبکہ یہ تدبیر جس وقت اختیار کی گئی تھی اس وقت تو حکمران کے سامنے مسئلہ ہی تھا اور اپنی دانش اور وزراء کی مشاورت سے ایک تدبیر اختیار کر لی۔ نتائج کو مثبت بنا دینا اس کا اختیار نہ تھا۔ یاد رہنا چاہیے کہ یہ سلاطینِ اسلام ہی تھے جن میں ذاتی و شخصی خامیاں بے شک تھیں لیکن ان کی وجہ سے لاکھوں مربع میل دار الاسلام کہلاتا تھا اور اہلِ ایمان سر اٹھا کے عزت سے جیتے تھے۔ امت مسلمہ کے زوال کے اسباب کی تلاش کے نام سے مستشرقین کی منجنیق سے اپنی عظیم تاریخ کے قلعے پر سنگ باری کرنے سے امتِ مسلمہ میں کون سی بیداری اور کیسی امید پیدا ہونے کا امکان ہے؟ علامہ اقبال کا یہ شعر جو ان کی معروف نعت "لوح بھی تو قلم بھی تو" کا حصہ ہے، اسلامی تاریخ کے ہر قاری کے پیشِ نظر رہنا چاہیے

شوکتِ سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود فقرِ جنید و بایزید، تیرا جمال بے نقاب

اس پاکستان تک پہنچنے کے لیے نہ مالی سرمایہ کی ضرورت ہے اور نہ پرمٹ کی اور نہ وہاں پہنچ پہنچائی ہے۔ بس جس کے بس میں جتنا ہے اسی حد تک مرضیٔ حق کے مطابق زندگی بسر کر حکامِ جبارہ کی خوشامد کی،

کرنے کا فیصلہ اس پاکستان تک پہنچنے کے لیے کافی ہے

وطن ہے بس وہی ہر مردِ مومن اور تائب کا[77]
نہ خطرہ ہے مصائب کا، نہ ڈر ہے واں نوائب کا

وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَى فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَى[78]

مسئلہ ہجرت[79] کو آڑ بنانے والوں سے پوچھنا چاہیے کہ حبشہ و مدینہ کی ہجرت کس قرآنی آیت اور حکم کی تعمیل کی شکل تھی؟ ہجرت اگر اسی قدر اہم مسئلہ ہے تو تمام قرآنی پیغمبروں کے متعلق یہ کیوں دیکھا جاتا ہے کہ وہ کفر ہی کی آبادیوں میں کش مکش کرتے رہے۔ ابراھیمؑ اس وقت الگ ہوئے جب سنگسار کرنے کی دھمکی خود ان کے والد کی طرف سے ان کو دی گئی[80] اور موسیٰؑ کی نبوت کی اصل غرض ہی قرآن سے

---

77 مولانا گیلانی کا شعر ہے۔

78 النازعات: 40،41 ترجمہ: اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈر گیا اور اس نے اپنے نفس کو (ناجائز) خواہشات سے روک لیا تو بے شک اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔

79 مولانا کی یہ ڈائری چونکہ ان کی کوئی مستقل تصنیف نہیں بلکہ سبد چین ہے جس میں گلہائے رنگارنگ بے ترتیب جمع [illegible]۔ پاکستان سے متعلق یہ مضمون بھی دو جگہ ہے اور ہم نے اسے اکٹھا کر دیا ہے۔

80 قَالَ أَرَاغِبٌ أَنتَ عَنْ آلِهَتِي يَا إِبْرَاهِيمُ لَئِن لَّمْ تَنتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا قَالَ سَلَامٌ عَلَيْكَ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ [illegible] إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا وَأَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ۔ (مریم: 46-48) کہنے لگا اے ابراھیمؑ تو مجھے میرے [illegible] سے اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے ضرور سنگسار کر دوں گا یا مجھے چھوڑ کر دور ہو جا۔ فرمایا تجھ پر سلامتی ہو

یہ معلوم ہوتی ہے کہ بنی اسرائیل کو ملکِ مصر سے نکال لائیں[81] خود رسول ﷺ نے مدینہ منورہ اس وقت ہجرت فرمائی جب مسلمانوں کی ہجرت اجتماعی کا امکان پیدا ہو گیا اور جب مقصد پورا ہو گیا تو لا ہجرۃ بعد الفتح[82] کا اعلان کر دیا گیا۔

باقی قرآن مجید میں جو ان الذین توفاھم الملائکۃ۔الآیۃ[83] کو اس موقع پر جو لوگ پیش کرتے ہیں سوال یہ ہے کہ اس سرزنش ظلم والی زندگی پر کی گئی ہے یا ترکِ ہجرت پر؟ ظاہر ہے بالکل مثال اس کی یہ

میں تیرے لیے اپنے رب سے استغفار کروں گا۔ وہ میرے ساتھ بہت رحم کا معاملہ کرنے والا ہے اور میں تجھ سے اور اللہ کے علاوہ جن کو تم پکارتے ہو ان سے علیحدگی اختیار کرتا ہوں۔

81 فَأْتِيَاهُ فَقُولَا إِنَّا رَسُولَا رَبِّكَ فَأَرْسِلْ مَعَنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ (طٰہٰ:47) تم پاس دونوں اس کے جاؤ اور اسے کہو کہ ہم تیری طرف اللہ کے رسول بن کر آئے ہیں تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے اور ان کو عذاب میں مبتلا نہ کر۔

82 عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلَكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوا ۔ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا: فتح کے بعد اب ہجرت نہیں ہے لیکن جہاد اور نیت کا اجر باقی رہیں گے پس جب تمہیں جہاد کے لیے بلایا جائے تو نکلو (البخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار الکتب العلمیہ، بیروت، کتاب الجهاد والسیر، باب وجوب النفیر، وما یجب من الجهاد والنیۃ، حدیث نمبر 2825، ج2، ص230، 1423ھ/2002ء)

83 النساء: 97، ترجمہ: وہ لوگ جن کو فرشتے اس حال میں موت دیتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں ان سے پوچھا جائے گا کہ تم کس حال میں تھے؟ وہ کہیں گے ہم زمین میں کمزور تھے (تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے) کیا تم نے اللہ کی زمین کو وسیع نہیں پایا کہ تم اس میں ہجرت اختیار کر لیتے۔

ہے کہ یہود کو تمنائے موت کا حکم دیا گیا یعنی فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنتُمْ صَادِقِينَ [84] اس سے لوگ سمجھتے ہیں کہ ایمان صادق کی علامت یہ ہے کہ موت کی آرزو آدمی میں پیدا ہو اس معیار پر ننانوے فی صدی مومنین غیر صادق ہیں۔ خود موت کی آرزو کی ممانعت بھی کی گئی ہے [85] اور صحیح حدیثوں میں ہے کہ مومن بندہ موت کو ناپسند کرتا ہے [86] مرے خیال میں یہاں وہی غلطی ہے کہ مقصود یہاں یہود کے اس ادعاء کی تردید ہے جو وہ کرتے تھے کہ من دون الناس وہ اولیاء اللہ ہیں [87] ان ہی سے پوچھا گیا ہے کہ حق تعالیٰ کے اولیاء ہونے کا اگر تم کو یقین ہے تو چاہیے کہ موت کی آرزو کرو لیکن بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ کی وجہ سے اس آرزو کی ان میں جرأت باقی نہ تھی۔ پس ادعاء ولایت کی تردید ہو گئی باقی ہر وہ شخص جو موت کی آرزو کی قوت اپنے اندر نہیں رکھتا اس کے ایمان کو غیر صادق ایمان قرار دینا اس آیت کی بنیاد پر صحیح

---

[84] البقرۃ:94، الجمعہ:6

[85] قَالَ أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَوْ لَا أَنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَتَمَنَّوْا الْمَوْتَ لَتَمَنَّيْتُ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اگر میں نے نبی کریمؐ کو یہ فرماتے نہ سنا ہوتا کہ موت کی آرزو نہ کرو تو میں موت کی آرزو کرتا (البخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار الکتب العلمیہ، بیروت، کتاب التمنی، باب ما یکرہ من التمنی، حدیث نمبر 7233، ج4، ص401، 1423ھ / 2002ء)

[86] حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک طویل حدیث منقول ہے اس حدیث کا آخری حصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِي عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ ترجمہ: جو کچھ میں کرنے والا ہوتا ہوں تو مجھے اس میں کسی چیز کا تردد نہیں ہوتا مگر مجھے مومن کی جان (لینے) کے بارے میں تردد ہوتا ہے کیونکہ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کی تکلیف کو ناپسند کرتا ہوں۔ (البخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار الکتب العلمیہ بیروت، کتاب الرقاق، باب التواضع، حدیث نمبر 6502، ج4، ص210)

نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ عام انسانوں کے مقابلہ میں اپنے آپ کو حق تعالیٰ کے اولیاء میں شمار کرنے والوں کے خیال کی تردید اسی طرح اب بھی کرنی چاہیے لیکن موت کی آرزو سے بھاگنے والوں پر یہ الزام کہ وہ مومن صادق نہیں ہیں صحیح نہ ہوگا۔ مومن کے لیے ضروری نہیں کہ موت کی آرزو کرے لیکن موت کی آرزو اس کو ضرور کرنی چاہیے جو دعویٰ کرتا ہو کہ میں خدا کا متبنیٰ اور پیارا ہوں[88]

---

88 مولانا نے فتمنو الموت کے تحت جو استدلال کیا ہے وہ درج ذیل وجوہ سے محل نظر ہے:

(ا) مؤمنین کی موت سے ناپسندیدگی طبعی ہے نہ کہ عقلی۔ مولانا نے دونوں کو خلط کر دیا ہے۔ اہلِ ایمان سے مطالبہ بھی عقلی پسندیدگی کا ہے نہ کہ طبعی کا۔ کوئی اہلِ ایمان موت سے عقلاً نفرت نہیں کرتا اگر موت سے طبعاً نفرت کرے اور عقلاً بھی تو پھر تو اللہ سے ملاقات کے شوق کا دعویٰ اور آخرت کی زندگی کو دنیا کے مقابلے میں ترجیح دینے کی سب باتیں مہمل ٹھہرتی ہیں پھر تو کُنْ فِي الدُّنيا كَأَنَّكَ غَرِيب أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ (دنیا میں ایسے رہو جیسے پردیسی یا راہ چلتا مسافر، رواہ البخاری) کی دلگداز نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصیحت اور الدُّنيا سِجنُ المُؤمِنِ (دنیا مومن کا قید خانہ ہے۔ رواہ مسلم) کے کوئی معنی نہیں بنتے اس لیے احادیث میں موت کو ناپسند کرنے کی جتنی بھی باتیں اہلِ ایمان سے متعلق ہیں وہ سب طبعی ناپسندیدگی کی ہیں جیسا کہ قرآن نے جہاد کے بارے كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ (البقرۃ: 216) (وہ تمہیں ناپسند ہے) کہا کیا کوئی تصور کر سکتا ہے کہ صحابہ کرامؓ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ جہاد و قتال کو عقلاً بھی ناپسند کرتے تھے؟ یہ ناپسندیدگی طبیعت کے لیے بوجھل اور مشکل ہونے سے متعلق ہے۔

(ب) موت کی آرزو کی ممانعت کا تعلق مصیبت اور غم کی آزمائش میں بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے موت کی خواہش رکھنے سے ہے اور دوسری وجہ موت کی آرزو کی ممانعت کی یہ ہے کہ مومن بندہ جتنی دیر زندہ رہے گا اس کے اعمالِ صالحہ میں اضافہ ہی ہوگا تو وہ نامہ اعمال میں مزید نیکیاں لے کے جانے کا موقع کیوں گنوانا چاہتا ہے۔ ورنہ موت کی آرزو کی ممانعت علی الاطلاق نہیں ہے۔ امام نووی تحریر فرماتے ہیں قال العلماء من اصحابنا و غيرهم هذا اذا تمنى لضر و نحوه فان تمنى الموت خوفا على دينه لفساد الزمان و نحو ذلك لم يكره۔ ہمارے اصحاب شافعیہ اور دیگر علماء کا

قول ہے کہ یہ ممانعت تب ہے جب کسی ضرر و نقصان وغیرہ کی وجہ سے موت کی آرزو کرے لیکن اگر فسادِ زمانہ کے باعث ہے اپنے دین کے خوف سے یا کسی ایسی ہی دوسری وجہ سے موت کی آرزو کرے تو مکروہ نہیں ہے۔(النووی، شرف الدین، الاذکار من کلام سید الابرار المسمی حلیۃ الابرار وشعار الاخیار فی تلخیص الدعوات والاذکار المستحبۃ فی اللیل والنہار، دار المنہاج بیروت طبع اوّل، ص239، 2005ء) مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ لکھتے ہیں: واما اذا خاف ضرراً فی دینہ فلا کراھیۃ فیہ لمفھوم ھذا الحدیث وقد فعل کثیرون من السلف عند خوف الفتنۃ فی ادیانھم۔ جہاں تک اپنے دین میں نقصان کے خوف سے موت کی آرزو کرنے کا معاملہ ہے تو اس میں اس حدیث کے مفہوم کے پیش نظر کوئی کراہیت نہیں ہے سلف میں بہت سے لوگوں نے اپنے دین میں فتنہ کے وقت موت کی آرزو کی۔(بذل المجہود فی حل ابی داؤد، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج4، ص181، 1973ء)

(ج) رسول ﷺ نے خود موت کی آرزو فرمائی ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے۔ ذیل میں تین احادیث نقل کی جاتی ہیں:

- وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوَدِدْتُ أَنِّي أُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ۔ اس رب کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میری آرزو ہے کہ میں اللہ کے راستے میں قتل کر دیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں۔(الجامع الصحیح، کتاب الجہاد والسیر، باب تمنی الشھادۃ، حدیث نمبر 2797، ج2، ص223)
- اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَأَلْحِقْنِي بِالرَّفِيقِ الاعلیٰ اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور رفیق اعلیٰ تک پہنچا دے۔ (الجامع الصحیح، کتاب المرضی، باب تمنی المریض الموت، حدیث نمبر 5674، ج4، ص12)
- اِنَّ اللہَ خَیَّرَ عَبْدًا بَیْنَ الدُّنْیَا وَ بَیْنَ مَا عِنْدَہٗ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللہِ (الجامع الصحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب الخوخۃ والممر فی المسجد، حدیث نمبر 466، ج1، ص119)

(د) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین موت کو محبوب رکھتے تھے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کا فرمان بہت معروف ہے جو آپؓ نے ایرانی سپہ سالار کو مخاطب کر کے لکھا تھا جئتکم بقوم یحبون الموت کما تحبون شرب الخمر۔ میرے ساتھیوں کو موت اس طرح محبوب ہے جس طرح تمہیں شراب۔(الطبری، محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک (تاریخ طبری) دارالکتب العلمیہ، بیروت، ج2، ص321، 1407ھ)

(ہ) نبی کریم ﷺ نے موت سے کراہیت کو آخری دور میں امت مسلمہ کی ذلت و نکبت کی وجہ قرار دیا۔ فرمانِ نبوی ﷺ ہے عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يُوشِكُ الأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا . فَقَالَ قَائِلٌ وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ قَالَ بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ وَلَيَنْزِعَنَّ اللهُ مِنْ صُدُورِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَيَقْذِفَنَّ اللهُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهَنَ . فَقَالَ قَائِلٌ يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا الْوَهَنُ قَالَ حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ.

ایک وقت آئے گا کہ قومیں تم پر ٹوٹ پڑنے کے لیے ایک دوسرے کو اس طرح دعوت دیں گی جیسے بھوکے اپنے دستر خوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں تو پوچھنے والے نے پوچھا کہ کیا اس وقت ہماری تعداد کی قلت کے باعث ہو گا؟ فرمایا نہیں بلکہ اس وقت تم کثیر تعداد میں ہو گے لیکن تمہاری حیثیت سیلاب کے بعد آنے والے جھاگ کی سی ہو گی اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کے دلوں سے تمہارا رعب ختم کر دیں گے اور تمہارے دلوں میں وھن داخل کر دیں گے تو پوچھنے والے نے پھر پوچھا اے اللہ کے رسول وھن کیا ہے؟ فرمایا دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔(ابو داؤد، السجستانی، السنن، دار الکتاب العربی، بیروت، ج4، ص184، رقم الحدیث 4299)

مولانا گیلانیؒ کے ہجرت سے متعلق استدلالات پر مزید کوئی تبصرہ کیے بغیر ہم شیخ محی الدین ابنِ عربیؒ کی یہ عبارت جو ان کے وصایا میں ہے پیش کرتے ہیں: عليك بالهجرة و لا تقم بين أظهر الكفار فإن في ذلك إهانة دين الإسلام وإعلاء كلمة الكفر على كلمة الله فإن الله ما أمر بالقتال إلا لتكون كلمة الله هي العليا و كلمة الذين كفروا السفلى، وإياك والإقامة أو الدخول تحت ذمة كافر ما استطعت، واعلم أن المقيم بين أظهر الكفار مع تمكنه من الخروج بين ظهرانيهم لا حظ له في الإسلام، فإن النبي صلى الله عليه وسلم قد تبرأ منه ولا يتبرأ رسول الله عليه وسلم من مسلم، وقد ثبت عنه أنه صلى الله عليه وسلم قال أنا بريء من مسلم يقيم بين أظهر المشركين

نکتہ 29: نزول سکینہ تائید بِجُنودٍ لَم تَرَوْهَا وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَى وَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا کی تدبیر یہ ہے کہ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللهَ مَعَنَا کا مراقبہ کیا جائے۔ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَى وَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا وَ اللهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ[89]

فما اعتبر له كلمة الإسلام۔ اور تجھ پر لازم ہے کہ تو ہجرت کرے اور ایسی جگہ نہ رہے جہاں کفار کا غلبہ اور شان و شوکت ہو کیونکہ اس میں اسلام کی اہانت ہے اور کفر کے کلمہ کا اللہ کے کلمہ کے مقابلہ میں بلند ہونا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے قتال کا حکم اس لیے دیا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو اور کفر کرنے والوں کا کلمہ پست ہو۔ خبر دار کسی کافر کی امان اور پناہ لے کر جب تک تجھ میں ہمت ہے، کسی جگہ رہائش یا داخلہ اختیار مت کرنا۔ جان لو جو شخص بھی کفار کے غلبہ والے علاقہ میں رہتا ہے باوجودیکہ ان کے درمیان سے نکل سکتا ہے تو اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ایسے شخص سے برأت کا اظہار فرمایا ہے اور نبی کریم ﷺ کسی مسلمان سے برأت کا اظہار نہ فرماتے تھے اور یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا (میں ایسے شخص سے بری ہوں جو مشرکین کے درمیان رہائش و اقامت اختیار کرتا ہے) تو آپ ﷺ نے اس کے لیے اسلام کا اعتبار نہیں فرمایا۔ (الفتوحات المکیہ، باب فی وصیۃ حکمیۃ ینتفع بھا المرید السالک والواصل و من وقف علیھا، ج4، ص456، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1997)

[89] التوبہ: 40، ترجمہ جب ان کافروں نے نکلنے پر مجبور کر دیا تو جب وہ دونوں غار میں تھے۔ دونوں میں سے دوسرا اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غم نہ کر و اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر اللہ نے ان پر اپنی سکینت نازل فرمائی اور اس کی تائید و نصرت ایسے لشکروں سے کی جنہیں تم نہیں دیکھتے اور اس (اللہ) نے کافروں کا کلمہ پست کر دیا اور اللہ کا کلمہ تو ہے ہی بلند اور اللہ غالب، حکمت والے ہیں۔

نکتہ 30:

ڈاکٹر علامہ محمد اقبال

ڈاکٹر اقبال مرحوم کیا تھے؟ان کا پیغام کیا تھا؟ بجائے دوسروں کے خود ہی ان کے کلام میں ان سوال اور جواب اگر تلاش کیا جائے تو مل سکتا ہے۔انہوں نے لکھا ہے کہ والد سے ان کو نسبت محمدی وراثتاً تھی۔جب مرحوم نو عمر تھے فقیر کو ڈانٹا اس پر والد نے ان کو ڈانٹا اور کہا من چہ گویم چو پرسد نبی[90] اپنی تعلیمی زندگی اور شباب کی رندانہ بے راہ روی کا ذکر کر کے ارتیابی ذہنیت کا شکار کچھ دن

[90] علامہ اقبالؒ نے اپنا واقعہ اسرار خودی میں بیان کیا ہے کہ ایک دن ایک سائل دروازے پہ آیا جس نے کرخت آواز صدا لگائی تو مجھے بہت گراں گزرا۔ میں نے طیش میں آکر جو لاٹھی میرے ہاتھ میں تھی اس کے سر پر دے ماری اور سر سے خون بہنے لگا اس نے والد کو میری شکایت کی والد نے فقیر کا جب یہ حال دیکھا تو رو پڑے اور کہا:

گفت فردا امت خیر الرسل — جمع گردد پیش آں مولائے کل
در میان انجمن گردد بلند — نالہ ہائے ایں گدائے دردمند
اے صراطت مشکل از بے مرکبی — من چہ گویم چوں مرا پرسد نبیؐ
حق جوانے مسلم باتو سپرد — کو نصیبے از دبستانم نبرد
باز ایں ریش سفید من نگر — لرزہ امید و بیم من نگر
بر پدر ایں جور نازیبا مکن — پیش مولا بندہ را سوا مکن
غنچہ از شاخسارِ مصطفیؐ — گل شو از باد بہارِ مصطفیؐ
از بہارش رنگ و بو باید گرفت — بہرہ از خلق او باید گرفت

رہے مگر ان کو جلد محسوس ہوا کہ دانش حاضرِ گل کاغذ ہے [91] اور جہانِ جستجو میں یورپ ناشاد ہو کر رہ گیا، بالآخر خودکشی پر آمادہ ہو گیا۔

ترجمہ: کہا کل قیامت کے روز سارے جہانوں کے مولا حضرت محمد ﷺ کے گرد ان کی امت جمع ہو گی۔ امت کے اس عظیم مجمع میں اس دردمند فقیر کی آہ و بکا کی صدا بلند ہو گی اور یہ شکایت کرے گا۔ تیرا راستہ تو کھوٹا ہو گا ہی مگر نبی ﷺ نے مجھ سے پوچھ لیا تو میں کیا جواب دوں گا؟ وہ کہیں گے ترے سپرد ایک مسلمان نوجوان ہوا تھا کہ تو اس کی تربیت کرے لیکن تو نے اسے کچھ نہ سکھایا۔ میری سفید داڑھی کا خیال کر اور میری امید اور ناامیدی کی حالت پر نظر کر۔ اپنے باپ پر یہ ناروا زیادتی نہ کر اور اسے آقا ﷺ کے سامنے رسوا نہ کر۔ تو مصطفی ﷺ کی شاخ کا غنچہ ہے۔ مصطفی ﷺ کی بادِ بہاری سے فیض پا کر پھول بن جا ان کی بہار سے رنگ و بو حاصل کر لے اور ان کے خلق سے بہرہ مند ہو جا۔ (کلیات فارسی، اسرارِ خودی، در معنی ایں کہ حسنِ سیرت ملیہ از تادب بآداب محمدیہ است، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ص 130-131، 1975ء)

[91] اسرار خودی میں لکھتے ہیں

سوز عشق از دانش حاضر مجوے	کیفِ حق از جام ایں کافر مجوے
مدتے محو تگ و دو بودہ ام	رازدانِ دانشِ نو بودہ ام
باغبانِ امتحانم کردہ اند	محرم ایں گلستانم کردہ اند
گلستان لالہ زارے عبرتے	چوں گل کاغذ سراب نکہتے

ترجمہ: دانش حاضر سے سوز عشق کی طلب مت کر اس کافر سے شرابِ حق سے لبریز جام کی چاہت بے سود ہے۔ میں مدتوں پیچ و تاب اور تگ و دو کا شکار رہا تب کہیں جا کر اس دانش نو کی حقیقت کو پایا ہے۔ باغبانوں نے خوب میرا امتحان لیا ہے تب کہیں جا کر مجھے ان گلستانوں کے رازوں کا محرم بنایا ہے۔ یہ گلستان عبرت آموزیوں کا مرقع ہے اور اس کے

در صراطِ زندگی از پا فتاد   بر گلوئے خویش خنجر نہاد[92]

یورپ والوں کی غیر انسانی زندگی پابزندان مظاہر بستہ[93] بر آب کیا کیا جانے؟ والد کا بویا ہوا بیج کام آیا

از پدر تا نام تو آموختم   آتش ایں آرزو افروختم[94]

ایں شراب از شیشہ جانم نہ ریخت   ایں زر سارا دامانم نہ ریخت[95]

آدمی پڑھے لکھے تھے۔ فکر و غور کی منزلیں طے کیے ہوئے تھے، مغربی تمدن کا جوہری افلاس جانتے تھے۔

پھولوں کی حقیقت کاغذی پھولوں کی ہے جن میں خوشبو کا سراب ہوتا ہے۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، اندرز میر نجات نقشبند المعروف بہ بابائے صحرائی کہ برائے مسلمانان ہندوستان رقم فرمودہ است، ص68)

92 وہ زندگی کی راہ میں تھک کر رہ گیا اور آخر اپنے ہاتھوں سے اپنے گلے پر خنجر رکھ دیا۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، اندرز میر نجات نقشبند المعروف بہ بابائے صحرائی کہ برائے مسلمانان ہندوستان رقم فرمودہ است، ص69)

93 پابزندان مظاہر بستۂ   از حدود حس برون ناجستہ

یہ مظاہر پرستی کے قید خانے کا اسیر ہے اور حس کی حدود سے باہر نکل کر اس نے کبھی دیکھا ہی نہیں۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، اندرز میر نجات نقشبند المعروف بہ بابائے صحرائی کہ برائے مسلمانان ہندوستان رقم فرمودہ است، ص68)

94 (یارسول اللہ ﷺ) میں نے آپ کا نام اپنے والد سے سیکھا اور آپ کی آرزو کی آگ کو بھڑکایا۔

95 شرابِ (محبت، رسول ﷺ) سے میری جان کا جام کبھی خالی نہیں ہوا اور یہ خالص سونا میرے دامن سے کبھی نہیں گرا۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، عرضِ حال مصنف بحضور رحمۃ للعالمین، ص168-169)

ن از سوزِ عشق آزاد ماند | در جہان جستجو ناشاد ماند

ے دیرینہ در میناش نیست | شور "یارب" قسمت شبہاش نیست[96]

کا دریچہ نبوت ہے اس لیے وہ ہر چیز سے ٹوٹ کر اسی میں غرق ہو گئے۔

تا مرا افتاد بر رویت نظر | از اب وام گشتۂ محبوب تر[97]

قوت قلب و جگر گردد نبیؐ | از خدا محبوب تر گردد نبیؐ[98]

کا عطا فرمودہ علم ہر قسم کی عقلی آلائشوں سے پاک ہوتا ہے۔

امی پاک از ہوا گفتار او | شرحِ رمزِ ما غوی گفتار او[99]

---

[96] اس کی فطرت سوزِ عشق سے خالی ہے اور وہ جستجو کی راہوں سے بھٹک کر پریشان حال ہے یہ پرانی شراب اس کے جام میں موجود نہیں ہے۔ اس کی راتوں میں "یارب" کی صداؤں کا شور نہیں ہے۔ کلیات فارسی، اسرار خودی، عرضِ حال مصنف بحضور رحمۃ للعالمین، ص169)

[97] جب سے میری نظر آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر پڑی ہے۔ آپ ﷺ مجھے اپنے ماں باپ سے زیادہ محبوب ہو گئے ہیں۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، عرضِ حال مصنف بحضور رحمۃ للعالمین، ص169)

[98] ...ے قلب و جگر کی قوت نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی بن گئی۔ خدا سے محبوب ترین ہستی نبی اکرم ﷺ کی ... ہیں۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، رکنِ دوم رسالت، ص101)

[99] ... ﷺ کی ہر بات خواہشِ نفس کی آلائشوں سے پاک ہے۔ آپ ﷺ کا بولنا ما غویٰ (قرآنی آیت کی جانب ... آپ ﷺ نہ تو گمراہ ہیں اور نہ ہی بہکے ہوئے ہیں) کی تفسیر و تعبیر ہے۔ (کلیات فارسی، اسرار

قلبِ مومن را کتابش قوت است
حکمتش حبل الورید ملت است [100]

وقال تیرا رتبہ آئینہ لولاک سے
فیض سے تیرے رگِ تاکِ یقیں نمناک ہے [101]

ان پر واضح ہوا کہ "معمہ کائنات" کا سرمدی حل حضرات انبیاء کرام کے ذریعہ سے آثار ہااور قدرت کا جو مقصود تھا یعنی بکھری ہوئی انسانیت کو اسی "ابدی علم" کے نیچے لایا جائے تو عالم تدبیر میں یوں ہوا کہ حضرت ابراھیم کے دل میں آرزو امت مسلمہ کی ڈالی گئی۔ان کی دعا قبول ہوئی۔کعبہ اور کعبہ والے کا ظہور ہوااور ٹوٹی ہوئی انسانیت کو جوڑنے کے لیے وہ آگیا جس کے لیے یہ سب کچھ تھا۔اسی نے آکر زندگی میں معنویت پیدا کی۔ مصنوعی اختلافات کے قصوں کو ختم کر دیا۔

اب ڈاکٹر صاحب گانے لگے

اے ظہورِ تو شبابِ زندگی
جلوہ‌ات تعبیرِ خوابِ زندگی

خودی، در معنی ایں کہ جمیعت حقیقی از محکم گرفتن نصب العین ملیہ است و نصب العین امت محمدیہ حفظ و نشر توحید است، ص139)

100 مومن کے دل کے لیے آپ ﷺ کی لائی ہوئی کتاب قوت (کے حصول) کا ذریعہ ہے۔اس (کتاب کی تعلیماتِ) حکمت ہی ملت کے استحکام کے لیے مضبوط رسی کی حیثیت رکھتی ہے۔(کلیات فارسی، اسرار خودی، رکن دوم رسالت، ص101)

101 پہلے مصرعہ میں مولانا سے ایک لفظ لکھنے سے رہ گیا ہے مصرعہ اس طرح سے ہے "تیرا رتبہ جوہرِ آئینہ لولاک ہے" (ڈاکٹر صابر کلوروی، کلیات باقیات شعر اقبال، اقبال اکیڈمی لاہور، 2004ء، ص42) دیکھیے سمیرا نسرین، اشاریہ کلیات اقبال شعر اقبال، دار الفکر لاہور، 2006، ص49-108)

ای زمیں از بارگاہت ارجمند آسماں از بوسہِ بامت بلند[102]

بہرحال فطرتِ انسانی کے لاینحل سوالات کا کامل، قیم، لازوال جواب جس شان سے آیا اسی کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں

ترکِ آفل براھیم خلیل انبیاء را نقش پائے او دلیل

آں خدا لم یزل را آیتے داشت در دل آرزوئے ملتے

جوئے اشک از چشمِ بے خوابش چکید تا پیام طھرا بیتی شنید

بہر ما ویرانۂ آباد کرد طائفاں را خانہ بنیاد کرد

تانہال "تب علینا" غنچہ بست صورت کارِ بہارِ ما نشست

حق تعالیٰ پیکر ما آفرید وز رسالت در تن ما جاں دمید

حرف بے صوت اندریں عالم بدیم از رسالت مصرع موزوں شدیم[103]

---

[102] یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی ذات مبارک کا وجود میں آنا (انسانی) زندگی کا شباب ہے اور آپ کا جلوہ زندگی کے خواب کی تعبیر ہے۔ اس زمین کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ کے باعث قدر و منزلت حاصل ہوئی اور آسمان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چوکھٹ کو چوم کر بلندی پا گیا۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، عرض حال مصنف بحضور رحمۃ للعالمین، ص166)

[103] ابراہیم خلیل اللہ ڈوب جانے والوں کی خدائی کا بھرم توڑنے والی ذات ہے (قرآن کی آیت کی جانب اشارہ ہے جس میں حضرت ابراہیم نے مشرکین سے کواکب، قمر اور شمس کی خدائی کارد کرتے ہوئے کہا کہ لا احب الافلین۔ میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ آپ کے نقوشِ قدم انبیاء کرام (کی دعوتی و تبلیغی زندگی) کے لیے راہنما کی حیثیت رکھتے

ہمچناں آں رازدانِ جزو کل
گرد پایش سرمۂ چشمِ رسل

یعنی آں شمعِ شبستانِ وجود
بود در دنیا و از دنیا نبود

جلوہ او قدسیاں را سینہ سوز
بود اندر آب و گل آدم ہنوز[104]

ہیں۔ جناب ابراھیم کی ذات، خدا تعالیٰ جن کی ہستی لازوال ہے، کی نشانی تھی۔ آپؑ کے دل میں ملتِ اسلامیہ کی آرزو پیدا ہوئی۔ ان کی بے خواب بیدار آنکھوں نے اشک باری کی تب انہوں نے طھرا بیتی کا پیغام سنا (قرآن کی آیت طَھِرَا بَیْتِيَ لِلطَّائِفِینَ وَالعَاکِفِینَ وَالرُّکَّعِ السُّجُود کی جانب اشارہ ہے) تب انہیں حکم ہوا کہ ہمارے لیے اس ویرانہ (صحرائے عرب اور مکہ کے شہر) کو آباد کرو اور طواف کرنے والوں کے لیے اللہ کے گھر کی بنیاد رکھو۔ تب ان کی آرزو کے پودے پر تُب علینا کا پھول کھلا اور بہار (رحمت خداوندی) سے کام چل پڑا۔ حق تعالیٰ کے حکم سے پہلے صرف تن اور پیکرِ خاکی پیدا ہوا اور ہمارے تن خاکی میں رسالت کی روح کی وجہ سے جان آئی۔ ہم تو پہلے صرف بے آواز حرف کی حیثیت رکھتے تھے رسالت کی وجہ سے ہم موزوں مصرعہ کی صورت میں ڈھل گئے (اور معنویت حاصل ہوئی)۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، رکن دوم رسالت، ص100۔101)

104 رسول ﷺ کی ذات پاک جزو و کل کے رازوں سے آگاہ ہے اور آپ ﷺ کے پاؤں کی خاک انبیاء کی آنکھوں کا سرمہ ہے۔ آپ ﷺ کی ذات شبستان وجود میں شمع بن کر روشن ہوئی (یعنی آپ ﷺ کے وجود سے کائنات ہستی کو وجود عطا ہوا) آپ ﷺ دنیا میں تشریف لائے لیکن آپ ﷺ کا مقصود دنیا نہیں تھی۔ آپ ﷺ کے جلوے فرشتوں اور ملاء اعلیٰ کی مجالس میں گرمیٔ (محبت و معرفتِ الٰہی) تھی جب ابھی حضرت آدمؑ مٹی اور پانی کی صورت میں تھے۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، در معنی ایں کہ چوں ملت محمدیہ مؤسس بر توحید و رسالت است پس نہایت مکانی ندارد، ص113)

آں که جاں در پیکر گیتی دمید — روزگار تازہ آئین آفرید[105]

در شبستان حرا خلوت گزید — قوم و آئین و حکومت آفرید

بند شبہا چشم او محروم نوم — تا بہ تختِ خسروی خوابیدہ قوم

بوریا ممنون خواب راحتش — تاجِ کسریٰ زیر پائے امتش

ئت ھیجا تیغ و آہن گداز — دیدۂ او اشک بار اندر نماز

در جہاں آئینِ نو آغاز کرد — مسند اقوام پیشیں در نورد[106]

بدست آورد نبضِ کائنات — وانمود اسرار تقویمِ حیات[107]

---

105 آپ ﷺ نے اس کائنات ہستی میں روحِ حیات پھونکی اور ایک نئے آئینِ جہاں بانی سے دنیا کو روشناس یہ۔(کلیات فارسی، اسرار خودی، در معنی ایں که سیدۃ النساء فاطمۃ الزھراؓ اسوۂ کاملہ ایست برائے نساء اسلام، ص152)

106 آپ ﷺ غار حرا کی خلوتوں میں راتوں کو فکر مند رہے یہاں تک کہ (وحی کی روشنی میں) آپ ﷺ نے مبعوث ...ر ایک نئی امت، نئے قانون شریعت اور نئے طرز جہاں بانی سے دنیا کو آگاہ کیا۔ آپ ﷺ کی راتیں نسلِ انسانی کے ...میں جاگتے گزرتیں یہاں تک کہ وہ وقت آگیا کہ آپ کی امت غلبہ پاکر تختِ خسروی پر خواب آغوش ہونے والی بن ...آپ ﷺ کی تلوار میدانِ جنگ میں لوہے کو کاٹتی تھی اور نماز میں آپ ﷺ کی آنکھیں (اللہ کے حضور) اشکبار ...تھیں۔ آپ ﷺ نے دنیا میں نئے آئین کا آغاز کیا اور اقوامِ ماضی کی بساط لپیٹ دی۔(کلیات فارسی، اسرار ...بیان ایں کہ خودی از عشق و محبت استحکام می پذیرد، ص19)

107 ...پ ﷺ نے نبضِ کائنات پر انگلیاں رکھ کر زندگی کے اسرار و رموز کو افشا کیا۔(کلیات فارسی، اسرار خودی، دریں ...بیت حقیقی از محکم گرفتن نصب العین ملیہ است، ص139)

لیکن یہ آئین نو کیا گزشتہ پیغمبروں یا پیغمبروں کے پیغام سے مختلف تھا؟ زمانی قیود سے یہ تعلیم آزاد و تہی اور وہی تعلیم تھی جو پہلوں نے دی تھی۔ فرماتے ہیں

از غم امروز و فردا رستہ ایم — باکسے عہدِ محبت بستہ ایم[108]

کیونکہ امروز میں وہی ملا ہے جو ماضی میں دیا گیا تھا اور فردا میں کام آئے گا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ کیا اس کا حاصل یہ ہے کہ گزشتہ تعلیمات کی آلودگیوں کو صاف کیا۔

از قبائے لالہ ہائے چمن — پاک شست آلودگیہائے کہن[109]

اسی کا نام تصحیح ہے اور تصدیق کی

دردل حق سر مکنونیم ما — وارث موسیٰ وہارونیم ما[110]

تصدیق و تصحیح کے ساتھ تکمیل بھی آپ کا کام تھا۔ اسی طرف اشارہ کیا

---

108 ہم آج اور کل کی قید سے آزاد ہو گئے۔ ہم نے کسی سے عہدِ محبت باندھ لیا (جو وقت کی حدوں سے ماورا ہے)۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، الوقت سیف، ص 75)

109 اس چمن کے پھولوں پر جمی ہوئی آلودگیوں اور آلائشوں کو اس نے صاف کر ڈالا۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، در معنی ایں کہ جمیعت حقیقی از محکم۔۔۔۔۔ حفظ و نشر توحید است، ص 145)

110 ہم، سینہ عالم میں حق تعالیٰ کا پوشیدہ راز ہیں اور ہم ہی موسیٰ اور ہارون کے وارث ہیں (کلیات فارسی، اسرار خودی، الوقت سیف، ص 75)

طور موجے از غبار خانہ اش　　　کعبہ را بیت الحرم کاشانہ اش[111]

غرض

آبِ کوثر تشنہ کا مان محبت کا ہے تو　　　جس کے ہر قطرہ میں سو موتی ہوں وہ دریا ہے تو

طور پر چشم کلیم اللہ کا تارا ہے تو　　　معنیٔ یاسیں ہے تو، مفہوم اَو ادنیٰ ہے تو[112]

زیبِ حسن محفلِ اشرافِ عالم تو ہوا　　　تھی مؤخر تیری آمد پر مقدم تو ہوا[113]

شکوہ سنج سختی آئین مشو　　　از حدودِ مصطفیٰ بیروں مرو[114]

بہر حال آخری منزل یہی تھی

---

[111] طور (اپنی قدر و منزلت کے باوجود) آپ ﷺ کے گھر کے موجِ غبار کی حیثیت رکھتا ہے اور کعبہ ان کا کاشانہ مبارک ہونے کے باعث بیت الحرم ہے۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، در بیاں ایں کہ خودی از عشق و محبت استحکام می پذیرد، ص 19)

[112] کلیات باقیات شعر اقبال، ص 41، اشاریہ کلیات اقبال شعر اقبال، ص 9،56

[113] ایضاً ص 42

[114] شریعتِ محمدی ﷺ پر سختی اور تنگی کا شکوہ نہ کر اور مصطفیٰ ﷺ کی (متعین کردہ) حدود سے باہر نہ جا۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، مرحلہ اول اطاعت، ص 41)

در دل مسلم مقامِ مصطفیٰ است | آبروئے ما زنامِ مصطفیٰ است[115]
طرحِ عشق انداز اندر جانِ خویش | تازہ کن با مصطفیٰ پیمانِ خویش[116]
دامنش از دست دادن مردن است | چوں گل از بادِ خزاں افسردن است[117]

نبوتِ کبرٰی کے خدمات[118]

از تو بالا پایہ ایں کائنات | فقر تو سرمایہ ایں کائنات
این زمیں از بارگاہت ارجمند | آسماں از بوسۂ بامت بلند
در جہاں شمعِ حیات افروختی | بندگانِ را خواجگی آموختی

---

115 ہر مسلمان کے دل میں حضرت محمد ﷺ کا مقام بہت بلند ہے۔ ہماری تو آبرو ہی محمد ﷺ کے ناموس سے وابستہ ہے۔(کلیاتِ فارسی، اسرارِ خودی، در بیاں ایں کہ خودی از عشق و محبت استحکام می پذیرد، ص19)

116 اپنی ذات میں عشقِ(مصطفیٰ ﷺ) کی نئے انداز سے بنیاد مستحکم کر اور مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ نئے سرے سے وفا کا عہد باندھ۔(کلیاتِ فارسی، اسرارِ خودی، پیش کش بحضور ملتِ اسلامیہ، ص81)

117 اس کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دینا(قلب و روح) کی موت ہے جس طرح بادِ خزاں پھول کے لیے موت کا پیغام ہے۔(کلیاتِ فارسی، اسرارِ خودی، رکن دوم رسالت، ص101)

118 اس عنوان کی لفظی و معنوی ترکیب عجیب ہے۔"کے خدمات" کی بجائے "کی خدمات" ہونا چاہیے لیکن نبوت کی خدمات میں نبوت کا خدمت کرنے کا جو تاثر ابھرتا ہے وہ ذوق پر گراں سا محسوس ہوتا ہے یا تو اس کے ساتھ گراں قدر کا لفظ لگا دیا جاتا یا پھر نبوتِ کبریٰ کے احسانات کا عنوان باندھا جاتا تو مناسب ہوتا۔

بے تو ازنابود مندیہا خجل — پیکراں ایں سرائے آب و گل 119

در نگاہِ او یکے بالا و پست — با غلام خویش بریک خواں نشست (طبقات کا خاتمہ)

از حجاز و چین و ایرانیم ما — شبنم یک صبح خندانیم ما (اوطان کا اختتام) 120

امتیازاتِ نسب را پاک سوخت — آتش او ایں خس و خاشاک سوخت 121

درد جو انسان کا تھا وہ تیرے پہلو سے اٹھا

قلزمِ جوشِ محبت تیرے آنسو سے اٹھا 122

اس کا نتیجہ ہوا

---

119 آپ ﷺ کے وجود مقدس کے شرف کے باعث اس کائنات کی شان بلند ہے۔آپ ﷺ کا فقر کائنات کا سرمایہ ہے۔(کلیات فارسی، اسرار خودی، عرضِ حال مصنف بحضور رحمۃ للعالمین، ص166) اس زمین کو آپ ﷺ کی بارگاہ کے باعث قدر و منزلت حاصل ہوئی۔آسمان آپ ﷺ کی چوکھٹ کو چوم کر بلندی پا گیا۔آپ ﷺ نے اس جہان میں زندگی کی شمع روشن کی اور غلاموں کو آقائی سکھائی۔آپ ﷺ کے بغیر پیکرانِ آب و گل کا وجود گویا نہ ہونے کی شرمندگی کا شکار تھا۔

120 ان کی نگاہ میں بلند و پست (امیر و غریب و اعلیٰ ادنیٰ) سب برابر تھے اور آپ ﷺ نے غلام اور آقا کو ایک دستر خوان پہ بٹھادیا۔(کلیات فارسی، اسرار خودی، در بیاں ایں کہ خودی از عشق و محبت استحکام می پذیرد، ص19)

121 ہم حجاز و چین و ایران میں ایک ہی مسکراتی ہوئی صبح کی شبنم ہیں۔(کلیات فارسی، اسرار خودی، در بیاں ایں کہ خودی از عشق و محبت استحکام می پذیرد، ص20)

122 کلیات باقیات شعر اقبال، ص41، اشاریہ باقیات شعر اقبالِ ص73، ص110

شش جہت روشن زتاب روئے تو / ترک و تاجیک و عرب ھندوئے تو[123]

دشت میں، دامنِ کہسار میں، میدان میں ہے / بحر میں، موج کی آغوش میں، طوفان میں ہے

چشمِ اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے / رفعتِ شانِ رفعنالک ذکرک دیکھے[124]

پس

از رسالت صد ہزار مایک است / جزو ما از جزو مالا ینفک است

آں کہ شان اوست "یہدی من یرید" / از رسالت حلقہ گرد ما کشید

حلقۂ ملت محیط افراستے / مرکز او وادی بطحا ستے

ماز حکم نسبت و ملتیم / اہلِ عالم را پیام رحمتیم

از میان بحر او خیزیم ما / مثل موج از ہم نمیریزیم ما[125]

---

123 اطرافِ عالم آپ ﷺ کی تابندگی سے روشن ہیں۔ ترک و تاجک، عرب اور ہندی سب کا مرکز آپ ﷺ کی ذات ہے۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، عرض مصنف بحضور رحمۃ للعالمین، ص166)

124 کلیاتِ اردو، بانگِ درا، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، 1975ء، ص25

125 رسالتِ محمدی ﷺ کی وجہ سے ہم ہزاروں ہونے کے باوجود یکجائی کی لڑی میں پروئے ہوئے ہیں اور ہمارا ہر جزو اٹوٹ انگ ہے۔ وہ اللہ جل شانہ جس کی شان ہے کہ جسے چاہتا ہے ہدایت عطا کرتا ہے، اس نے ہماری گردنوں کو رسالتِ محمدی ﷺ کا حلقہ بگوش کر دیا ہے۔ اسی رسالتِ محمدی ﷺ سے حلقۂ ملت مضبوط اور وسیع ہے جس کا مرکز وادئ بطحا ہے۔ ہم اسی نسبت سے ملت کی صورت میں تشکیل پا کر مستحکم ہو گئے اور اہلِ عالم کے لیے پیغامِ رحمت ہیں ہم

از رسالت ہم نوا گشتیم ما
ہم نفس، ہم مدعا گشتیم ما

دینِ فطرت از نبی آموختیم
در رہِ حق مشعلے افروختیم

این گہر از بحرِ بے پایان اوست
ما کہ یک جانیم از احسانِ اوست

قوم را سرمایۂ قوت ازد

حفظ سرّ وحدت ملت ازد[126]

دین الفطرت کیا ہے

کائنات کی کارفرما قوت کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنے کی کوشش کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ کارفرما قوت انسانی مرضی کے مطابق ہو جاتی ہے۔ یہی خودی کی بیداری ہے۔ اس کی دو منزل ہے۔ غیروں کے دباؤ سے آزادی، جن کے پاس مرضی، خود اپنی اصلی حالت میں موجود نہیں ہے۔

بلندیوں کی جانب عروج کرتے ہیں جس طرح سمندر کی موجیں بلند ہوتی ہیں لیکن موجیں ایک دوسرے سے وابستہ رہتی ہیں۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، رکن دوم رسالت، ص 101)

126 ہم رسالتِ محمدی ﷺ کے باعث ہم نوا ہو گئے۔ ہم نفس اور ہم مدعا بن گئے۔ ہم نے نبی ﷺ سے دینِ فطرت کا سبق از بر کر لیا اور پھر راہِ حق میں ہدایت کی شمعیں روشن کرنے والے بن گئے۔ یہ اس بحرِ بے کنار کی عنایت ہے۔ ہم اگر ایک ہیں تو یہ رسالتِ محمدی ﷺ کا ہی احسان ہے۔ امت کا سرمایۂ قوت آپ ﷺ کی رسالت سے وابستگی ہے اور ملت کی وحدت کا راز آپ ﷺ کی رسالت سے تعلق میں پنہاں ہے۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، رکن دوم رسالت، ص 102)

نکتہ سنجاں را صلائے عام دہ — از علوم امیؐ پیغام دہ
امی پاک از ہوا گفتار او — شرحِ رمز ما غویٰ گفتار او
اے کہ می داری کتابش در بغل — تیز تر نہ پا بہ میدانِ عمل[127]

اوروں کے پاس خالص مرضی حق نہیں ہے بلکہ فکر بافیوں کے نتائج اس میں شریک ہیں

فکرِ انسان بت پرستے، بت گرے — ہر زماں در جستجوئے پیکرے[128]

مسلمانوں (کی) قدیم وجدید نسل پر تنقید

ساقی دیرینہ را ساغر شکست — بزمِ رندانِ حجازی بر شکست
شیخ در عشقِ بتاں اسلام باخت — رشتۂ تسبیح از زنار ساخت
پیرہا پیر از بیاضِ مو شدند — سخرہ بہر کودکان کو شدند

---

127 نکتہ وروں کو صلائے عام دے اور انہیں رسول امیؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علومِ بے کنار کا پیغام پہنچا۔ وہ رسول امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کی گفتگو ہوائے نفس کی آلائشوں سے پاک ہے اور ان کا بولنا ما غویٰ کی شرح و تفسیر ہے۔ تو ان کی لائی ہوئی کتاب کو بغل میں دبائے پھرتا ہے لیکن میدانِ عمل میں تو سبک رفتاری سے آگے نہیں بڑھتا۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، در معنی ایں کہ جمیعت حقیقی محکم گرفتن نصب العین ملیہ است، ص 139-140)

128 انسانی فکر بت گر بھی ہے اور بت پرست بھی (یعنی مظاہر پرستی اور حس کی قیدی ہے) اور ہر زمانے میں وہ کسی نئے پیکرِ حس پرستی کو قبول کر لیتی ہے۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، در معنی ایں کہ جمیعت حقیقی محکم گرفتن نصب العین ملیہ است، 140)

دل ز نقش لا الہ بیگانہ ای — از صنم ہائے ہوس بتخانہ ای[129]

می شود ہر مو درازے خرقہ پوش — آہ ازیں سودا گران دیں فروش

با مریداں روز و شب اندر سفر — از ضرورت ہائے ملت بے خبر

دیدہ ہائے بے نور مثل نرگس اند — سینہ ہا از دولتِ دل مفلس اند

واعظاں ہم صوفیاں منصب پرست — اعتبارِ ملتِ بیضا شکست[130]

---

129 ساقی دیرینہ نے بھی اپنا جام و سبو توڑ دیا۔ مے خانہ حجاز کی شرابِ طہور کے رندانِ مست حال بھی شکست خوردہ ہیں۔ شیخ پاکباز نے بتوں کی چاہت میں اپنا اسلام برباد کر دیا ہے اور تسبیح کو زنار کے ساتھ باندھ دیا ہے۔ پیرانِ طریقت سفید بالوں کی کرامت سے پیر بن گئے ہیں گویا چھوٹے بچوں کو بہلانے کے لیے کوئی مسخرے ہیں۔ دل لا الہ الا اللہ کے نقش سے عاری و بیگانہ ہے۔ ہوس کے بتوں سے آباد کوئی بت کدہ ہے۔(اندرز میر نجات نقشبند المعروف بہ بابائے صحرائی۔۔۔ مسلمانانِ ہندوستان رقم فرموہ است، ص69۔70)

130 ہر لمبے بالوں والا خرقہ پوش(اور صوفی) بن گیا ہے، افسوس ہے ان دین فروش کاروباریوں پر۔(پیرانِ عظام)دن رات اپنے مریدوں کے ساتھ سفر میں رہتے ہیں اور ملتِ اسلامیہ کی ضرورت(اور زبوں حالی) سے بے خبر و فکر تھے۔ان کی آنکھیں نرگس کی طرح روشنی(بصیرت و بصارت) سے محروم ہیں اور ان کے سینے دولتِ دل(دردمند) سے خالی ہیں۔ واعظانِ کرام بھی صوفیوں کی طرح منصب پرست ہیں۔ انہوں نے بھی امتِ مسلمہ کے اعتبار کو برباد کیا ہے۔(کلیات فارسی، اسرار خودی، اندرز میر نجات نقشبند۔۔۔۔۔، ص70)

جدید طبقہ

علم حق را در قفا انداختی — بہر نانے نقد دیں در باختی[131]

مثل نے خود راز خود کردی تہی — بر نوائے دیگراں دل مے نہی

اے گدائے ریزہ از خوانِ غیر — جنس خود می جوئی از دکانِ غیر[132]

علمِ غیر آموختی اندوختی — روئے خویش از غازہ اش افروختی[133]

می شود در علم و فن صاحبِ نظر — از وجودِ خود نگر دد باخبر

بے نصیب آمدز اولاد غیور — جاں بہ تن چو مردہ در خاک گور

دردل شان آرزوہائے ثبات — مردہ زایند از بطونِ امہات

از حیا بے گانہ پیرانِ کہن — نوجواناں چو زناں مشغولِ تن

---

131 علمِ حق کو تو نے کوڑے میں پھینک دیا ہے۔ روٹی کے (ٹکڑوں کے) لیے تو نے دین کی قیمتی متاع برباد کر دی۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، اندر زمیر نجات نقشبند۔۔۔۔، ص68)

132 بانسری کی طرح اپنے آپ کو اپنی خودی سے خود خالی کر دیا۔ اس لیے تو تیرا دل غیر کی آواز پہ مرتا ہے۔ اے غیروں کے دستر خوان سے بچا کھچا اور ٹکڑے چننے والے بھکاری، تو اپنی جنس دوسروں کی دکان سے تلاش کرتا پھرتا ہے۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، اندر زمیر نجات نقشبند۔۔۔، 69)

133 تو نے غیروں کا علم سیکھا ہے اور زادِ راہ بنایا ہے۔ تو اپنے چہرے کی رونق دوسروں کے غازہ سے بڑھانا چاہتا ہے۔ (کلیات فارسی، اسرار خودی، اللہ الصمد، ص160)

دخترانِ او بزلفِ خود اسیر
شوخ چشم و خود نما و خردہ گیر

ساختہ، پرداختہ، دل باختہ
ابروان مثل دو تیغ آختہ 134

گرم رو در جستجوئے سرمۂ
واقف از چشم سیاہ خود نۂ 135

بردلِ خود نقشِ غیر انداختی
خاک بردی کیمیا در باختی 136

اے فلک مشتِ غبار کوئے تو
اے تماشا گاہِ عالم روئے تو

---

134 تو علم و فن میں صاحبِ نظر ہو گیا ہے لیکن اپنی ذات کی تجھے ابھی تک کچھ خبر نہیں ہے تو غیرت مندوں کی کم نصیب اولاد ہے۔ تیرا وجود قبر کی خاک میں پڑے مردوں کی طرح ہے ان کے دل میں ثبات کی آرزوئیں ہیں۔ ماں کے رحم سے مردوں نے جنم لیا ہے۔ بوڑھے حیا سے بیگانہ اور خالی ہیں، نوجوان لڑکیوں کی طرح اپنے بدن کی آرائش و زیبائش میں مگن یں۔ ان کی بیٹیاں اپنی زلفوں کی خود اسیر ہیں۔ شوخ چشمی، خود نمائی اور باریک بینی سے جسم کی زیبائش کرنے والی یں۔ تصنع کی ماری، رنگ و روغن سے لدی اور دل کی دولت سے عاری یہ بیٹیاں ہیں، جن کے ابرو بے نیام تلواروں کی لرح تنے رہتے ہیں۔ (کلیات فارسی، پس چہ باید کرد اے اقوامِ مشرق، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز اہور، 1975، حکمتِ فرعونی، ص 15)

13 اپنی آنکھوں کے لیے سرمہ کی تلاش میں ماری ماری پھرتی ہیں۔ اپنی آنکھوں کے فطری حسنِ سیاہی سے آگاہ ہی نہیں ں (کہ انہیں سرمہ کی ضرورت ہی نہیں)۔ (کلیات فارسی، اندرز میر نجات نقشبند۔۔۔، ص 68)

13 اپنے دل میں غیروں کی نقش گری سے تزئین کر لی۔ سونا ضائع کر کے مٹی سنبھال لی۔ (کلیات فارسی، اللہ صمد، ص 61)

هم چو موج، آتش ته پامی روی | تو کجا بهر تماشامی روی[137]

مغربی تعلیم سے توقع؟

آبِ حیوان از دمِ خنجر طلب | از دهانِ اژدها کوثر طلب

سنگِ اسود از در بتخانه خواه | نافهٔ مشک از سگِ دیوانه خواه[138]

نکتہ 31: بسم اللہ الرحمن الرحیم

23 نومبر 53(19) مرثیہ

مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

عجب اتفاق ہے مہینوں بعد گیلانی سے استھانواں میلاد کی ایک مجلس میں شریک ہونے کے لیے نکلا۔ استھانواں میں لاری سے اتر کر گاؤں میں جب داخل ہوا تو الفلاح لائبریری کے سامنے تالاب پر جو راستہ

---

137 یہ آسمان تیرے کوچے کی خاک کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ سارا جہان تیرے چہرے کی جانب نظر کرتا ہے (گویا ان کا مرکزِ نگاہ تو ہے)۔ موج آب کی طرح کس طرف بے قرار ہو کر جاتا ہے۔ تو کس کی جانب بہر تماشا لپکتا ہے (جب کہ تیری ذات خود مرکز ہے) (کلیات فارسی، پیش کش بحضور ملتِ اسلامیہ، ص 81)

138 خنجر کی تیز دھار سے آبِ حیات شوق سے مانگ اور اژدہاؤں کے منہ سے آبِ کوثر کی لذت مانگتا رہ۔ بت کدوں میں جا کے حجرِ اسود کی تلاش کرتا رہ۔ پاگل کتے سے مشکِ نافہ کی تمنا کرتا رہ۔ (کلیات فارسی، اندرز میر نجات نقشبند۔۔۔، ص 68) علامہ اقبالؒ کے اسرارِ خودی اور رموزِ خودی کے اشعار کی تفہیم کے لیے درج ذیل منظوم اردو ترجموں سے مدد لی گئی ہے: (اسرارِ خودی، مترجم: عبد الرشید فاضل، اقبال اکیڈمی، لاہور، 1976ء)، (رموزِ خودی، ابو لب شادمانی، اقبال اکیڈمی، لاہور، 1975ء)

ہے ایک صاحب شریف صورت آتے ہوئے معلوم ہوئے۔ سلام و کلام ہوا، بولے کہ رات دسنہ میں ریڈیو میں یہ خبر سنی گئی کہ مولانا سید سلیمان ندوی کا انتقال ہو گیا۔ دل پر سخت چوٹ پڑی، چند مصرعے دماغ میں گھومنے لگے۔ جواب نظم کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔ وھو ھذا

اے سلیمان! آہ پیغمبر کا وہ سیرت نگار
جس پہ نازاں ہند تھا اور فخر کرتا تھا بہار

آج محفل علم کی افسوس سونی ہو گئی
دین و دانش کے چمن کی لٹ گئی گویا بہار

اب کرے گا کون ہم میں دین کے اسرار کو
کاوشِ تحقیق کی صیقل گری سے آشکار

خدمت بے مزد کرتا ہے کون اسلام کی
کس پہ ہو گا مفت کے اس عشق کا سودا سوار

ذوقِ علمی کے تیرے عربی زبان ممنون ہے
ندوے کی تعلیم کا مانا گیا تو شاہکار

خندہ زن یورپ تھا قرآنی قصص پر جہل سے
تیرے خامہ نے بتایا ان کا تاریخی وقار

ہند اور تاریخِ اسلامی کے اسرار و رموز
سو رہو تم بھی جہاں سویا تھا تمہارا رازدار

حوصلہ افزائیاں تیری، خدا بخشے تجھے
کتنے ناکارے بنے ان کی بدولت اہل کار

چاک پردوں کو کرے گا کون استشراق کے
خود اسی کو اس کی چالوں پر کرے گا شرمسار[139]

اپنی تحریروں میں خود میری نظر تجھ پر رہی
رائے کا تیری، رہا دل کو ہمیشہ انتظار

آج ہیں مبہوت تیری راہ کے سارے رفیق
گم وہی ہے ان میں جو تھا سب سے بہتر شہسوار

---

139 یہ مصرعہ اس طرح بھی لکھا ہے "اس کی چالوں پر کرے گا خود اسی کو شرمسار"

کھوئے کھوئے آج کل ہیں جوش بھی اور ہوش بھی[140] حضرت امجد بھی چپ ہیں اور جگر بھی دل فگار[141]
خلق تیرا، حلم تیرا، تیرا شرمیلا مزاج یاد میں ان کی رہیں گی اپنی آنکھیں اشک بار
فتنہ ہائے نو بہ نو سے ہو گیا آزاد تو بے قراری میں یہی اک چیز ہے وجہ قرار
جن کے تو قابل نہ تھا، ان سے ملی تجھ کو نجات وہ بھی ہلکے ہو گے جن کے دلوں کا تھا تو بار
اہلِ دنیا اب نہ آئیں گے ستانے کے لیے ایک ہی مسئلہ کو پوچھیں گے نہ تجھ سے بار بار
یہاں چاہیں گے نہ تجھ سے اب صحافت کے سفیر وقت کو ضائع کرے گی اب نہ پبلک کی پکار
کام کیا ہے اب خدا والوں کا ایسے عہد میں خود نمائی، خود فروشی کی ہو جب دنیا شکار
پیری و بیماری میں اللہ رے چستی بڑی جست اک ایسی لگائی ہو گیا دنیا سے پار
بس گئے ہوں جس کے دل میں رحمۃ للعالمین گود میں اس کو نہ کیوں لے رحمتِ پروردگار

---

140 مولانا نے اس مصرعہ میں جوش کے اوپر نمبر لگا کر حاشیہ کی صورت میں لکھا ہے کہ "اردو کے شاہانِ سخن سے مرحوم کے خاص تعلقات تھے"۔ اس مصرعہ میں جوش سے مراد معروف شاعر جناب جوش ملیح آبادی ہیں۔

141 حضرت امجد سے مراد اس وقت کے معروف شاعر امجد حیدر آبادی ہیں۔ 1878ء میں پیدا ہوئے۔ اردو اور فارسی میں رباعیاں کثرت سے لکھیں۔ 1908ء میں حیدر آباد دکن کے دریائے موسیٰ میں آنے والے سیلاب میں امجد حیدر آبادی کی والدہ، اہلیہ اور بیٹی ڈوب کر جان بحق ہوئیں اور یہ اکیلے ایک درخت کی شاخ پر لٹکنے کی وجہ سے بچ گئے۔ ان کی رباعیوں میں اس اندوہناک سانحے کی وجہ سے آنسوؤں کا ارتعاش محسوس ہوتا ہے۔ 1961ء میں انتقال ہوا۔ جگر سے مراد معروف شاعر جناب جگر مراد آبادی ہیں۔

دل بھی کہتا ہے کہ تو مرحوم ہے مغفور ہے
مصطفیؐ تیرے شفیع اور رب تیرا آمر روزگار

ہے یہی کافی کہ تجھ کو تھانوی دربار سے
جانشینی اور خلافت کا تھا حاصل افتخار

گرچہ تو تنہا گیا ہے پر دلاتا ہوں یقین
آرہے ہیں آگے پیچھے تیرے سب احباب و یار

ہے جسد مدفون تو کیا روح تو آزاد ہے
اپنے تصنیفی ادارے کی تماشا کر بہار

قافلہ سارا اب بھی غم زدہ مسعود ہے[142]
بعد میں تیرے پشت پر اپنی اٹھائے تیرا بار

رو رہے ہیں منہ چھپائے مولوی عبدالسلام[143]
دل بھی اور آنکھیں بھی ان کی آج ہیں خونابہ بار

---

[142] مولانا مسعود علی ندوی کی پیدائش 1889ء میں بھیارہ ضلع بارہ بنکی میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی، 1904ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخلہ لیا، 1913ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔ علامہ شبلی کی وفات کے بعد کئی مہینے تنہا اعظم گڑھ میں مقیم رہے اور دارالمصنفین کے ابتدائی مراحل اور انتظامات مکمل کیے۔ دارالمصنفین کے ابتدائی پانچ ارکان میں مولانا کا نام شامل تھا، کانگرس، مجلس خلافت اور جمیعۃ العلماء کے جلسوں میں سرگرمی سے حصہ لیتے تھے، مکاتیب شبلی میں مولانا مسعود ندوی کے نام 33 خطوط ہیں، اس سے علامہ شبلی کے ان سے تعلق کی نوعیت کا علم ہوتا ہے، 27 اگست 1967ء میں وفات پائی۔ اپنے استاد علامہ شبلی کے سرہانے دارالمصنفین میں مدفون ہیں۔

[143] مولانا عبدالسلام ندویؒ اعظم گڑھ کے موضع علاء الدین پٹی میں 16 فروری 1883ء بروز جمعہ پیدا ہوئے۔ مولانا نے ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب میں حاصل کی پھر کانپور، آگرہ اور مدرسہ چشمہ رحمت غازی پور سے تعلیمی تشنگی بجھائی۔ اس کے بعد 1906ء میں 23 سال کی عمر میں دارالعلوم ندوۃ العلماء درجہ پنجم میں داخلہ لیا۔ اس زمانہ میں رسالہ "الندوۃ" علامہ شبلی کی ادارت میں بڑی آب و تاب کے ساتھ نکل رہا تھا۔ داخلہ کے ساتھ ہی مولانا نے "تناسخ" پر مضمون لکھا۔ مولانا شبلی نے تعریفی نوٹ کے ساتھ مضمون شائع کیا۔ 1909ء میں تکمیل ادب میں داخل

شاہ مولانا معین الدین احمد کو بھی دیکھ[144] چاک ہے جن کا گریباں اور دامن تار تار
اور عزیز خاص تیرا اف صباح الدین غریب[145] تیرے ہی در پر پڑا ہے خستہ و زار و نزار

ہوئے۔ 1910ء میں فراغت کے بعد وہیں عربی ادب کے استاد مقرر ہوئے۔ مولانا کی تصنیفی زندگی پچاس سال پر محیط ہے۔ انہوں نے دو درجن سے زیادہ کتابیں اور کئی سو صفحات پر مشتمل خطابات و مقالات تحریر کیے۔ ان کی پہلی باقاعدہ کتاب سیرت عمر بن عبد العزیز ہے۔ اس کے علاوہ اسوۂ صحابہؓ، اسوۂ صحابیاتؓ، اقبال کامل، امام رازی وغیرہم معروف ہیں۔ 4 اکتوبر 1956ء میں انتقال ہوا اور اپنے استاد مولانا شبلی کے سرہانے مدفون ہیں۔

[144] 1903ء میں رُودَولی، ضلع فیض آباد، اتر پردیش میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت ان کے نانا شرف الدین احمد کے زیر نگرانی ہوئی۔ عربی و فارسی انہی سے پڑھی۔ پھر فرنگی محل کے دار العلوم میں داخل ہوئے۔ متوسطات تک کی تعلیم یہاں حاصل کی۔ اس کے بعد دار العلوم ندوۃ العلماء میں داخل ہوئے۔ وہاں مولانا شبلی نعمانی سے بھی تلمذ ہوا۔ صلاحیتوں کے باعث وہاں نمایاں رہے۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے ان کو چن لیا۔ 1924ء میں دار المصنفین اعظم گڑھ کے رفیق بنے۔ 1950ء مولانا سید سلیمان ندویؒ کے پاکستان آنے کے بعد دار المصنفین کے شعبہ علمی کے ناظم بنے۔ نصف صدی دار المصنفین سے متعلق رہے۔ 1970ء میں حکومت ہند کی طرف سے انہیں صدر جمہوریہ ایوارڈ برائے عربی خدمات دیا گیا۔ 13 دسمبر 1974ء بروز جمعہ انتقال ہوا۔ وصیت کے مطابق رُودَولی میں آبائی قبرستان میں دفن کیا گیا۔ درجن سے زائد کتب اور سینکڑوں مقالات تحریر فرمائے۔

[145] سید صباح الدین نام تھا اور عبد الرحمن کا قلمی و ادبی نام اختیار کیا۔ دیسنہ صوبہ بہار میں 1911ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا آپ کی پیدائش سے دو ماہ پہلے انتقال ہو گیا اور عمر کے ساتویں برس والدہ بھی فوت ہو گئیں۔ نانا نانی نے پرورش کی۔ ابتدائی تعلیم دیسنہ میں حاصل کی۔ آپ نے خاندان کی ریت کے مطابق انگریزی تعلیم حاصل کی۔ 1920ء میں محمڈن اینگلو سکول پٹنہ میں داخل ہوئے اور اس کے بعد کالجز کے تعلیمی مراحل طے کرتے ہوئے پٹنہ یونیورسٹی سے بی اے اردو و فارسی کیا۔ 1935ء میں سید سلیمان ندویؒ نے ان کی صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے اپنے پاس دار المصنفین بلا

حق کی مرضی تھی وگرنہ یہ تمنا تھی مری
ہوتا اعظم گڑھ میں یا دسنہ میں تیرا مزار

راہ میں آئے گا لکھنو اور دریاباد بھی
ہیں جہاں تھامے کلیجے تیرے کچھ یارانِ غار[146]

ہو کبھی دسنہ جو آنا تو رہے اس کا خیال
ایک گیلانی میں بھی ہے آرزوؤں کا مزار[147]

نکتہ 32: بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترانۂ حمد

مجھے جان تو نے بخشی، مجھے آن بان بخشا
مجھے آنکھ تو نے بخشی، مجھے کان تو نے بخشا

مجھے تو نے عقل بخشی، مجھے تو نے گیان بخشا
یہ زبان تو نے بخشی، اسے پھر بیان بخشا

یہ زمین تو نے بخشی، مجھے آسمان بخشا[148]

یہ 1974ء میں مولانا شاہ معین الدین ندوی کی وفات کے بعد دارالمصنفین کے ناظم بنے۔ نومبر 1987ء میں انتقال ہوا۔

[146] مولانا نے خود یہاں نشان لگائے حاشیہ میں لکھا ہے یعنی مولانا عبد الباری، ڈاکٹر عبد العلی لکھنو میں اور مولانا عبد الماجد دریاباد میں۔

[147] دوسرے مصرعہ کے "ایک گیلانی میں بھی ہے" کے متبادل کے طور پر شعر کے نیچے مولانا نے یہ بھی لکھا ہے "کوئی گیلانی میں بھی تھا" یہ مرثیہ ماہنامہ ریاض کراچی "سلیمان نمبر" مارچ 1954ء میں شائع ہوا (مجموعہ خطوط گیلانی، ص 368-369)

[148] مولانا گیلانی کے اشعار

نکتہ 33:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہندی مسلمان بھارت میں

وطن کی زمین کس کو پیاری نہیں ہے
خدا کی زمیں ہے تمہاری نہیں ہے

جیو گے، اگر جینے دو گے سبھی کو[149]
کسی کی یہاں ٹھیکہ داری نہیں ہے

جو اس کا ہے حق وہ وہی چاہتا ہے[150]
کسی در کا مسلم بھکاری نہیں ہے

ہوا جس سے پیدا اسی پر ہے پھولا
کسی پر بھی یہ پھول بھاری نہیں ہے

وہ کھاتا کمائی ہے عرقِ جبیں کی
کسی کام، پیشے سے عاری نہیں ہے

خبر ظلم لے اپنے ایوان کی
کوئی طالب پاسداری نہیں ہے

توازن رہے عقل اور جوش میں
حکومت ہے یہ بادہ خواری نہیں ہے

لیا ہے تو دینا پڑے گا بھی تم کو[151]
نفع بازی اور سود خواری نہیں ہے[152]

---

149 مولانا نے اس مصرعہ کو پہلے اس طرح لکھا ہے "جو زندہ رکھو گے تو زندہ رہو گے" پھر اس کو کاٹ دیا ہے اور اس طرح لکھا ہے "اگر جینے دو گے تو خود بھی جیو گے" اور تیسری طرح جو لکھا ہے وہ اوپر متن ہم نے نقل کیا ہے۔

150 جو اس کا ہے حق میں "حق" کی جگہ "بس" بھی لکھا ہے شعر کے نیچے

151 یہ مصرعہ اس طرح بھی لکھا ہے۔ جو لو گے تو دینا بھی تم کو پڑے گا۔

152 اس مصرعہ سے پہلے "جوا اور یہ" لکھا ہے یعنی "نفع بازی" کی جگہ۔

ہر اک جیتنے والی امت یہاں
چھچھوری ہی باتوں سے ہاری نہیں ہے

دیے اس کے تاریخ میں پہچان ہیں
وہ شمشیر و خنجر، کٹاری نہیں ہے

ہرا ہو گیا وہ چمن جس سے گزرا
تو پھر کیوں وہ بادِ بہاری نہیں ہے[153]

وفادار کا وہ وفادار ہے
کسی کی مگر وہ سواری نہیں ہے

وہ چلتا ہے چال اپنی، اپنے قدم پر
وہ ہودج، کجاوہ، کماری نہیں ہے

مصائب کو وہ جھیلتا ہے سکوں سے[154]
زباں پر فغاں، آہ و زاری نہیں ہے

اسی وقت تک یہ ہوسناکیاں ہیں[155]
جنوں اس کا اس پر طاری نہیں ہے

وگرنہ وہ دھارا ہے طوفان کا
کسی کے دوپٹے کا دھاری نہیں ہے

مٹانے کی نیت مٹائے گی تم کو
خدا کے یہاں جنبہ داری نہیں ہے[156]

---

153 یہ مصرعہ بھی دو طرح لکھا ہے پہلا لکھ کے کاٹا ہے، غیر واضح ہے۔
154 اس مصرعہ کو اس طرح بھی لکھا ہے "وہ کربوں کو جھیلے چلا جاتا ہے"
155 اس مصرعہ کو اس طرح بھی لکھا ہے "یہی وقت دینے کا اس کے ہے جب تک"
156 یہ مصرعہ یوں بھی لکھا ہے "کسی کی یہاں ٹھیکہ داری نہیں ہے۔

نکتہ 34:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ یوسف علیہ السلام

کے متعلق بعض فتوحات گیلانیہ

(1) وَمَآ أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ[157] سے یہ مطلب کہ دنیا کی اکثریت ایمان نہ لائے گی، بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے لیکن سو(100) آدمی ہوں اور سفر میں ان میں سے 90آدمی روانہ ہوں یا کسی دستر خوان پر 90آدمی کھانا کھالیں اور دس(10) آدمی باقی رہ جائیں تو اردو میں بھی کہتے ہیں کہ بہت سے آدمی سفر سے یا کھانے سے رہ گئے۔ پس مطلب "بہت سے" کا یہ ہوتا ہے کہ ایک دو نہیں بلکہ سفر سے یا کھانے سے رہ جانے والوں کی تعداد بھی کافی ہے۔ یہاں اکثر الناس سے ان شاء اللہ یہی مراد ہے۔[158]

---

157 اور لوگوں کی اکثریت ایمان نہیں لائے گی اگرچہ آپ ان کے مومن ہونے کے بہت آرزو مند ہوں۔(یوسف:103)

158 مولانا کے بیان کردہ نکتہ کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے۔أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ (الحج:18) اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ گزاری کرنے والوں کے بارے میں کہا گیا "وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ "اور جور و گردانی کے باعث عذاب کا شکار ہوں گے ان کے بارے بھی کہا گیا"وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ"دونوں کے لیے کثیر کا لفظ استعمال ہوا ہے تو معنی تبھی درست ہو سکتے ہیں جب مولانا گیلانی کے بیان کردہ

(2)"اسوۂ محمدیہ" کو پیش کرتے ہوئے "ھذا" کا اشارہ قصۂ یوسفؑ کی طرف معلوم ہوتا ہے یعنی السراء والضراء سے گزری ہوئی زندگی اور ہر حال میں اللہ کی دعوت یہی مسلکِ محمدی ہے۔[159]

(3)حوادثِ کائنات سے ناگواری اور بات ہے اور ان کا غلط ہونا دوسری بات۔ الضراء سے ناگواری نہ ہو تو صبر کا مقام کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔ ناگواری سے تاثر اس حد تک بھی ترقی کر کے پہنچ سکتا ہے کہ وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ[160] کی حالت تک پہنچ گئے لیکن غلط اس لیے نہیں ہے کہ غلطی کی دو وجہ ہو سکتی ہے یا مانا جائے کہ حق تعالیٰ سے غلطی ہوئی۔ "سبحان اللہ" سے اس کی تردید مقصود ہے یا خدا کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرا کر غلطی کا الزام اس کے سر تھوپا جائے "وَمَآ أَنَاْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ"[161] سے اس کی تردید ہوئی۔

(4)ناگوار حالات یا الضراء میں ابتلاء کی یہ حد ہے کہ "إِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوا"[162] کے مقام تک آجاتے ہیں لیکن پھر بھی چونکہ "سُبْحَانَ اللهِ وَمَآ أَنَاْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ" ان کا مقام ہوتا ہے اس لیے "مایوسی تام" میں وہ کبھی مبتلا نہیں ہوتے کہ "یاس تام" جیسا کہ اسی سورۃ میں ہے

"بہت سے" کی تعبیر کو تسلیم کیا جائے کیونکہ عقلاً ناممکن ہے کہ مؤمنین اور معذبین بیک وقت ایک دوسرے کے مقابلے میں کثیر ہوں اور کوئی بھی قلیل نہ ہو۔

159 سورۃ یوسف میں اسوہ محمدیہ کو جس جگہ پر پیش کیا گیا وہ آیت قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَاْ وَمَنِ اتبعني (یوسف:108) ہے۔ مولانا نے "ھذا" لکھا ہے۔ یہ تسامح ہے "ھذہ" ہونا چاہیے۔

160 یوسف:84، ترجمہ: اس کی آنکھیں شدتِ غم میں رو رو کر سفید ہو گئیں اور وہ ہر وقت کڑھن میں رہتے تھے۔

161 یوسف:108

162 یوسف:110، ترجمہ: یہاں تک کہ رسول مایوس ہو گئے اور انہیں اس گمان نے گھیر لیا کہ وہ جھٹلا دیے گئے۔

کفر ہے[163] انبیاء کی ذات جس سے بری ہے پس ان کی یہ مایوسی فطرتِ انسانی کی وہ کیفیت ہے جو اسباب کی بندشوں میں بندھی ہوتی ہے۔

(5) وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّهِ إِلاَّ وَهُمْ مُّشْرِكُونَ[164] کا یہی مطلب ہے کہ ایمان کا صحیح اقتضاء پورا نہیں ہوتا۔

"الضراء" میں خدا کی طرف نقص کو منسوب کرنے کی جسارت نہیں ہوتی تو غیر اللہ پر اس کی ذمہ داری عائد کردی جاتی ہے۔[165]

---

[163] لاَتَايْئَسُوا مِن رَوْحِ اللّهِ إِنَّهُ لاَيَايْئَسُ مِن رَوْحِ اللّهِ إِلاَّ الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ (یوسف:87) اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ۔ اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے مگر جو کافروں کے طبقہ سے ہیں۔

[164] یوسف:106، مولانا کو لکھنے میں تسامح ہوا ہے۔ مولانا نے "باللہ" کی جگہ "الناس" لکھا ہے۔

[165] یہ بات اعتقاداً انبیاء و صلحاء اور عامۃ الناس سب سمجھتے اور جانتے ہیں کہ خالق خیر و شر اللہ تعالیٰ کی ذات ہے وَإِن يَمْسَسْكَ اللّهُ بِضُرٍّ فَلاَ كَاشِفَ لَهُ إِلاَّ هُوَ وَإِن يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (اگر اللہ تعالیٰ کسی کے لیے ضرر کا ارادہ فرمائیں تو اس ضرر کو دور کرنے والا ان کے علاوہ کوئی نہیں ہے اور اگر کسی کو خیر عطا کرنا چاہیں تو وہ ہر چیز پر قادر ہے) پر سب کا ایمان ہے لیکن جہاں تک "الضرّاء" یا "شر" کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا ہے تو قرآن مجید کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ انبیاء ضر اور شر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ادباً نہیں کرتے اور اس کو شیطان کی طرف منسوب کرتے ہیں اسی سورۃ یوسف میں جناب یوسفؑ اس معاملہ کو جو ان کے بھائیوں نے ان کے ساتھ کیا، شیطان کی طرف منسوب کیا أَن نَّزَغَ الشَّيْطَانُ بَيْنِي وَبَيْنَ إِخْوَتِي اسی طرح حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی تکلیف کی وجہ شیطان کو قرار دیا أَيُّوبَ إِذْ نَادَى رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ (ص:41) موسیٰؑ کے شاگرد نے مچھلی کے زندہ ہو کر سمندر میں چلے جانے کی بات کا ذکر بھول جانے پر فرمایا وَمَا أَنسَانِيهُ إِلاَّ الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ (الکھف:63)

نکتہ 35: بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ یوسف "ضرورت نبوت"

پچاس سال سے قرآن کی تلاوت کا سلسلہ جاری ہے۔آج 20 جون 1949ء میں بہ مقام گیلانی صبح کی تلاوت میں سورۃ یوسف پڑھ رہا تھا محسوس ہوا کہ "نبوت کی ضرورت کو ایک خاص پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔اسی دنیا کے قصے میں جب واقعات کا صحیح علم حس اور عقل سے نہیں ہو سکتا۔ستاروں اور شمس و قمر کے سجدے کا کیا مطلب؟[166] جس بچے کو غَيَابَةِ الْجُب[167] میں پھینکا جا رہا ہے وہ ملک مصر کا مختار کل ہو جائے گا؟[168] عالمِ مثال کے تمثیلات "بقرات سبع" "سنبلات سبع"، سمان و عجاف و خضر و یابسات[169] کے کیا نتائج ہیں۔اسی طرح رجلان اللذان دخلا معه فی السجن کے رؤیا کے

---

[166] یوسفؑ کے خواب کی طرف اشارہ ہے" إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ (یوسف:4)

[167] فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ وَأَجْمَعُوا أَن يَجْعَلُوهُ فِي غَيَابَةِ الْجُبِّ (یوسف:15) وہ سب یوسفؑ کو ساتھ لے گئے اور انہوں نے اتفاق کر لیا کہ وہ ان کو کنوئیں کی تاریکی میں پھینک دیں گے۔

[168] اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ (یوسف:55-56) یوسفؑ نے کہا مجھے خزائن مملکت کا نگرانِ اعلیٰ مقرر کر دے بیشک میں حفاظت کرنے والا اور باخبر ہوں اسی طرح ہم نے یوسف کو زمین میں اقتدار عطا کر دیا۔

[169] يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعِ سُنبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ (یوسف:46) اے یوسف آپ صاحب صدق ہیں ہمیں خواب کی تعبیر بتادیں کہ سات گائے ہیں موٹی تازی اور ان کو سات دبلی لاغر گائے کھا رہی ہیں اور سات سبز و شاداب بالیاں ہیں اور سات بالیاں ہیں جو خشک اور خزاں رسیدہ ہیں۔

نتائج[170] وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ [171] أَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ [172] پیغمبر کے اس دعویٰ پر نبوت کی بنیاد قائم ہے۔ بہر حال جب دنیا کے حوادث میں آدمی کی عقل صحیح نتائج تک نہیں پہنچ سکتی تو الشہادۃ و الغیب کے تعلقات اور ان سے پیدا ہونے والے نتائج کا علم کیسے ہو سکتا ہے۔

نکتہ 36:

نسلِ آشوب

بھری جاتی ہے دنیا آج ناہنجار لڑکوں سے — سفیہ و بے حیا، گستاخ، ناہموار لڑکوں سے

خفیف العقل، بد کردار، مادر بار لڑکوں سے — خدا بیزار لڑکوں سے، پدر آزار لڑکوں سے

سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ پھر انجام کیا ہو گا؟

مسلمانوں کی ایسی نسل کا اسلام کیا ہو گا؟

---

[170] وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيَانِ قَالَ أَحَدُهُمَآ إِنِّي أَرَانِي أَعْصِرُ خَمْرًا وَقَالَ الْآخَرُ إِنِّي أَرَانِي أَحْمِلُ فَوْقَ رَأْسِي خُبْزًا تَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ نَبِّئْنَا بِتَأْوِيلِهِ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ (یوسف:36) ان کے ساتھ دو نوجوان قید خانے میں آئے ایک نے ان سے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں شراب کشید کرتا ہوں اور دوسرے نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ میرے سر پہ روٹیاں ہیں اس میں سے پرندے کھا رہے ہیں۔

[171] یوسف:76 ہر علم والے کے اوپر ایک حاملِ علم ہوتا ہے۔

[172] یوسف:86

نکتہ 37:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ڈھونڈو ایسا پاکستان

پاک ہو جس کی ہر ہر شان
پاک مکین اور پاک مکان

پاک ہو دل اور پاک زبان
پاک خیال اور پاک گمان

رہنے والے ہوں انسان

سچ کہتا ہوں تو میری مان
سارے جہاں کی خاک تو چھان

کابل جا تو یا ایران
لیکن اس کا نہیں امکان

حاصل ہو گا اطمینان

بھائی کیوں ہے تو حیران
اصل حقیقت کو پہچان

آنکھیں کھول اور کھول تو کان
فیھا کل شئ فان

خالق کا ہے یہ فرمان

کیسا امن کہاں کا امان
جھوٹی آس اور جھوٹا دھیان

دنیا میں بنا ہے اکثر جان
انسان کا دشمن خود انسان

پاک رہا کب پاکستان[173]

نکتہ 38: سفر کے سامان کی فہرست

برائے بیرک

ٹرنک بڑا سرخ — ساتھ رہنے کا سامان

ٹرنک بڑا کچھ کم سرخ — پیٹی[174]

ٹرنک منجھلا سبز — ناشتہ دانی

---

173 اس بیاض کے چار صفحات پر اس نظم کے اشعار تحریر ہیں۔ چونکہ یہ بیاض ہے کوئی تصنیف نہیں اس لیے ان چار صفحات پر ادھورے مصرعے، مصرعوں کا تکرار، ایک ہی مصرعہ کو الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ کئی بار لکھنے کی کوشش اور نامکمل بند موجود ہیں۔ ہم نے متن میں وہ بند نقل کیے ہیں جو مکمل ہیں، ذیل میں نامکمل بند اور اشعار اور قلم زد اشعار نقل کیے جاتے ہیں:

1۔ مولانا نے یہ لکھ کر کاٹا ہے: کب تھا جہاں میں امن وامان — کرتی ہے تاریخ بیان قحط و وبا د یا طوفان
کب نہیں چمکی تیغ وسنان — کب نہیں نکلے تیر کمان

2۔ بر ہم کب نہ ہوا ہے امن وامان / کھو کر دنیا امن وامان

3۔ ایسا مکان یا ایسا زمان — ہو نہ خسارہ اور تاوان
خوش بیوپاری خوش ہو کسان

4۔ موت سے آزادی کا فرمان

174 قرینِ تحریر سے پیٹی لگتا ہے اور بتی (چراغ) بھی ہو سکتا ہے۔

ٹرنک خورد ک

ٹن کا بکس

چمڑے کا بکس

بورا

المونیا کا ڈبہ بڑا

مشین

صندوق[175]

تیل دانی

بیگ خورد دستی

پیٹی دستی

بستر کلاں دو عدد

بسترک خورد دو عدد

بستر[176]

مرتبان سنگی

المونیا[177]

---

175 صندوق کے شروع میں جو لفظ لکھا ہے اگر اس کو "چرمی" پڑھا جائے تو پھر یہ چرمی صندوق ہو گا یعنی چمڑے کا صندوق لیکن یہ لفظ قرینِ تحریر نہیں لگتا۔ اب یہاں کسی علاقے کا نام بھی ممکن نہیں جو کہ "برمی" ہو سکتا ہے۔ جیسے ہمارے ہاں "پشاوری جوتا" یا اسی طرح دیگر شہروں سے منسوب چیزیں معروف ہیں۔

176 بستر کے آگے کچھ لکھا ہے جو پڑھا نہیں جا سکا۔

177 المونیا سے پہلے کوئی لفظ لکھا ہے جو پڑھا نہیں جا سکا۔

یہ عجیب بات ہے کہ زندگی میں پہلی دفعہ سفر کے سامان کی فہرست اس کاپی میں لکھی گئی اور ایک الگ کاغذ میں بھی، لیکن مقدر غالب آیا اور ایک ٹرنک غالباً شیخپورہ[178] اسٹیشن پر کلیوں[179] کی سازش سے غائب ہو گیا۔ حق منعام و منفضال کا شکر ہے کہ اس میں زیادہ قیمتی چیز نہ تھی۔ تاہم گھر کے کپڑے نئے پرانے تھے جن کا ان[180] کو سخت صدمہ ہوا۔ سفر کے متعلق ارشادِ ربانی ہے إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ[181] الحمدللہ کہ صباریت و شکوریت دونوں مقاموں کے تجربہ کا موقع میسر آیا۔

نکتہ 39: بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الحدید

"السماوات والارض" خالق کی پاکی بیان کرتے ہیں کہ ہر قسم کے عیوب و نقائص سے یہ نظام پاک ہے[182] اس میں جو ناگواریاں پیدا ہوتیں اس کی بظاہر دو وجہ اس سورہ میں بیان کی گئی ہیں۔ الاموال پر استخلافی اقتدار بنی آدم کو جو بخشا گیا ہے اس اقتدار کا غلط استعمال، دوسروں تک پہنچانے کی جگہ ان کو سمیٹنے کی دھن میں آدمی لگ گیا۔ بظاہر معمولی بات ہے لیکن سارا نظام درہم برہم ہو گیا[183] یہ تفاخر و تکاثر کے

---

178 صوبہ بہار کا ضلع ہے۔ 689 مربع کلومیٹر رقبہ کا حامل یہ شہر تقریباً ساڑھے پانچ لاکھ کی آبادی پر مشتمل ہے۔

179 مولانا نے کلیوں لکھا ہے اب یہ لفظ قلیوں لکھا جاتا ہے۔

180 اہلیہ محترمہ کو

181 لقمان: 31، الشوریٰ: 33

182 سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (الحدید: 1)

183 الحدید کی آیات 2 تا 21 سے یہ مضمون مستنبط ہوتا ہے۔

جذبات سے پیدا ہوا اور دوسری چیز رہبانیت ہے[184] یورپ پہلے رہبانیت کا داعی تھا اور اس کے بعد بخل و سرمایہ داری کا تاکہ اقوام کے مقابلے مختال و فخور بننے کا موقع ملے حق تعالیٰ نے انبیاء و رسل سے بھی مدد کی[185] اور بدی کو مٹانے کے لیے جنگ اور اسلحہ کی تدبیر سکھائی[186] اصلاحِ عالم کی یہی شکل ہے کہ سرمایہ داری اور رہبانیت کو مٹا کر صالح نظام پیدا کرنا مقصود ہے لیکن اس نقطہ نظر کے ساتھ کہ زندگی کا موجودہ دور نصب العین نہیں ہے۔

نکتہ 40:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

5 اپریل 1949ء کو بالآخر حیدر آباد دکن سے آخری دفعہ خروج بالصدق کی نعمت میسر آئی۔ آج سے تیئیس سال پہلے اسی مالک کے حکم سے اس شہر میں دخول بالصدق میسر آیا تھا اور اسی کے حکم سے اب خروج بھی بالصدق آسان کیا گیا[187] سفر میں جو کچھ سامان تھا اس کی فہرست لکھ لی گئی تھی۔ شکر ہے سب سامان بجز ایک ٹرنک کے گیلانی صحیح و سلامت شکل میں پہنچ گیا اور اب گیلانی میں وَاجعَل لِی مِن لَّدُنکَ

---

[184] وَرَهبَانِيَّةً ابتَدَعُوهَا مَا كَتَبنَاهَا عَلَيهِم (الحدید: 27)

[185] وَلَقَد أَرسَلنَا نُوحًا وَإِبرَاهِيمَ وَجَعَلنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالكِتَابَ فَمِنهُم مُّهتَدٍ وَكَثِيرٌ مِّنهُم فَاسِقُونَ ثُمَّ قَفَّينَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِرُسُلِنَا وَقَفَّينَا بِعِيسَى ابنِ مَريَمَ۔ (الحدید: 26،27)

[186] وَأَنزَلنَا الحَدِيدَ فِيهِ بَأسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ (الحدید: 25)

[187] رَّبِّ أَدخِلنِي مُدخَلَ صِدقٍ وَأَخرِجنِي مُخرَجَ صِدقٍ (الاسراء: 80)

سلطاناً نصیرا [188] کو مقام بنا کر اس دیہات میں اقامت گزیں ہوں۔وما تدری نفس ماذا تکسب غداً [189]

نکتہ 41:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الدھر

فطرتِ انسانی کی ارتقائی رفتار لم یکن شیئاً مذکوراً [190] سے اس کا آغاز، نطفہ سے تولید [191] آگے خیر و شر کا احساس (جذبہ امانت پر تنبیہ) اسی احساس کے لیے وحی کا پانی انا ھدیناہ السبیل [192] کافر تو ٹھٹھر کر رہ جاتے ہیں انہی زنجیروں میں جکڑے جو کفر کی سزا ہے، حسی و عقلی معلومات میں پھڑ پھڑا کر مرتے

---

188 ایضاً۔اپنی بارگاہ میں سے میرے لیے مضبوط مددگار عنایت کر۔

189 آیت میں ماتدری کی بجائے غلطی سے لاتدری لکھا ہے۔اس تحریر کے بعد بیاض کے اگلے صفحہ پر صرف یہ لکھا ہے "سید اقبال، سید احسن اقبال گیلانی براہِ کرم کلمہ پڑھیے"۔

190 هَلْ أَتَى عَلَى الإِنسَانِ حِينٌ مِنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئاً مَذْكُوراً (الدھر: 1) کیا انسان پر ایسا زمانہ نہیں گزرا کہ" قابلِ ذکر چیز تھا ہی نہیں۔

191 إِنَّا خَلَقْنَا الإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ (الدھر: 2) ہم نے انسان کو مرد و زن کے نطفہ کے امتزاج سے تخلیق کیا۔

192 إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِراً وَإِمَّا كَفُوراً (الدھر: 3) ہم نے اسے راہِ ہدایت کا شعور ودیعت کیا اب چاہے شکر گزار بندہ بنے یا نافرمان۔

رہتے ہیں مگر جو الا برار ہیں، ہدایت کے مطابق زندگی بسر کرنے والے ہیں، تو ارتقائی رفتار میں ترقی کر کے یہاں تک پہنچ جاتے ہیں کہ عین کی تفجیر کرتے ہیں[193] ہر ایک سے توجہ کو توڑ کر ڈھلک جاتے ہیں استغراق میں۔ "کافورا" بھی لوگ اکوابِ دانیہ مختلف پیمانوں کے ڈھالیں گے[194] کن فیکونی قوت کا ظہور، ایسے عناصر کی تخلیق جس کی نظیر، نظائر کی مرکب دنیا میں نہیں ہے۔ قواریر من فضة[195] آگے پھر ان کی رفتار سلسبیل کے رنگ میں ہو گی۔ ہر سوچ کے بعد نئی سوچ، نعیم و ملک کبیر[196] صرف دیکھنے سے سامنے آئے گا۔ تدبیر ارتقاء کی وہی ہے کہ فاصبر لحکم ربک[197] کی تعمیل کی جائے اور ٹھٹھرے جکڑے کافروں کی نہ سنی جائے[198] بکرۃ واصیلا ذکرِ رب میں استغراق ہو، سجدہ و تسبیح میں رات گزرے[199] الغرض "الکافور" کے بعد "طھور" کا ظہور ہو گا۔ جس میں کسی قسم کی آلودگی نہ ہو گی "رحیق مختوم"۔ الکافور: بوجہ برودت کے انجمادی حالت؛ انسانی فطرت کے ادنی مطالبات کی

---

193 عَیناً یَشرَبُ بِھَا عِبَادُ اللّٰہِ یُفَجِّرُونَھَا تَفجِیراً (الدھر:6)

194 ودانیۃً عَلَیھِم ظِلَالُھَا وَ ذُلِّلَت قُطُوفُھَا تَذلِیلاً وَ یُطَافُ عَلَیھِم بِاٰنِیَۃٍ مِن فِضَّۃٍ (الدھر:14-15)

195 الدھر: 16، چاندی کے آب گینے

196 وإذا رأیت ثمّ رأیت نعیماً و مُلکاً کبیراً (الدھر:20)

197 الدھر: 24

198 ولا تطع منھم آثماً أو کفوراً (الدھر:24)

199 الدھر: 25-26

تکمیل۔زنجبیل: گرمی، سیلان و وسعتِ نظر انسانی فطرت کے جمالی و جاہی مطالبات۔شرابا طھوراً: وسقاھم ربھم شراباً طھوراً[200] یہ آخری جستجو فطرتِ انسانی کی ہے۔

نکتہ 42:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الجن سے متعلق بعض خطرات (12 اپریل 1949، حیدرآباد دکن)

مشکوٰۃ نبوت کے علوم و معارف عقلی وسوسوں اور ذہنی گورکھ دھندوں سے پاک وصاف ہوتے ہیں۔یہ تو ظاہر ہی ہے اسی لیے عندالوحی "النبی" کے ذاتی احساسات پر تھوڑی دیر کے لیے گونہ سکتہ ساطاری ہوتا ہے اس وقت وہ انفعال مطلق ہوتا ہے۔فعلیت کی کیفیت اس سے سلب کرلی جاتی ہے[201] مگر انسانی احساسات سے آگے بعض غیبی قوتوں کی تاثیر وتاثر کو بھی ان علومِ فائضہ میں دخل نہیں ہوتا جو انبیاء پر نازل ہوتے ہیں۔اسی مسئلہ کو سورۃ الجن میں بظاہر خیال گزرا ہے کہ بیان کیا گیا ہے۔

(1) کہنونت یا غیبی زندہ ارواح سے اثر پذیر ہونے کا عقیدہ دنیا کی عام قوموں میں پایا جاتا ہے۔سورۃ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جنّی تاثیرات کو اس میں دخل ہوتا ہے۔بعض انسان دہائی وغیرہ دے کر جنّوں کو خوش کر کے اپنا تابع بناتے ہیں اور ناسوتی حدود کے ماوراء حوادث کا علم ان کے ذریعہ حاصل کرتے

---

200 الدھر: 21

201 مولانا کی یہ بات محلّ نظر ہے کہ انفعال مطلق ہوتا ہے۔اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ (القیامۃ: 16) کہہ کر ممانعت کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔

ہیں۔ وَ أَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقاً[202] اور وَأَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ[203] سے ان امور کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

2۔ اور آخر میں یہ فرما کر عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَداً إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِن رَّسُولٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَداً لِيَعْلَمَ أَن قَدْ أَبْلَغُوا رِسَالَاتِ رَبِّهِمْ وَأَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَأَحْصَى كُلَّ شَيْءٍ عَدَداً[204] سے ہی ان امور کی تصدیق ہوتی ہے

3۔ کہیں بھوتوں کا پھرنا، اسپر چولسٹوں کے عمل حاضرات اور کشفی قصے یہ ساری باتیں جنّی تعلقات کے مظاہر ہیں۔ دجال کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شیاطین مرے ہوئے لوگوں کا نام رکھ کر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں[205] بھوتوں یا چڑیلوں وغیرہ کا نظریہ اسی سے ماخوذ ہے۔ اور بت خانوں میں کچھ اسی قسم کے مظاہر کا لوگوں کو تجربہ ہوتا ہے۔

---

202 اور بعض انسان بعض جنات کی پناہ پکڑا کرتے تھے جس کی وجہ سے ان کی سرکشی میں اضافہ ہو گیا (الجن:6)

203 اور ہم پہلے وہاں بہت سے مقامات پر بیٹھا کرتے تھے غیبی خبریں سننے کے لیے۔ (الجن: 9)

204 وہ اپنے امور غیبیہ کسی پر ظاہر نہیں کرتا مگر جس کو رسول کی حیثیت سے پسند فرمالے اور آگے پیچھے نگران مقرر کر دیتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچائے ہیں؟ اور ویسے تو ان کی ہر چیز کو اس کے احاطہ قدرت نے گھیر رکھا ہے اور ہر چیز کو گن رکھا ہے (الجن:26-28)

205 معجم طبرانی کبیر میں ہے: مَعَهُ شَيَاطِينُ يَتَشَبَّهُونَ بِالأَمْوَاتِ، يَقُولُونَ لِلْحَيِّ: تَعْرِفُنِي؟ أَنَا أَخُوكَ، أَخْبَرَنَا أَبُوكَ، أَخْبَرَنَا ذُو قَرَابَةٍ مِنْكَ، أَلَسْتَ قَدْ مِتَّ؟ هَذَا رَبُّنَا فَاتَّبِعْهُ۔ اس کے ساتھ شیاطین ہوں گے جو فوت شدہ لوگوں کی شکل و شباہت اختیار کریں گے، زندہ سے کہیں گے کیا تو مجھے پہچانا؟ میں تیرا بھائی ہوں، تیرے باپ نے ہمیں یہ بتایا ہے (یا کہیں گے) تیرے (فلاں) رشتہ دار نے ہمیں خبر دی ہے۔ کیا میں فوت نہیں ہو گیا تھا۔ یہ ہمارا رب ہے اس کی اتباع

4۔ قرآنی علم ان جنّی تصرفات کی آلودگیوں سے پاک ہے قرآنی علم کا جو اصلی جوہر ہے اس کا اعادہ اس سورت میں بڑے پر زور لفظوں میں کیا گیا ہے فَمَن يُؤْمِن بِرَبِّهِ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَلَا رَهَقًا[206] نہ خسارے میں مؤمن رب مبتلا ہو سکتا ہے، نہ مغلوب ہو سکتا ہے۔ قُلْ إِنَّمَا أَدْعُو رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا قُلْ إِنِّي لَن يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِن دُونِهِ مُلْتَحَدًا[207] مثلاً وَمَن يُعْرِضْ عَن ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا[208] الحاصل ذکرِ رب سے اعراض زندگی کو اجیرن بنا دیتا ہے گویا پہاڑ پر چڑھائی میں جو حالت ہوتی ہے وہی ہر معرض عن ذکرِ رب کی ہوتی ہے برخلاف اس کے مومن بخس ورھق سے بے خوف ہو کر چلتا ہے اور حق کے سوا اس کا کوئی ملتحد نہیں ہے۔

کرو۔ (الطبرانی، ابوالقاسم سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر، تحقیق حمیدی بن عبدالمجید السلفی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، جلد 7، ص 36، رقم الحدیث 6305، 1983ء)

206 جو اپنے رب پر ایمان لاتا ہے تو اس کو نہ نقصان کا خوف ہے نہ ظلم کا۔ (الجن: 13)

207 کہہ دیجیے میں اپنے رب کو ہی پکارتا ہوں اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتا۔ یہ بھی کہہ دیجیے کہ میں تمہارے حق میں ضرر اور ہدایت دونوں کا اختیار نہیں رکھتا۔ کہہ دیجیے کہ اللہ کے علاوہ کوئی بھی مجھ سے بچا نہیں سکتا اور اس کے علاوہ کوئی بھی میری پناہ نہیں (الجن 20۔22)

208 جو اپنے رب کی یاد سے روگردانی کرے گا تو مسلسل بڑھنے والے عذاب سے دوچار کیا جائے گا۔ (الجن: 17)

نکتہ 43:

حیوانی شکل کے دیوتا

کچھ دنوں سے خیال گزر رہا ہے کہ اقوامِ قدیمہ مثلاً مصریوں، بابلیوں، ہندیوں میں حیوانات پرستی غالباً اس خیال پر مبنی ہے کہ "الملائکہ" کے چہرے حیوانوں کی مانند ہیں۔ جاہلی شاعر امیہ بن الصلت کا مشہور شعر حملۃ العرش سے متعلق ہے

رَجُلٌ وَثَوْرٌ تَحْتَ رِجْلِ يَمِينِهِ   وَالنَّسْرُ لِلْأُخْرَى وَلَيْثٌ مُرْصَدُ[209]

وفی الاصابه عن عکرمه عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ انشد قول امیه هذا ثم قال صدق هکذا حملة العرش فلینظر فی قوله تعالیٰ یحمل عرش ربک یومئذ ثمانیة نیز ستاروں کو بھی حیوانی شکلوں میں متشکل کرنے کی کوشش ابتداء میں کی گئی اور کواکب پرستی کے بعد ان کی مورتیاں حیوانی شکلوں میں بنائی گئیں۔ قال الشیخ الاکبر فی فتوحاته الواحد (من حملة العرش) علی صورة الانسان والثانی علی صورة الاسد والثالث علی صورة النسر والرابع علی صورة الثور وهو

---

209 اصل شعر میں رجل ہے لیکن مولانا نے زحل لکھا ہے۔ ترجمہ: آدمی اور بیل اس کے دائیں پاؤں کے نیچے اور گدھ ۔۔ے کے لیے اور گھات لگایا ہوا شیر، الاصابہ میں ہے عکرمہ، ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے یک دفعہ امیہ کا یہ شعر پڑھا پھر فرمایا کہ اس نے سچ کہا یہ عرش اٹھانے والے فرشتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کو دیکھو کہ ں دن تمہارے رب کو آٹھ فرشتوں نے اٹھایا ہوا ہو گا۔ (العسقلانی، ابن حجر، احمد بن علی، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، تحقیق لی محمد البجاوی، ج 1، ص 249، دار الجبل، بیروت، 1992ء)

الذی راہ السامری فتخیل انہ الہ موسیٰ فصنع لقومہ العجل وقال ھذا الھکم والہ موسیٰ القصۃ۔(ص194۔ج1فتوحات)[210]

نکتہ 44:

گر یار واقف است کہ برماچہ بگذرد[211]

باک از جفائے دشمن و جور رقیب نیست[212](سعدی)

آگاہ اپنے حال سے جب دوست ہے تو دشمن کی یا رقیب کی پرواہ نہیں مجھے[213] (گیلانی)

---

210 شیخ اکبرؒ نے فتوحات میں فرمایا کہ حملۃ العرش میں سے ایک کی شکل انسان کی سی ہے دوسرا شیر کی شکل کا ہے، تیسرا گدھ کی شکل کا اور چوتھا بیل کی صورت میں، اسی کو سامری نے دیکھا تھا تو اس نے گمان کیا کہ یہ موسیٰؑ کا الٰہ ہے تو اس نے اپنی قوم کے لیے بچھڑا بنا ڈالا اور کہنے لگ گیا کہ یہ تمہارا اور موسیٰؑ کا الٰہ ہے۔(الفتوحات المکیہ، باب فی معرفۃ حملۃ العرش، الثالث عشر، دار احیاء التراث الاسلامی، بیروت، ج1، ص202)

211 دیوان سعدی میں پہلا مصرعہ اس طرح ہے "گر دوست واقف است کہ بر من چہ می رود" شاید مولانا نے حافظے کی بنیاد پہ لکھا اس لیے تسامح ہوا۔

212 کلیات سعدی براساس نسخہ محمد علی فروغی، غزل نمبر114، ص476، طبع دوم، ناشر مہرگان دانش، قم، ایران۔

213 مولانا نے سعدی کے شعر کا منظوم اردو ترجمہ کیا ہے۔

نکتہ 45: تجربہ کی بات

در طبقات الصوفیہ شعرانی ص 75۔ج 1[214] عن ابي يزيد البسطامي علیہ الرحمۃ **قال عرفتُ اللہَ باللہِ وعرفتُ مادون اللہ بنورِ اللہِ**[215] جس کی بظاہر وجہ یہ ہے کہ **علیٰ کل شئی محیط**[216] میں صرف انا ہی کا شعور ہے جس کی گرفت میں محیط آسکتا ہے روشنی اگر احاطہ کرے تو قوتِ بینائی کے سوا اور کس کی گرفت میں وہ آسکتی ہے اگرچہ محیط وہ کان ناک ہاتھ سب پر ہوتی ہے اور سارے صفات **لا حول ولا قوۃ الا باللہ** کی بنیاد پر صرف باللہ سے ہی حاصل ہوتے ہیں تو دون اللہ آدمی کا ادراک تعلق نور اللہ ہی سے ہو رہا ہے۔

نکتہ 46: ستیہ گراھا کا تجربہ

شیخ اکبر اپنے ایام جاہلیت میں ایک دفعہ والد کے ساتھ اندلس میں سفر کر رہے تھے۔ قرمونہ اور بلمہ کے درمیان تھے کہ جنگلی گور خر کی قطار پر نظر پڑی۔ شیخ حالانکہ شکار کے بہت شوقین تھے لیکن اس وقت

---

214 طبقات الصوفیہ کے نام سے معروف کتاب ابو عبد الرحمن السلمی کی ہے۔ اور امام عبد الوہاب الشعرانی کی کتاب کا نام "الطبقات الکبریٰ" معروف ہے جبکہ اصل نام "لواقح الانوار فی طبقات الاخیار" ہے۔ مولانا نے آگے جو عبارت پیش کی ہے وہ دونوں کتابوں میں موجود ہے۔

215 بایزید بسطامی کا قول ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو تو اللہ کی ذات سے ہی پہچانا اور غیر اللہ کو اللہ کے نور سے پہچانا۔ (طبقات الصوفیہ، السلمی ابو عبد الرحمن محمد بن الحسن، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1998ء، ص 72)

216 قرآن کا ارشاد ہے الا انہ بکل شیء محیط (حم فصلت: 54)

دل میں خیال کیا کہ ان کو نہ چھیڑوں۔ایک بھی نہ بھاگا مگر جب غلام آگیا تو بھاگ گئے۔ص70۔ج 4[217]

نکتہ 47: فی البخاری وَلَا أَحَدَ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْعُذْرُ مِنَ اللهِ وَمِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ بَعَثَ الْمُبَشِّرِينَ وَالْمُنْذِرِينَ وَلَا أَحَدَ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْمِدْحَةُ مِنَ اللهِ وَمِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ وَعَدَ اللهُ الْجَنَّةَ ص13۔11[218]

---

217 ستیہ گرہ سے مراد عدم تشدد۔اصل عبارت یہ ہے "وإذا أردت أن لا تخاف أحد فلا تخف أحداً تأمن من كل شيء إذا أمن منك كل شيء مررت في سفري في زمان جاهليتي ومعي والدي وأنا ما بين قرمونة وبلمة من بلاد الأندلس وإذا بقطيع حمر وحش ترعى وكنت مولعاً بصيدها وكان غلماني على بعد مني ففكرت في نفسي وجعلت في قلبي أني لا أوذي واحداً منها بصيد وعندما أبصرها الحصان الذي أنا راكبه هش إليها فمسكته عنها ورمحي بيدي إلى أن وصلت إليها ودخلت بينها وربما مر سنان الرمح بأسنمة بعضها وهي في المرعى فوالله ما رفعت رؤوسها حتى جزتها ثم أعقبني الغلمان ففرت الحمر (الفتوحات المکیہ، باب وصیۃ حکمیۃ ینتفع بها المرید السالک والواصل، الباب الموفی ستین وخمس مائۃ، ج4، ص 531) ترجمہ: جب تو چاہے کہ تجھے کوئی خوفزدہ نہ کرے تو چاہیے کہ تو کسی کو نہ ڈرائے۔تو ہر چیز سے مامون رہے گا، اگر تجھ سے ہر کوئی محفوظ رہے گا۔اپنی جاہلیت کے زمانہ میں میں ایک سفر کے دوران اپنے والد کے ساتھ تھا، ہم اندلس کے شہروں قرمونہ و بلمہ کے درمیان تھے وہاں جنگلی گدھوں کا ایک گلہ چرنے چگنے میں مصروف تھا۔میں ان کے شکار کا بہت شوقین تھا، میرا غلام پیچھے پیچھے آرہا تھا۔میں دل میں سوچا اور ارادہ کیا کہ میں ان میں سے کسی کو ایذا نہیں پہنچاؤں گا اور شکار نہیں کروں گا۔میرے گھوڑے کی نظر جب ان پر پڑی تو وہ ان کی طرف لپکا۔میں نے اسے روکا اور میرا نیزہ میرے ہاتھ میں تھا یہاں تک کہ میں ان کے پاس پہنچ گیا اور ان کے درمیان داخل ہو گیا شاید میرے نیزے کی انی ان میں سے کچھ کے بدنوں کو بھی چھو گئی مگر وہ چرتے رہے اور اللہ کی قسم انہوں نے سر تک نہیں اٹھایا اتنے میں پیچھے سے میرا غلام پہنچ گیا تو وہ بھاگ گئے۔

218 عن المغيرة قال قال سعد بن عبادة لو رأيت رجلاً مع امرأتي لضربته بالسيف غير مصفح فبلغ ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال أتعجبون من غيرة سعد والله لأنا أغير منه والله أغير مني ومن أجل غيرة الله حرم

نکتہ 48:

فتوحات ج2، ص588 میں رابعہ بصریہؒ کی حکایت نقل کی ہے کہ دیوار سے چوٹ لگی، آگے بڑھ گئیں۔ لوگوں نے پوچھا تو فرمایا

فقالت شغلي بموافقة مراده فيما جرى شغلني عن الإحساس بما ترون من شاهد الحال فما شق عليها ما جرى فلو شق عليها لتعذبت في نفسها منها فالأشقياء ليس لهم عذاب إلا منهم لأنهم أقيموا في مقام الإعتراض والتعليل لأفعال الله في عباده ولاى شئ كان كذا ولو كان كذا كان أحسن وأليق ونازعوا الربوبية وشاقوا الله ورسوله فشقاؤهم شقاقهم فهي دار الأشقياء۔۔۔ثم

الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا أَحَدَ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْعُذْرُ مِنَ اللَّهِ وَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ بَعَثَ الْمُبَشِّرِينَ وَالْمُنْذِرِينَ وَلَا أَحَدَ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْمِدْحَةُ مِنَ اللَّهِ وَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ وَعَدَ اللَّهُ الْجَنَّةَ

مغیرہ سے روایت ہے کہ سعد بن عبادہؓ نے کہا کہ اگر میں کسی شخص کو اپنی بیوی کے ساتھ مشغول پاؤں تو میں اسے تلوار کے وار سے مار ڈالوں بغیر کسی معافی و در گزر کے۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو فرمایا کیا سعد کی غیرت پر تعجب کرتے ہو (تمہیں سعد کی غیرت بھلی لگ رہی ہے؟) اللہ کی قسم میں اس سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت مند ہیں۔ اللہ کی غیرت ہے جس کی وجہ سے اس نے ظاہری و باطنی فواحش کو حرام قرار دیا اور اللہ سے زیادہ عذر اور معافی کو محبوب رکھنے والا کوئی نہیں اس لیے اس نے بشارت دینے والے اور ڈرانے والے رسول بھیجے (تاکہ لوگ ان کی نصیحت سے توبہ کی طرف آجائیں) اور اللہ سے زیادہ تعریف کو کوئی محبوب نہیں رکھتا اس لیے اس نے جنت کی عطا کا وعدہ فرمایا۔

انتقل الیٰ مشئیتہ و قال فی آخرہ أن عذابھم لم یکن إلا منھم [219]

---

219 اس کے بعد عربی عبارت یوں ہے: یدخلوھا فی ھذا الحال فاذا طال علیھم الأمد تغیر الحال لان طول الامد لہ حکم بقولہ تعالیٰ فطال علیھم الامد فقسط قلوبھم فاذا کان الامد علی الأشقیاء و علموا ان ذالک لیس بنافع قالوا فالموافقة اولیٰ فتبدلت صورھم فأثر ذلک التبدیل ھذا الحکم فزالت المشاقة فارتفع العذاب عن بواطنھم فاستر حوا فی دارھم و وجدوا فی ذالک من اللذة مالا یعلمہ الا اللہ لأنھم اختاروا ما اختار اللہ لھم و علموا عند ذالک أن عذابھم لم یکن الا منھم فحمدوا اللہ علیٰ کل حال فاعقبیھم ذالک أن یحمدوا اللہ المنعم المنفصل۔

ترجمہ: رابعہ بصریہ نے فرمایا میرا معاملہ اس کی مراد کے موافق ہے جو کہ پیش آئی تو اس نے مجھے اس سے جو کچھ تم مشاہدہ کر رہے ہو اس کے احساس سے غافل کر کے اس کی رضا کی جانب متوجہ کر دیا۔ تو اس لیے جو کچھ پیش آیا وہ مجھ پر گراں نہیں گزرا اور اگر یہ گراں گزرتا تو میں اپنے نفس کو سزا دیتی اور اشقیاء کو عذاب صرف اس لیے ہو گا کہ وہ مقامِ اعتراض و تعلیل پہ کھڑے ہو کر اللہ کے اپنے بندوں کے بارے افعال میں مین میخ نکالتے ہیں یہ کیوں ہوا اور ایسا کیوں نہ ہوا؟ اگر ایسا ہو جاتا تو زیادہ اچھا اور بہتر تھا گویا وہ ربوبیت سے منازعت اختیار کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول سے پھوٹ ڈالتے ہیں تو ان کی یہ منازعت ہی ان کی شقاوت ہے اور ان کا اس حال میں داخل ہو جانا ہی دار الاشقیاء ہے جب ان پر ایک زمانہ گزرے گا تو ان کی حالت بدلے گی کیونکہ زمانے کی طوالت کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کے قول کے تحت حکم ہے فطال علیھم الامد فقست قلوبھم (پس ان پر ایسا زمانہ گزرا اور ان کے دل سخت ہو گئے) اسی طرح جب اشقیاء پر ایک مدت گزرے گی تو وہ جان لیں گے کہ ان کا افعالِ باری تعالیٰ میں کھود کرید کرنا سود مند نہیں ہے تو وہ کہیں گے اللہ کے اوامر کے ساتھ موافقت ہی بہتر ہے تو ان کی صورتِ حال بدل جائے گی اور اس تبدیلی کے اثر سے یہ حکم بھی بدلے گا اور ان کی شقاوت ختم ہو جائے گی۔ ان کے بواطن سے عذاب اٹھ جائے گا تو وہ اپنے اندر اسی دار میں آرام پائیں گے اور ان کو ایسی لذت حاصل ہو گی جس کو اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا کیونکہ انہوں نے وہ اختیار کر لیا جو اللہ نے ان کے لیے منتخب کیا تھا اور انہوں نے جان لیا اس سے کہ ان کے لیے عذاب صرف اسی سبب سے تھا پس وہ اللہ کی ہر حال میں حمد کریں گے (الفتوحات المکیہ، باب فی معرفۃ النفس، فصل الاسم المبین السابع والعشرون، ج2، ص438)

نکتہ 49: **تالیف و تصنیف کی صوفیانہ توجیہ**

حکیم ترمذیؒ[220] سے امام شعرانی نے ان کا یہ فقرہ نقل کیا ہے کہ **ماصنفت حرفاً عن تدبیر و لا لینسب إلي شيء من المؤلفات، ولکن کان إذا اشتد علي وقتي أتسلی به** (ص9، ج1، طبقات صوفیہ)[221]

سوچ بچار سے میں نے ایک حرف بھی نہیں لکھا یعنی کوئی باضابطہ پروگرام بنا کر میں نے کچھ نہیں لکھا اور نہ اس لیے لکھا کہ میری تالیفات میری طرف منسوب ہوں بلکہ واقعہ یہ تھا کہ جب سخت وقت مجھ پر پڑا تو اس سے تسلی حاصل کرتا تھا۔

مے سے غرض نشاط ہے کس رو سیاہ کو اک گونہ بےخودی مجھے دن رات چاہیے[222]

---

[220] ابوعبداللہ محمد بن علی بن الحسین الترمذی کبار مشائخ خراسان میں سے تھے۔ تصوف میں بہت سی تصنیفات ہیں۔ ابو تراب النخشی، احمد بن خضرویہ اور ابن الجلا کی صحبت میں رہے۔ (ابن الجوزی، ابوالفرج عبدالرحمن بن علی، صفۃالصفوۃ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ج2، جزو رابع، ص146، قاہرہ، 2007ء، ص28)

[221] الشعرانی، عبدالوہاب بن احمد بن علی، الطبقات الکبریٰ المسمی بہ لواقح الانوار فی طبقات الاخیار تحقیق خلیل المنصور، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول، ص1997، 131ء) یہ قول حکیم ترمذی کے حالات کے تحت طبقات الصوفیہ میں منقول نہیں ہے۔ (السلمی، ابوعبدالرحمن محمد بن الحسین، طبقات الصوفیہ، تحقیق مصطفیٰ عبدالقادر عطاء، دارالکتب العلمیہ بیروت، ص175-178، طبع دوم، 1424ھ/2003ء)

[222] غالب، اسد اللہ خان، دیوانِ غالب، تصحیح متن و ترتیب: حامد علی خان الفیصل ناشران کتب، لاہور، 2003ء، ص 120- یہ گویا مولانا گیلانی نے حکیم ترمذی کے قول کی شاعرانہ پیرائے میں ترجمانی کی ہے۔

گفت: مشق نام لیلیٰ می کنم خاطر خودرا تسلی می دھم[223]

اس شغل کتابی سے کچھ کام نکل جاتا ہے اس حیلے سے دل اپنابس یار بہل جاتا ہے[224]

نکتہ 50:

قال الرومیؒ

این فناھا از بقاھا یافتی[225] از فنا اش رو چرا بر تافتی

در فناھا این بقاھا دیدہ ای بر بقائے جسم چون چفسیدہ ای

اہلِ دنیا زاں سبب اعمیٰ دل اند شارب شوربہ آب و گل اند

مرغ پرندہ چوماند در زمین باشد اندر غصہ و در حنین

مرغ خانہ بر زمین خوش می رود دانہ چین و شاد و شاطر می شود[226]

---

223 عبدالرحمن جامی کا شعر ہے۔ مولانا نے تسلی می دھم لکھا ہے جبکہ اصل تسلی می کنم ہے۔ ترجمہ: اس نے کہا کہ لیلیٰ کے نام کا ورد کرتا ہوں (اس لیے نہیں کہ کوئی سنے تو اس تک بات پہنچا دے یا میرے عشق کی پختگی کی تعریف کرے) اس لیے کہ اپنے آپ کو تسلی دیتا ہوں۔

224 مولانا نے حکیم ترمذی کی عبارت کا منظوم ترجمہ کیا ہے۔

225 مولانا نے یہ مصرعہ غلط لکھا ہے۔ درست اس طرح ہے "ایں بقاھا از فناھا یافتی"

226 ترجمہ: تو نے ان بقاؤں کو فناؤں سے حاصل کیا ہے۔ اس کی فنا سے تو نے کیوں منہ موڑ لیا ہے (یعنی جب فنا سے ہی تجھ کو بقا کا مرتبہ حاصل ہوا ہے تو فنا سے کیوں ڈرتا ہے۔

نکتہ 51: نزغة شيطانية: كانه نزغ فى قلبي ان لتاليف القلوب المكذبين الحمقاء هل لنا---[227]

نکتہ 52: وصیۃ اکبریۃ

فليجتهد أن يكون عند الموت عبداً مخلصاً ليس فيه شيء من السيادة على أحد من المخلوقين ويرى نفسه فقيرة إلى كل شيء من العالم من حيث أنه عين الحق من خلف حجاب الإسم الذي قال الله فيه ۔ ص540 ج 32[228]

تونے فناؤں میں ہی ان بقاؤں کو دیکھا ہے تو پھر بدن کی بقا کے لیے کیوں چپک کر رہ گیا ہے۔
دنیادار اسی وجہ سے اندھے دل والے ہیں کیونکہ وہ آب و گل کا کھاری پانی پینے والے ہیں۔
اڑنے والا پرندہ جب زمین پر گر کر رہ جائے تو وہ رنج اور درد و فغاں میں ہو گا۔
پالتو پرندہ زمین پر خوشی سے چلتا ہے، دانہ چگتا ہوا اور خوشی اور چالاکی سے دوڑتا ہوا۔ (رومی، جلال الدین، مثنوی، مترجم قاضی سجاد حسین، دفتر پنجم، مناجات حامد اینڈ کمپنی، لاہور، ص88تا90، 1978ء)

[227] مولانا نے اپنا ایک وسوسہ تحریر کیا ہے کہ شیطان نے میرے دل میں وسوسہ ڈالا کہ جھٹلانے والے اور احمق قلوب کی تالیف میں کیا ہمارے لیے کیا ہے؟ مولانا شاید کہنا چاہ رہے ہیں کہ شریعت نے مؤلفۃ القلوب کی تالیف کا جو حکم دیا کہ زکوٰۃ مفروضہ میں سے ان کا حصہ تو یہ کیوں کیا جائے کہ جھٹلانے والوں اور احمقوں کو ہم مال کے ذریعے اسلام کی طرف راغب کریں اور پختہ کریں۔ جب کہ شریعت کا مجموعی مزاج یہ ہے کہ ہدایت کے لیے نہ تو جبر کو پسند کیا گیا ہے اور نہ لالچ کو۔ مولانا کی توجہ اس طرف منعطف نہیں ہوئی کہ مؤلفۃ القلوب مکذبین نہیں ہوتے لہٰذا شریعت مکذبین کی تالیفِ قلب کا حکم نہیں دیا۔

[228] شیخ اکبر کے لقب کی نسبت سے "وصیۃ اکبریۃ" کا عنوان باندھا ہے۔ مکمل عبارت اس طرح ہے: **لمن لا علم له بالامر قل سموهم ولما كان الانسان فقير بالذات احتجب الله له بالاسباب و جعل نظر هذا العبد اليها وهو من**

نکتہ 53: تبكي عليه بشجوٍ فقلت لا تندبيه

هذا زمانٌ عجيبٌ قدعاش من مات فيه (نفح الطيب)[229]

نکتہ 54: اگر آں ترکِ شیرازی بدست آرد دلِ مارا[230]

ورائها فاثبتها عيناً ونفاها حكما مثل قوله تعالىٰ لمحمد ﷺ وما رميت اذ رميت ولكن الله رمىٰ ترجمہ: کوشش کرے کہ موت کے وقت انسان محض ایک بندہ ہو۔ اس کے پاس مخلوقات میں سے کسی کی سیادت و قیادت نہ ہو۔ اپنی ذات کو کائنات کی ہر چیز کا فقیر سمجھے کیونکہ حق تعالیٰ کی ذات نام کے پردے کے پیچھے حقیقتاً کارفرما ہے اللہ نے جس (یعنی نام رکھنے کا عمل) کے بارے حکم دیا اس کو جس کا اس کے پاس علم نہیں تھا کہ نام رکھے جاؤ ان کے (یہ در حقیقت مشرکین کو تہدیداً حکم دیا گیا کہ بتوں کے نام رکھتے جاؤ یعنی بس یہ نام ہی نام ہیں اور حقیقت ان کی کچھ بھی نہیں۔ محض نام رکھنے سے کوئی باطل چیز حقیقت نفس الامری نہیں بن جاتی) جب انسان بالذات فقیر ہے تو اللہ نے اس کے لیے اسباب کے حجابات پیدا کیے اور اس بندے کی نظر کو اس کی طرف پھیر دیا اور وہ خود ان حجابات کے پیچھے ہے تو اس نے ان اسباب کو عین ثابت کیا اور حکماً اس کی نفی کی جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا نبی اکرم ﷺ کے لیے قول ہے کہ آپ ﷺ نے نہیں مارا جب مارا لیکن اللہ نے مارا (آپ ﷺ نے مارا (اذ رمیت) میں اسباب کا عیناً اثبات ہے جبکہ آپ ﷺ نے نہیں مارا (وما رمیت) میں حکماً نفی ہے)۔ (الفتوحات المکیہ، الباب فی معرفۃ منزل المرید و سرّ و سرّین من أسرار الوجود والتبدل وھو من الحضرۃ المحمدیہ، ج3، ص399)

[229] ابو احمد جعفر بن لبّ کے اشعار ہیں۔ اس کے پاس ایک عورت آئی جس کا لڑکا فوت ہو گیا تھا اس نے کہا کہ اس کے لیے مرثیہ لکھو تو اس نے یہ شعر کہے "تو اس کے لیے شدتِ غم سے روتی ہے تو میں تجھے کہتا ہوں اس کا ماتم نہ کر۔ یہ زمانہ عجیب ہے اس میں جو مر جائے تو اس نے گویا زندگی پالی۔ (ابن المقری، احمد، التلمسانی، نفح الطیب من غصن الاندلس الرطیب، دار صادر، بیروت، ج2، ص1997، 505ء)

[230] حافظ شیرازی کے شعر کا مصرعہ ہے۔ مکمل شعر یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نکتہ 55:

یوم الاربعاء

قال ابو بکر بن العربی رحمۃ اللہ تعالیٰ: هذا رأي نحوسة يوم الاربعاء فلا أراه لأن يوم الأربعاء يوم عجيب، بما جاء في الحديث من الخلق فيه و الترتيب، فإن الحديث ثابت بأن الله تعالى خلق يوم السبت التربة، ويوم الأحد الجبال، ويوم الاثنين الشجر، ويوم الثلاثاء المكروه، ويوم الأربعاء النور، وروي النون، وفي غريب الحديث أنه خلق يوم الأربعاء التقن، وهو كل شيء تتقن به الأشياء، يعني المعادن من الذهب و الفضة و النحاس و الحديد و الرصاص، فاليوم الذي خلق فيه المكروه لا يعافه الناس، و اليوم الذي خلق فيه النور أو التقن يعافونه، إن هذا لهو الجهل المبين. وفي المغازي أن النبيّ صلّى الله عليه وسلّم دعا على الأحزاب من يوم الاثنين إلى يوم الأربعاء بين الظّهر و العصر، فاستجيب له، وهي ساعة فاضلة، فالآثار الصّحاح تدل على فضل هذا اليوم، فكيف يدّعى فيه التحذير و النحس بأحاديث لا أصل لها، وقد صوّر قوم أياماً من الأشهر الشمسية ادّعوا فيها الكراهية لا يحل لمسلم أن ينظر إليها ولا يشغل بالاً بها والله حسيبهم، ۔نفخ الطیب ص 34 [231]

اگر آں ترکِ شیرازی بدست آرد دلِ مارا　　بخالِ ہندوش بخشم سمرقند و بخارا

اگر وہ شیرازی معشوق ہمارا دل تھام لے تو اس کے دل فریب تِل کے عوض سمرقند و بخارا بخش دوں۔(دیوان حافظ، مترجم: قاضی سجاد حسین، پروگریسو بکس، لاھور، ص 30، س۔ن)

[231] ابن المقری، احمد، التلمسانی، نفح الطیب من غصن الاندلس الرطیب، (1997) تحقیق: احمد بن عباس، دار صادر، بیروت، ج 2، ص 42۔ ترجمہ: ابو بکر بن عربیؒ نے فرمایا بدھ کے دن کی نحوست کے بارے جو رائے ہے میں اس کو درست نہیں سمجھتا کیونکہ بدھ کا دن تو بہت عجیب دن ہے جیسا کہ اس حدیث میں آیا ہے جس میں خلق اور اس کی ترتیب

شاہ ولی اللہ اور علامہ ابنِ حزم یوم الاربعاء میں پیدا ہوئے[232]

بتائی گئی ہے اور یہ حدیث ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے دن مٹی کو پیدا کیا، اتوار کو پہاڑوں کو، سوموار کو درخت، منگل کو مکروہ (ناپسندیدہ اشیاء) اور بدھ کو نور پیدا کیا اور یہ بھی روایت کیا گیا کہ مچھلی کو اور ایک غریب حدیث میں ہے کہ اس نے بدھ کے دن امور کی اصلاح کی چیزیں پیدا کیں۔ یعنی ہر وہ چیز جس سے چیزوں (اور معاملات) کو درستی حاصل ہوتی ہے جیسے معادن میں سے سونا، چاندی، تانبا، لوہا اور سیسہ۔ جس دن مکروہ اور ناپسندیدہ کی تخلیق ہوئی لوگ اس دن سے تو عدم اعتناء نہیں برتتے اور جس دن نور اور امور اصلاح کی اشیاء کی تخلیق ہوئی اس سے دور بھاگتے ہیں۔ یہ تو کھلی جہالت ہے۔ مغازی میں ہے کہ نبی ﷺ نے غزوہ احزاب میں کفار کے لشکروں کے لیے سوموار سے بدھ تک ظہر وعصر کے مابین بددعا کی اور دعا قبول ہوئی۔ تو یہ گھڑی تو فضیلت کی ہوئی اور صحیح آثار اس دن کی فضیلت پر دلالت کرتے ہیں تو اس میں نحوست کا کیسے دعویٰ کر دیا جاتا ہے بے اصل احادیث کی بنیاد پر۔ اور ایک طبقہ شمسی مہینوں کے حساب سے کچھ دنوں کو شرف وکرامت والا بنایا ہوا ہے۔ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ اس کی طرف نظر بھی اٹھائے اور ان کے حساب کتاب میں مشغول ہو اور اللہ ان کا حساب لینے والا ہے۔

(ابن العربی ابو بکر، محمد بن عبد اللہ الاندلسی، احکام القرآن (س۔ن) دار الکتب العلمیہ بیروت، ج4، ص16) (سورۃ فصلت)

232 شاہ ولی اللہ نے اپنے حالات زندگی انفاس العارفین میں تحریر فرمائے ہیں ان میں اپنا یوم پیدائش 4 شوال 1114ھ بدھ تحریر فرمایا ہے۔ (شاہ ولی اللہ، انفاس العارفین، مترجم: پیر سید محمد فاروق، رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور، ص 393، 1428ھ/2007ء) ابن خلکانؒ نے ابنِ حزم کے بارے میں لکھا ہے "ومولده بقرطبة من بلاد الاندلس یوم الاربعاء قبل طلوع الشمس" (ابنِ خلکان، ابو العباس احمد بن محمد، وفیات الاعیان وابناء ابناء الزمان، تحقیق احسان عباس، دار صادر، بیروت، ج3، ص 325، 1900ء)

نکتہ 56: وقال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اخبرنی المھرۃ من السحرۃ بأرض بابل أنہ من کتب آخر آیۃ من کل سورۃ ویعلقھا لم یبلغ الیہ سحر نا قال ھکذا قالوا[233]

---

233 ابو بکر ابن العربی کا قول ہے کہ مجھے شہر بابل کے جادو کے ماہرین نے بتایا کہ اگر کوئی شخص قرآن کی ہر سورت کی آخری آیت لکھ کر لٹکالے (گھر میں یا اپنے بدن پر) تو اس تک ہمارے جادو کا اثر نہیں پہنچے گا۔ کہا کہ اسی طرح انہوں نے کہا (نفح الطیب۔ ج2، ص43)

یہاں مولانا گیلانیؒ نے ابو بکر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے نام ساتھ رضی اللہ عنہ تحریر فرمایا ہے جیسا کہ اصل کتاب میں ہے۔ ان الفاظ کے استعمال کے بارے یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ بسا اوقات کچھ الفاظ، خاص علاقے یا کسی خاص زمانے میں اصطلاح عرفی کی حیثیت اختیار کر کے مخصوص معنی میں مستعمل ہونے لگتے ہیں یہی صورت حال پاک و ہند میں "علیہ السلام"، "رضی اللہ عنہ" اور "رحمۃ اللہ علیہ" کی ہے۔ گزشتہ ادوار میں یا دیگر علاقوں میں ضروری نہیں کہ یہ الفاظ مخصوص اصطلاح کی حیثیت اختیار کر گئے ہوں۔ لیکن جن علاقوں میں جن الفاظ کی معنویت خاص ہو جائے تو ان کو پھر عرف کے اعتبار سے ہی استعمال کیا جائے گا ورنہ مغالطے پیدا کرنے کا باعث ہوگا۔ سلف کے ہاں رضی اللہ عنہ کا لفظ عام تھا اور صحابہ کے لیے مخصوص طور پر نہیں بولا جاتا تھا جبکہ برصغیر میں یہ لفظ صحابہ کرام کے لیے مخصوص اصطلاح کی حیثیت اختیار چکا ہے اس لیے اب اس کی حیثیت اصطلاح عرفی کی ہے۔ یہی صورت حال لفظ "علیہ السلام" کی ہے کہ یہ انبیاء، تابعین اور ان کی امہات و ازواج کے لیے مستعمل ہے۔ یہ بات نہیں ہے کہ معنوی لحاظ سے اس کا استعمال دیگر کے لیے غلط ہے بلکہ اصطلاحاً اس کا خاص استعمال ہوتا ہے۔ ورنہ تو" السلام علیکم " اور علیہ السلام" میں یکساں معنی پائے جاتے ہیں لیکن جیسے کوئی زندہ آدمی اپنے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ سننے اور لکھنے کو اس کی عرفیت کے باعث مناسب نہیں سمجھتا اسی طرح غیر نبی کو علیہ السلام لکھنا اور غیر صحابی کو رضی اللہ عنہ لکھنا ہمارے ہاں کے عرف میں مناسب نہیں۔

نکتہ 57: ابن حزم کے اشعار

هل الدهر إلا ما عرفنا وأدركنا — فجائعه تبقى و لذاته تفنى
إذا أمكنت فيه مسرة ساعة — تولت كمر الطرف واستخلفت حزنا
إلى تبعات في المعاد وموقف — نود لديه أننا لم نكن كنا
حصلنا على هم وإثم وحسرة — وفات الذي كنا نقر به عينا
حنين لما ولى وشغل بما أتى — وغم لما يرجى فعيشك لا يهنا
كأن الذي كنا نسر بكونه — إذا حققته النفس لفظ بلا معنى

(المعجب فی احوال المغرب)[234]

نکتہ 58: الفاظ حسنہ، تباہ سرشتی، تیرہ خردی[235]

---

[234] ترجمہ: 1۔زمانہ کیا ہے پس جو ہم نے جان لیا اور پالیا۔اس کی بھوک باقی رہتی ہے اور اس کی لذتیں فنا ہو جاتی ہیں۔2۔اگر تم اس میں ایک گھڑی خوشی سے ٹھہرتے ہو تو وہ پلک جھپکتے ہی گزر جاتی ہے اور پیچھے رنج چھوڑ جاتی ہے 3۔آخر کار آخرت ہے اور پیشی ہے اور ہم اس وقت چاہیں گے کہ کاش ہم نہ ہوتے 4۔ہم نے پریشانی، گناہ اور حسرت حاصل کی اور ہم نے وہ سب کچھ گنوا دیا جس سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی تھیں 5۔گزرے وقت کی غمگیں یادیں رہ گئیں اور نیا معاملہ سامنے آگیا اسی سے آج تکلیف پا رہے ہیں جس سے خوش ہوتے تھے اور زندگی قابل تحسین نہ رہی 6۔ایسا لگے گا کہ ہم اپنی ذات سے بہت خوش تھے لیکن جب نفس نے اس کی حقیقت کو پالیا تو وہ بے معنی لفظ کی طرح سامنے آئی۔(المراکشی، عبد الواحد، المعجب فی تلخیص اخبار المغرب، الدار البیضاء، بیروت، ج 1، ص 13، 1978ء)

[235] مولانا نے یاداشت کے لیے یہ الفاظ و تراکیب تحریر فرمائیں

نکتہ 59:

تمام ارواحِ طیبہ وملائکہ و انبیاءورسل سے حصولِ دعا کا طریقہ

قال شیخ الاکبر فی فتوحاته منسوبا الی بعض اولیاء الله انه قال له اذا قلت "السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین" او قلت "السلام علیکم" اذا سلمت فی طریقک علی احد فأحضر قلبک کل صالح لله من عباده فی الارض والسماء ومیّت وحیّ فانه من ذلک المقام یرد علیک فلا یبقی ملک مقرب ولاروح مطهر یبلغه سلامک الا ویرد علیک وهو دعامستجاب فیستجاب فیک فتفلح، والله ینوب علی المستقرغین فی جلاله[236]

---

[236] مولانا نے عبارت آخر میں درست تحریر نہیں فرمائی۔ فتفلح کے بعد عبارت اس طرح ہے ومن لم يبلغه سلامك من عباد الله المهيمين في جلاله المشتغلين به المستفرغين فيه وأنت قد سلمت عليهم بهذا الشمول فإن الله ينوب عنهم في الرد عليك عبارت کا ترجمہ درج ذیل ہے۔ شیخ اکبر نے فتوحات میں ذکر فرمایا ہے کہ مجھ تک بعض اولیاء اللہ کا یک قول پہنچا ہے کہ انہوں نے کہا کہ جب تم (نماز و دعا میں) السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین کہو یا راہ چلتے ہوئے کسی کو السلام علیکم کہہ کر سلام کرو تو دل میں یہ نیت کر لیا کرو کہ تم زمین و آسمان کے اللہ کے ہر صالح بندے کو چاہے زندہ ہے یا فوت ہو گیا کو سلام کہہ رہے ہو تو وہ ہر فرد اپنے اپنے مقام پر تمہارے سلام کا جواب دے گا اور تیرے حق میں یہ مقبول دعا ہو گی اور تیرے لیے یہ باعث فلاح ہو گا۔ اور اگر تیرا سلام اللہ کے جلال میں مستغرق اور مغلوب بندوں تک نہ پہنچے گا تو اور تو نے ان کو سلام کہہ دیا ہے جب تو نے سب کو شامل کرنے کی نیت کر کے سلام کہا تو اللہ تعالیٰ ان کی نیابت کرتے ہوئے تیرے سلام کا جواب دیں گے۔ (الفتوحات المکیہ، باب فی معرفۃ آبائنا العلویات وامھاتنا السفلیات (باب الحادی عشر) ج 1، ص 194)

دراصل درود شریف کی ایک شرح فقیر یہ کرتا ہے اور اسی کو مسلمانوں کے رواجِ فاتحہ کی بنیاد قرار دیتا ہے۔اسی کی یہ تائید ہے فللہ الحمد[237]

نکتہ 60:

جمہوریت واشتراکیت کی حقیقت

اپریل 1949ء چرچل نے بوسٹن (امریکہ) میں تقریر کرتے ہوئے اعتراف کیا کہ جو کچھ روس کے اندر ہورہا ہے اس سے دنیا کو ناواقف رکھا جاتا ہے۔ کریملن کے چودہ آدمی لاکھوں کروڑوں انسانوں کو اپنی گرفت میں رکھ کر سارے عالم کی حکمرانی کا خواب دیکھ رہے ہیں۔[238]

---

237 ایصالِ ثواب میں اہلِ اسلام کا معمول ہے کہ وہ قرآن حکیم کی تلاوت اور دیگر اعمالِ نافلہ کرکے اس کا ثواب انبیاء، اولیاء کی ارواح اور اپنے زندہ و فوت شدہ اعزہ و اقرباء کو بخشتے ہیں۔

238 چرچل کی تقریر کے الفاظ یہ ہیں:

But the fourteen men in kremlin have their hierarchy and a church of communist adepts, whose missionaries are in every country as a fifth column, awaiting the day when they hope to be the absolute masters of their fellow countrymen and pay of old scores. They have their anti-God religion and their communist doctrine of the entire subjugation of the individual to the state. Behind this stands the largest army in the world, in the hands of a government pursuing imperialist expansion.
(MIT_MID CENTURY CONVOCATIONs' SPEECH. MARCH31,1949,www.winstonchurchil.org)

7 مئی 1949ء لندن(بی بی سی)جب مسٹر بیون نے ہاؤس آف کامنس[239] میں اپنا بیان جرمنی کی ناکہ بندی کے مسئلہ کے متعلق دیا تب چرچل نے کہاآپ کے اس اعلان کو دنیاانتہائی شادمانی کے ساتھ سنتی ہو گی اور سکون وراحت محسوس کرے گی۔اور میں آپ کو مبارکباد دیتاہوں کہ آپ نے ایک قضیے میں ہاتھ ڈالا ہے اور جس میں کامیاب ہو کر آپ بدی کے خلاف مضبوط صف بندی کریں گے۔یہ ہے حقیقت ان شورائی حکومتوں کی جن کی عمومیت کا ڈنکا کئی سالوں سے یورپ پیٹ رہا ہے۔فَاعْتَرَفُوا بِذَنبِهِمْ فَسُحْقًا لِّأَصْحَابِ السَّعِيرِ[240] اسی تقریر میں ہے "آج یورپ پر خوف وہراس کی فضا طاری ہے" ثُمَّ يَمَسُّهُم مِّنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ [241] قوت انہی کے لیے جارح ہے إِنَّا كَاشِفُو الْعَذَابِ قَلِيلًا إِنَّكُمْ عَائِدُونَ[242]

نکتہ 61: اولاد قابیل(تاتار واقوامِ مغرب جو گانے بجانے اور ہتھیار بنانے میں ماہر ہوئے)

سو قائن خدا کے حضور سے نکل گیا اور عدن کے مشرق کی طرف نُود کے علاقہ میں جابسا۔اور قائن اپنی بیوی کے پاس گیا اور وہ حاملہ ہوئی اور اس کے حنوک پیدا ہوا۔اور اس نے ایک شہر بسایا اور اس کا نام

---

239 برطانوی پارلیمنٹ کا ایوان زیریں House of Commons اور ایوان بالا House of Lords کہلاتا ہے۔

240 الملک:11 ترجمہ:انہوں نے اپنے گناہ کا اعتراف کر لیا سو دوزخیوں کے لیے(رحمت) سے دوری ہے۔

241 ھود:48 ترجمہ: پھر ان کو ہماری جانب سے دردناک عذاب پکڑے گا۔

242 الدخان:15 ترجمہ: ہم تھوڑے وقت کے لیے عذاب ٹال دیتے ہیں تو تم پھر(اپنے کفر کی طرف) لوٹ جاتے ہو۔

اپنے بیٹے کے نام پر حنوک رکھا۔ حنوک سے عیراد پیدا ہوا اور عیراد سے محویاایل پیدا ہوا اور محویاایل سے متوساایل پیدا ہوا اور متوساایل سے لمک پیدا ہوا اور لمک[243] دو عورتیں بیاہ لایا۔ ایک کا نام عدہ تھا اور دوسری کا نام ضلہ تھا اور عدہ کے یابل پیدا ہوا وہ ان کا باپ تھا جو خیموں میں رہتے تھے اور جانور پالتے تھے اور اس کے بھائی کا نام یوبل تھا وہ ان لوگوں کا باپ تھا جو بربط اور بانسری بجاتے تھے۔ ضلہ کے ہاں بھی توبلقائن پیدا ہوا جو پیتل اور لوہے سے مختلف اوزار بناتا تھا[244]

باب 38۔ درس 1۔7 حزقی ایل

اور خداوند کا کلام مجھ کو پہنچا اور اس نے کہا اے آدم زاد، تو جوج کے مقابل ہے جو ماجوج کی سرزمین کا ہے اور روس، میشک اور توبال کا مردار ہے، اپنا منہ کر اور اس کے برخلاف نبوت کر اور کہہ کر دیکھ اے جوج، روس اور میشک اور تو، بال کے سردار میں تیرا مخالف ہوں اور میں تجھے پھراؤں گا اور تیرے جبڑے میں لگام ڈالوں گا اور تجھے اور تیرے سارے لشکر اور گھوڑوں اور سواروں کو جو سب فاخرہ لباس جنگی پہنے ایک بڑا انبوہ جو چھریاں اور سپریں لیے ہوئے ہیں اور سب کے سب تلوار پکڑنے والے ہیں کھینچ لوں گا اور ان کے ساتھ فارس اور فوط، جو سب کے سب سپریں لیے ہوئے اور خود پہنے ہوئے ہیں اور جمر اور اس کا اتر کی اور اطراف کے اہل تحرمہ اور اس کا سارا لشکر۔ بھیڑ سے لوگ جو تیرے ساتھ

---

243 مولانا نے ملک لکھا ہے۔

244 کتاب مقدس، کتاب پیدائش، فصل: قائن اور ہابل (باب 4، آیات 17۔23)۔ مولانا نے جو ترجمہ اختیار کیا ہے اور ہم نے بائبل کے جس ترجمہ کو حوالہ کے لیے دیکھا ان کی عبارتوں میں بہت معمولی اختلاف ہے لیکن ایسا اختلاف نہیں ہے کہ معانی مختلف ہو جائیں۔

ہیں تو تیار ہو اور اپنے لیے تیاری کر تو آپ اور تیری ساری جماعت جو تجھ پاس فراہم ہوئی ہے۔اے جوج(روس) اور میشک اور توبال کے سردار! میں تجھے پلٹ دوں گا اور تجھے لیے پھروں گا اور ایسا کروں گا کہ تو اتر کے اطراف سے چڑھ آئے اور تجھے اسرائیل کے پہاڑوں پر لاؤں گا اور تیری کمان جو تیرے بائیں ہاتھ میں ہے گرادوں گا اور ایسا کروں گا کہ تیرے تیر تیرے داہنے ہاتھ سے گر پڑیں گے۔

اور میں تجھے ہر قسم کے شکاری پرندوں اور میدان کے درندوں کو خوراک کے لیے دوں گا تو کھلے میدان میں گر پڑے گا کیونکہ میں نے کہا کہ خداوند یہوداہ فرماتا ہے اور میں یاجوج اور ان پر جو جزیروں میں بے پروائی سے سکونت کرتے ہیں۔ایک آگ بھیجوں گا اور وہ جانیں گے کہ میں خداوند ہوں[245]

مکاشفہ یوحنا باب 19

درس 11 سے

پھر میں نے آسمان کو کھلا ہوا دیکھا اور کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سفید گھوڑا ہے اور اس پر ایک سوار ہے جو سچا اور برحق کہلاتا ہے اور وہ راستی اور انصاف کے ساتھ لڑائی کرتا ہے۔اور اس کی آنکھیں آگ کے شعلے ہیں اور اس کے سر پر بہت سے تاج ہیں اور اس کا ایک نام لکھا ہوا ہے

جسے اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور وہ خون میں تر کی ہوئی پوشاک پہنے ہوئے ہے جسے اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور اس کا نام "کلام خدا" کہلاتا ہے۔اور آسمان کی فوجیں سفید گھوڑوں پر سوار اور سفید صاف اور مہین کتانی کپڑے پہنے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے ہیں اور قوموں کو مارنے کے لیے اس کے منہ

---

[245] حزقی ایل۔باب نمبر 38،39،ص 875

سے ایک تیز تلوار نکلتی ہے اور وہ لوہے کے عصا سے ان پر حکومت کرے گا اور قادرِ مطلق خدا کے سخت غضب کی ہے جس کے حوض میں انگور روندے گا اور اس کی پوشاک پر نام لکھا ہوا ہے: بادشاہوں کا بادشاہ، خداوندوں کا خداوند[246]

مکاشفہ یوحنا باب 20:

پھر میں نے ایک فرشتہ کو آسمان سے اترتے دیکھا جس کے ہاتھ میں اتھاہ گڑھے کی کنجی اور ایک بڑی زنجیر تھی۔ اس نے اس اژدھا یعنی پرانے سانپ کو جو ابلیس اور شیطان ہے پکڑ کر ہزار برس کے لیے باندھا اور اسے اتھاہ گڑھے میں ڈال کر بند کر دیا اور اس پر مہر کر دی۔ تاکہ وہ ہزار برس کے پورے ہونے تک قوموں کو پھر گمراہ نہ کرے اس کے بعد ضرور ہے کہ تھوڑے عرصے کے لیے وہ کھولا جائے۔

پھر میں نے تخت دیکھے اور لوگ ان پر بیٹھ گئے اور عدالت ان کے سپرد کی گئی اور ان کی روحوں کو بھی دیکھا جن کے سر یسوع کی گواہی دینے اور خدا کے کلام کے سبب کاٹے گئے تھے اور جنہوں نے کسی حیوان کی پرستش کی تھی اور نہ اس کے بت کی اور نہ اس کی چھاپ اپنے ماتھے اور ہاتھوں پر لی تھی۔ اور وہ زندہ ہو کر ہزار برس تک مسیح کے ساتھ بادشاہی کرتے رہے اور جب تک یہ ہزار برس پورے نہ ہوئے باقی مردے زندہ نہ ہوئے پہلی قیامت یہی ہے۔ مبارک اور مقدس وہ ہے، جو پہلی قیامت میں شریک ہو۔ ایسوں پر دوسری موت کا کچھ اختیار نہیں بلکہ وہ خدا اور مسیح کے کاہن ہوں گے اور اس کے ساتھ ہزار برس تک بادشاہی کریں گے۔

---

246 یوحنا عارف کا مکاشفہ۔ باب 19۔ درس 11 تا 16، ص 1248۔1249

اور جب ہزار برس پورے ہو چکیں گے تو شیطان قید سے چھوڑ دیا جائے گا اور ان قوموں کو جو زمین کے چاروں طرف ہوں گی یعنی یاجوج ماجوج کو گمراہ کر کے جنگ کے لیے جمع کرے گا۔ ان کا شمار سمندر کی ریت کے برابر ہو گا اور تمام زمین میں پھیل جائیں گے اور مقدسوں کی لشکر گاہ اور عزیز شہر کو چاروں طرف سے گھیر لیں گے اور آسمان سے ان پر آگ نازل ہو کر ان کو کھا جائے گی اور ان کا گمراہ کرنے والا ابلیس آگ اور گندھک کی اس جھیل میں ڈالا جائے گا جہاں وہ حیوان اور جھوٹا نبی بھی ہو گا اور وہ دن رات ابد الآباد عذاب میں رہیں گے۔[247]

---

[247] یوحنا عارف کا مکاشفہ، باب نمبر 20، درس 1 تا 16

مولانا گیلانیؒ نے اپنی کتاب تذکیر بسورۃ الکھف (آج کل دجالی فتنہ کے نمایاں خدوخال کے نام سے چھپ رہی ہے) جوان کے ذہن رسا کی جولانیوں اور قلب مطمئن کی وجدانی بصیرتوں کا ایک بھرپور نظارہ پیش کرتی ہے، میں اہلِ مغرب یعنی یورپین اقوام کو قابیل یعنی قائن کی اولاد قرار دیا ہے۔ بائبل کی رو سے قابیل (قائن) جب لعنتی ہو کر اپنے والد حضرت آدمؑ سے دور نکل گیا تو وہ نود نامی علاقہ میں جا کر آباد ہوا اور وہاں اپنی بیوی کے پاس گیا اور وہ حاملہ ہوئی۔ مولانا لکھتے ہیں یہاں یہ پیچیدہ سوال ہے کہ وہ اس جماعت سے روپوش ہو گیا جس میں آدمؑ اپنی اولاد کے ساتھ تھے تو قائن کو عورت کہاں سے ملی۔ نسلِ انسانی اس وقت پھیلی نہ تھی وہ جس علاقہ میں آدم تھے، اسی علاقہ تک محدود تھی تو یہ عورت اس کو کہاں سے ملی؟ میں تو اس کو خواب و خیال میں سمجھتا ہوں کہ بجائے انسانی عورت کے بندروں کی ایسی مادہ سے جو انسانوں سے شکلاً و صورتاً زیادہ قریب تھی اسی سے قائن نے نسل کشی کا کام لیا لیکن کیا کہا جائے کہ دیکھنے والوں کو کچھ اسی قسم کا خواب دکھایا گیا ہے۔ ننھیال بدل جانے کی وجہ سے قائن کی آئندہ نسلوں میں کچھ کوتاہیاں فطرتاً رہ گئیں۔ اسی سے شاید پچھلے دنوں یورپ میں یہ غلغلہ جو بلند ہوا کہ انسانی شجرہ نسب کی انتہا سائنس کی رو سے بندروں پر ہوتی ہے (تذکرۃ بسورۃ الکھف، مکتبہ خلیل، لاہور، ص 231-233، 2004ء)

مولانا کا بیان کردہ نکتہ دلچسپ ضرور ہے مگر اس سے اتفاق کرنا مشکل ہے اس کی درج ذیل وجوہات ہیں:

- اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ قائن (قابیل) لعنتی ہو کر اکیلا ہی نکلا اور اس کی بیوی اس کے ساتھ نہ تھی تو یہ ماننا پڑے گا کہ اس کی بیوی نے پوری زندگی بے شوہر کے گزاری کیونکہ آدمؑ کی شریعت کے مطابق تو صرف قابیل ہی اس کا شوہر ہو سکتا ہے تو اس کو اسد کی فطری و طبعی ضروریات کی عدم تسکین کی سزا کس جرم میں ملی؟
- کسی فرد کے قاتل ہونے سے کسی عورت کا اس کی بیوی نہ ہو سکنا یا ان کے مابین نکاح کا شرعاً حرام ہو جانا یہ شرائع سابقہ میں کسی شریعت میں ایسے حکم کا اشارہ نہیں ملتا کہ کوئی عورت قاتل کی بیوی نہیں بن سکتی یا اس کے قاتل ہونے کے بعد اس کی منکوحہ نہیں رہتی تھی۔ بلکہ قابیل کے واقعہ سے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں قصاص کا حکم بھی نہیں تھا۔
- بائبل میں اس بات کا عدم ذکر کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ نکلا اس بات کی دلیل کس طرح ہے کہ وہ ساتھ نہیں تھی۔ عورت اپنے شوہر کے تابع ہوتی ہے اور اس کے ساتھ کا ذکر نہ ہونا، اس کے ساتھ نہ ہونے کا ثبوت نہیں۔ قرآن کا کہنا ہے فَتَلَقّٰی آدَمُ مِنْ رَبِّهٖ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اس آیت میں صرف حضرت آدمؑ کے توبہ کرنے اور قبول ہونے کا ذکر ہے تو یقیناً ان کی زوجہ حضرت حوا اس کے تابع شامل ہیں۔ کیونکہ یہ تو قرآن کی ہی شہادت ہے کہ آدم و حوا علیہما السلام دونوں کو شیطان نے بہکایا وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ۔ (البقرہ:36) لیکن توبہ میں حضرت حوا کا ذکر نہیں ہے تو کیا اس سے استدلال کیا جا سکتا کہ حضرت حوا نے توبہ کی ہی نہیں (العیاذ باللہ)
- انسان ایک علیحدہ نوع ہے اور بندر حیوانات کی علیحدہ نوع۔ ایک نوع کا نسب دوسری نوع سے چلنا عقلاً بھی ناممکن ہے اور فطرتاً بھی، اگر ایسا ہونے لگے تو پھر کوئی نوع، نوع نہ رہے اور نسب، نسب نہ بنے۔ اس لیے بندر سے بندر جنم لیتا ہے انسان سے انسان۔
- یہ بات مان لینے سے کہ قابیل کی اولاد بندروں سے ہے تو ڈارون کی تھیوری کا جزوی اثبات ہوتا ہے۔

نکتہ 62:

کل 27 رمضان المبارک 1376ھ کو ایم اے کی جماعت کے سامنے آیات قرآنی کے باہمی ارتباط و تعلق پر درس ہو رہا تھا۔ کائنات مادی و کائنات روحانی کی باہمی مشابہت کا ذکر اسی سلسلہ میں جب آیا تو من جملہ دوسری مشابہتوں کے زبان سے **لاتنقضی عجائبہ** کی تفصیل میں نکل گیا کہ آج تیس چالیس سال تک قرآن پڑھتا ہوں تقریباً ہر روز نئی بات کا جدید علم اس کتاب سے میسر آتا ہے۔ آج 27 رمضان المبارک کی صبح سورۃ یوسف پڑھ رہا تھا حسب ذیل نتائج ہاتھ آئے

1۔ وَمَا أَنتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا[248] سے معلوم ہوا کہ ایمان کا صلہ جب لام کے ساتھ آتا ہے تو اس وقت مؤمن بہ کی بات ماننے کی طرف اشارہ ہوتا ہے **وھذا ان شاء اللہ یفید فی کثیر من مواضع الکتاب**[249]

قرآن تو اس سلسلے میں خاموش ہے کہ قابیل کا قتل کے بعد کیا معاملہ ہوا۔ بائبل میں اس سے متعلق معلومات ملتی ہیں اور بائبل میں صراحتاً ہے کہ وہ "بیوی" کے پاس گیا تو اس لفظ بیوی کو "بندریا" سے تبدیل کرنے کے لیے کون سا عقلی، تاریخی اور تشریعی جواز موجود ہے؟ اور انسان کے حوالے سے بیوی کا لفظ اپنے عرفی، لغوی، اصطلاحی معنی میں بالکل واضح ہے۔ اس کو کسی طرح بھی مجازاً بندریا قرار نہیں دیا جاسکتا۔

[248] یوسف: 17

[249] یہ نکتہ کتاب حکیم قرآن مجید کی مختلف آیات میں جہاں اس طرح ایمان کا صلہ (preposition) لام کے ساتھ آیا ہے وہاں قرآنی آیات کی معنویت کی تفہیم میں مفید ہوگا۔

می کشد چون اشتر مست این جوال	بے فتور و بے گمان و بے ملال[258]
از جہان مرگ سوئے برگ رو	چوں بقا ممکن بود فانی مشو[259]
درمیان این دو مرگ او زندہ است	این مطوق شکل جائے خندہ است[260]
پشم بگزینی شتر نبود ترا	ور بود اشتر چہ قیمت پشم[261]

---

258 جس نے الست کے دن کا خواب دیکھ لیا ہے وہ عبادات کی راہ میں پورا مست ہو جاتا ہے وہ مست اونٹ کی طرح اس بوجھ کو اٹھاتا ہے بغیر سستی، بغیر گمان اور بغیر تکلیف کے (مثنویِ مولانا جلال الدین رومی، رفتن ہر دو خصم نزد داؤد، دفتر سوم، حامد اینڈ کمپنی، لاہور، ص228، 1976ء)

259 موت کی دنیا سے سازو سامان کے عالم کی جانب چل، جب بقا ممکن ہے تو ہلاک نہ ہو (ایضاً قصہ آں شخص کہ دعویٰ پیغامبری می کرد، دفتر پنجم ص 121، 1978ء)

260 وہ ان دو موتوں کے درمیان زندہ ہے۔ یہ طوق بنی ہوئی شکل ہنسنے کا مقام ہے (انسان غم کی شدت سے بھی موت کے قریب پہنچ جاتا ہے اور خوشی کی انتہا پہ بھی اس کی سانس رکنے لگی دونوں طرف موت ہے اس کے درمیان انسان زندہ ہے اور جسم کا طوق روح کے گلے میں پھنسا ہوا ہے) (ایضاً، حکایت آں بادشاہ زادہ کہ پادشاہی حقیقی بوی روی نمود یوم یفر المرء من اخیہ، دفتر چہارم، ص296، 1977ء)

261 اگر تو اون پسند کرے گا تو اونٹ تیرے نہ ہوں گے اور اگر اونٹ ہیں تو اون کی کیا قیمت (اگر اون کی فکر میں لگا رہے گا تو اونٹ تیری ملکیت میں کبھی نہیں آسکتے اور اگر اونٹ تیرے ہو جائیں تو پھر اون کی کچھ قیمت نہیں) (مثنوی، اختیار کردن پادشاہ دختر زاہد را از جہت پسر، دفتر چہارم، ص299، 1977ء)

هر که کارد قصد گندم باشدش | کاه خود اندر تبع می آیدش[262]

نیست قدرت هر کسے را ساز وار | عجز بهتر مایہ پرہیز گار[263]

حیلہ ہا و چارہ ہا گر اژدہا ست | پیش الا اللہ آنہا جملہ لا است[264]

آن خداوندی کہ دارند ت عوام | باز بستانند از تو ہمچو وام

آن خداوندی تو از بندگی | کمتر است از باز دانی اندگی[265]

---

[262] جو کوئی بوتا ہے تو اس کا ارادہ گندم حاصل کرنے کا ہی ہوتا ہے بھوسہ تو اس کو تبعاً حاصل ہو جاتا ہے۔(مثنوی، گفتن شیخ مر بایزیدؒ را کہ کعبہ منم گردِ من طواف کن، دفتر دوم، ص215، 1976ء)

[263] قدرت و اختیار ملنا ہر ایک کے لیے مناسب نہیں ہے۔ پرہیز گار کے لیے عاجزی بہت عمدہ سرمایہ ہے (مثنوی، استدعا آن مرد از موسیٰ زبانِ بہایم و طیور و قبول کردن موسیٰؑ یا امر حق، دفتر سوم، ص316)

[264] حیلے اور تدبیریں اگرچہ اژدہا کی طرح ہوں (یعنی ہر مقابل اور دشمن کو خوف زدہ کر سکتی ہوں، زیر کر سکتی ہوں) لیکن الا اللہ کے مقابلے میں "لا" ہیں (یعنی ذاتِ باری تعالیٰ کی قدرت و امر کے آگے معدومِ محض ہیں)

[265] وہ آقائی جو تجھے عوام نے دی ہے قرض کی طرح ہے وہ تجھ سے واپس لے لیں گے۔ تیری وہ آقائی غلامی سے کمتر ہے تو سمجھ لے۔(مثنوی، نومید شدن موسیٰؑ از ایمان آوردن فرعون، دفتر چہارم، ص266)

علامہ اقبالؒ نے ان معانی کو اشعار میں یوں حسن عطا کیا ہے:

نگاہِ فقر میں شانِ سکندری کیا ہے | خراج کی جو گدا ہو وہ قیصری کیا ہے

اسی خطا سے عتابِ ملوک ہے مجھ پر | کہ جانتا ہوں مآلِ سکندری کیا ہے

کسے نہیں ہے تمنائے سروری لیکن | خودی کی موت ہو جس میں وہ سروری کیا ہے

(کلیاتِ اقبال اردو (بالِ جبریل)، اقبال اکیڈمی، لاہور، ص379، 1990ء)

نکتہ 64: نکتہ علیہ

الانسان لا یخلو عن طلب نفساً واحداً یقوم به لأمر ما، یعنی آدمی کسی نہ کسی قسم کی طلب اپنے اندر رکھتا ہے چاہے اس طلب کو مجہول بنالے الا من جهة واحدة وهو أن یکون متعلق طلبه ما یحدثه الله في العالم في نفسه أو في غیره فما وقعت علیه عینه أو تعلق به سمعه أو وجده في نفسه أو عامله به أحد فلیکن ذلك عین مطلوبه المجهول قد عینه له الوقوع فیکون قد وفی حقیقة کونه طالباً وتحصل له اللذة بکل واقع منه أو فیه أو من غیره أو في غیره کبھی حس وحرکت پیدا نہ ہوگی فإن اقتضی ذلك الواقع التغییر له تغیر لطلب الحق منه التغیر وهو طالب الواقع والتغیر هو الواقع ولیس بمقهور فیه بل هو ملتذ في تغییره کما هو ملتذ في الموت للتغیر وما ثم طریق إلى تحصیل هذا المقام إلا ما ذکرناه فلا تقل کما قال من جهل الأمر فطلب المحال فقال أرید أن لا أرید وإنما الطلب الصحیح الذي تعطیه حقیقة الإنسان لا أن یقول أرید ما ترید[266]

---

266 ترجمہ: ہر انسان ہر حال میں کسی نہ کسی طلب کو اپنے وجود میں پاتا ہے اور اس کی طلب کا مرکز مجہول اور غیر متعین ہونا چاہیے مگر ایک جہت سے نہیں (کیونکہ معلوم و متعین کی طلب کے عدم تحصیل سے رنج وپریشانی اور ذاتِ باری تعالیٰ سے بدگمانی کا امکان ہوتا ہے) طلب کو متعین بنانے کی جہت یہ ہے کہ یہ طلب اللہ کی طرف سے کائنات میں، یا اس کی ذات میں یا اس کے علاوہ میں حدوث کے فیصلوں سے متعلق رہے پس جو بھی اس پر واقع ہوگا، اس کی بصارت، سماعت و ذہن پر جو امرِ الٰہی کا فیصلہ ہو، یا اس کے ساتھ کسی دوسرے کی طرف سے کوئی معاملہ ہوگا تو اس کا مجہول مطلوب معین بن جائے گا(یعنی اللہ کا حکم اور نفاذ امر ہی اس کا معین مطلوب قرار پائے گا) اس سے وہ حادثات و واقعات سے تلذذ حاصل کرے گا چاہے اس پر کچھ وارد ہو یا کسی غیر پر، اس کی طلب جب امرِ الٰہی کے موافق ہوگی تو تغیر و بے ثباتی اس کا مطلوب رہے گی وہ در حقیقت تغیر کا طالب رہے گا اور وہ بھی خود کو مجبور و مقہور سمجھتے ہوئے نہیں بلکہ یہ تغیر اس کے لیے باعثِ لذت ہوگا۔ یہ نہیں کہنا چاہیے جیسا کہ بعض حقیقت سے غافل لوگوں نے کہا اور محال امر کو طلب کیا ہے کہ کہا "میں

نکتہ 65: ابنِ عمرؓ والی روایت جس میں پوچھنے والے نے پوچھا کہ عثمانؓ احد سے بھاگے؟ بدر میں نہ تھے؟ اور بیعت الرضوان میں پیچھے رہ گئے (تخلّف) ابنِ عمرؓ نے ہر ایک بات کی تصدیق کی فکبّر (یعنی سائل اللہ اکبر کے ساتھ چیخ اٹھا) روایت مشہور ہے ابنِ عمرؓ نے سب کا جواب دیا۔ اما احد فاشهد ان الله عفا عنه وفی بدر کان مکثه بامر النبی و کذا فی بیعة الرضوان ذهب بامره الی مكة[267]

چاہتا ہوں کہ میں کچھ نہ چاہوں" طلبِ صحیح یہ ہے کہ کہے جو کہ انسان کی حقیقی عطا ہے "میں وہی چاہتا ہوں جو تو چاہتا ہے"(الفتوحات المکیۃ، الباب الرابع والسبعون و ثلاثمائۃ۔ فی معرفۃ منزل الرؤیۃ والرتبہ وسوا ایقاً الاشیاء۔۔۔، ج 3، ص 449)

[267] بخاری کی روایت یہ ہے جاءَ رَجلٌ مِنْ أَهلِ مِصرَ حَجَّ الْبَيتَ فَرَأَى قَوْمًا جُلُوسًا فَقَالَ مَنْ هَؤُلَاءِ الْقَوْمُ فَقَالُوا هَؤُلَاءِ قُرَيْشٌ قَالَ فَمَنْ الشَّيْخُ فِيهِمْ قَالُوا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ يَا ابْنَ عُمَرَ إِنِّي سَائِلُكَ عَنْ شَيْءٍ فَحَدِّثْنِي هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ عُثْمَانَ فَرَّ يَوْمَ أُحُدٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ تَعْلَمُ أَنَّهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَدْرٍ وَلَمْ يَشْهَدْ قَالَ نَعَمْ قَالَ تَعْلَمُ أَنَّهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَمْ يَشْهَدْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ قَالَ ابْنُ عُمَرَ تَعَالَ أُبَيِّنْ لَكَ أَمَّا فِرَارُهُ يَوْمَ أُحُدٍ فَأَشْهَدُ أَنَّ اللَّهَ عَفَا عَنْهُ وَغَفَرَ لَهُ وَأَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَدْرٍ فَإِنَّهُ كَانَتْ تَحْتَهُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ مَرِيضَةً فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لَكَ أَجْرَ رَجُلٍ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَسَهْمَهُ وَأَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَوْ كَانَ أَحَدٌ أَعَزَّ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ عُثْمَانَ لَبَعَثَهُ مَكَانَهُ فَبَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُثْمَانَ وَكَانَتْ بَيْعَةُ الرِّضْوَانِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ عُثْمَانُ إِلَى مَكَّةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ الْيُمْنَى هَذِهِ يَدُ عُثْمَانَ فَضَرَبَ بِهَا عَلَى يَدِهِ فَقَالَ هَذِهِ لِعُثْمَانَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ اذْهَبْ بِهَا الْآنَ مَعَكَ۔

یعنی مصر والوں میں سے آیا اور اس نے حج کیا بیت اللہ کا تو ایک جگہ چند لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھ کر کہا یہ کون لوگ ہیں؟ لوگوں نے کہا یہ قریش ہیں اس نے پوچھا ان کا شیخ کون ہے؟ لوگوں نے کہا عبداللہ بن عمر اس شخص نے ابن عمر کی [illegible] کہا ابن عمر! میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں تم اس کا جواب دو کیا تم کو معلوم ہے کہ عثمان جنگ احد [illegible] تھے ابن عمر نے کہا ہاں! ایسا ہی ہوا تھا پھر اس نے پوچھا تم کو معلوم ہے کہ عثمان بدر کے معرکہ سے غائب [illegible] میں شریک نہ تھے ابن عمر نے کہا ہاں! پھر اس نے کہا تم کو معلوم ہے کہ عثمان رضی اللہ تعالی عنہ بیعت

آج خیال آیا کہ کسی کی تحقیر کا منطقی طریقہ یہ کتنا اچھا ہے کہ اس کے متعلق جو بظاہر کمزوریاں مشہور ہوں ان کو اجاگر کر کے دکھایا جائے۔ اسی سے یہ معلوم ہوا کہ یوم الزحف[268] جیسے گناہ کی بھی مغفرت ہو سکتی ہے۔

نکتہ 66:

ٹھہروں تو کہاں ٹھہروں، جاؤں تو کہاں جاؤں　　　　ہر خطرے سے خالی ہو، اس گھر کو کہاں پاؤں

رضوان میں بھی شریک نہ تھے اور غائب رہے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہاں! اس پر اس شخص نے اللہ اکبر کہا تو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا کہ ادھر آئیں تجھ سے حقیقت حال بیان کروں احد کے دن عثمان کا بھاگ جانا تو اس کے متعلق یہ ہے کہ خدا نے ان کے اس قصور کو معاف فرما دیا اور ان کو بخش دیا اور بدر کے دن عثمان کا غائب ہونا اس کا واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری صاحبزادی (حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) ان کی بیوی تھیں اور وہ (اس زمانہ میں) بیمار تھیں (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو ان کی خبر گیری کے لئے مدینہ میں چھوڑ دیا) اور فرمایا عثمان کو بدر میں حاضر ہونے والے شخص کا ثواب ملے گا اور مال غنیمت میں سے بھی پورا حصہ ملے گا رہا بیعت رضوان سے عثمان کا غائب رہنا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر مکہ میں عثمان سے زیادہ ہر دل عزیز باعزت کوئی شخص ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی کو مکہ روانہ فرماتے لیکن ایسا نہ تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں مکہ روانہ کیا اور ان کے جانے کے بعد بیعت رضوان کا واقعہ پیش آیا اور بیعت کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھ کو اٹھا کر کہا یہ عثمان کا ہاتھ ہے پھر اس ہاتھ کو اپنے دوسرے ہاتھ پر مار کر فرمایا یہ عثمان کی بیعت ہے اس کے بعد ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تو میرے اس بیان کو لے جا جو میں نے تیرے سامنے دیا ہے یہی بیان تیرے سوالات کا مکمل جواب ہے۔ (الجامع الصحیح، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب مناقب عثمان بن عفان، ج2، ص 463، حدیث نمبر 3698)

[268] جنگ سے فرار

فتنوں پہ یہاں فتنے، ہر روز ابھرتے ہیں
کس چوٹ کو میں روکوں، کس چوٹ کو میں کھاؤں

کچھ نہ چاہوں یہ ہو نہیں سکتا
مدعی اس کا لغو ہے بکتا

حق جو چاہے وہی بنے مطلوب
عافیت کا یہی ہے اک رستا

ہو کس چیز کی پروا
سامنے صبح و مسا

یعنی از ذرہ تا بارح سما
ارحم الراحمین کا جلوہ[269]

نکتہ 67:

لیک چون رنجے دھد بد بخت را
او بگز راند بکفران رخت را

نیک بختے را چو حق رنجے دھد
رخت را نزدیک تروامے نہد

بد دلاں از بیم جاں درکار زار
کردہ اسباب ہزیمت اختیار

پر دلاں در جنگ ہم از بیم جاں
حملہ کردہ سوئے صفِّ دشمناں

رستماں را ترس و غم وا پیش بُرد
ہم زترس آں بددل اندر خویش مرد

چون محک آمد بلا و بیم جاں
زاں پدید آمد شجاع از ہر جباں

---

269 مولانا گیلانیؒ کی مشقِ سخن۔

حاصل آں کزوسوسہ ہر سو گسیخت   از قضا ہم در قضا باید گریخت 270

270 (أ) لیکن (اللہ تعالیٰ) جب کسی بدنصیب کو رنج وتکلیف میں مبتلا کرتا ہے تو وہ ناشکری کا راستہ اختیار کرتا ہے۔

(ب) جب اللہ تعالیٰ کسی خوش بخت کو تکلیف کی آزمائش میں ڈالتے ہیں تو وہ اور زیادہ نزدیک پڑاؤ کرتا ہے (شدت غم میں قلب کا شاکر وصابر ہونا قربِ الٰہی کی منزلوں کے حصول میں انتہائی سرعت کا باعث بنتا ہے)

(ج) بزدلوں نے جنگ میں جان کے خوف سے پسپائی کے اسباب اختیار کر لیے (سالکین راہِ خدا میں سے جو بے صبرے اور تھڑدِلے تھے وہ آزمائشوں سے گھبرا کر راستہ چھوڑ گئے)

(د) بہادروں نے جنگ میں بھی جان کے خوف سے دشمنوں کی صف پر حملہ کر دیا (عزم وہمت والے راہِ خدا کے مسافروں کو بھی خوف وخطر نے اسی طرح گھیرا جس طرح بزدلوں کو گھیرا تھا۔ وَإِذْ زَاغَتِ الأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللهِ الظُّنُونَا هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالاً شَدِيداً کی بجلیاں ان پر بھی کڑکیں مگر انہوں نے بدگمانیوں، وسوسوں اور نفسانی خیالوں کے لشکروں پر یقین کی تلواروں کے ساتھ پیش قدمی کی)۔

(ہ) بہادروں نے خوف اور غم کو آگے بڑھایا بزدل خوف سے خود بخود مر گیا (انسان کے ظرف کے فرق سے حصول میں فرق واقع ہوتا ہے۔ ورنہ حالت تو ایک سی ہی وارد ہوتی ہے)

(ز) جبکہ مصیبت اور جان کا خوف کسوٹی بنا۔ اس وجہ سے بہادر ہر بزدل سے عیاں ہو گیا (اسی کو قرآن نے کہا أَحَسِبَ النَّاسُ أَن يُتْرَكُوا أَن يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لاَ يُفْتَنُونَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ (العنکبوت))

(ر) خلاصہ یہ ہے کہ جو شیطانی وسوسہ کی ہر جانب سے جدا ہو گیا اس کو قضاء خداوندی سے قضاء کی جانب بھاگنا ہے (یعنی انسان وسوسوں سے بچ کر اعمالِ صالحہ پر لگا رہے حالت رنج والم کی ہو یا راحت ومسرت کی، کیونکہ رنج بھی قضاء الٰہی سے وارد ہوتا اور خوشی بھی اسی کے حکم کا نتیجہ ہے تو انسان ایک خدائی فیصلے سے دوسرے خدائی فیصلے میں آتا جاتا رہتا۔ اصل

نکتہ 68: المصافحۃ بعد الصبح و العصر

وقال عز العلماء (عز بن عبد السلام) انها من البدعة المباحة[271]

(القواعد له، ج2، ص196)

نکتہ 69: مسئلہ قتل المرتد

ظاہر ہے کہ قرآن میں نص قطعی اس باب میں پایا نہیں جاتا ہے الآن ندخلها تحت آية انما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله ويسعون في الارض فسادا[272] وذكر السرخسي انهم بعضهم

بات کو اپنے کسب و اختیار کی حد تک اللہ کی رضا جوئی کے لیے نیکی میں لگ جانا ہے) (مثنوی، ترجمہ قاضی سجاد حسین، تفسیر آیہ کریمہ وما خلقنا السموٰت والارض وما بينهما، دفتر چہارم ص279)

[271] امام عزالدین عبد العزیز بن عبد السلام نے لکھا ہے: والبدع المباحة امثلة منها: المصافحة عقيب الصبح والعصر ومنها التوسع في اللذيذ من المآكل والمشارب والملابس والمساكن ولبس الطيالسة وتوسع الاكمام وقد يختلف في بعض ذالک فيجعله بعض العلماء من البدع المكروهة۔ مباح بدعتوں کی مثالوں میں سے یہ بھی ہیں صبح اور عصر کی نمازوں کے بعد مصافحہ کرنا، کھانے، پینے اور پہننے کے تلذذات میں وسعت اختیار کرنا، سیاہ یا سبز چادریں اوڑھنا، اوڑھنے کی چیزوں میں توسع اختیار کرنا، بعض علماء نے ان میں سے کچھ کے بارے اختلاف کیا ہے اور انہیں مکروہ بدعات میں شمار کیا ہے۔ (عزالدین عبد العزیز بن عبد السلام الدمشقی، قواعد الاحکام فی مصالح الانام تحقیق محمد دین التلامیذ الشنقیطی، دار المعارف بیروت، ج2م ص173م س۔ن)

[272] المائدہ: 33، ترجمہ: جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرنے کے درپے ہوتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ ان کو قتل کیا جائے یا سولی چڑھایا جائے یا مخالف سمتوں میں ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں یا جلا وطن کر دیا جائے۔

یقولون ان حکم المرتد یفھم من قولہ تعالیٰ تقاتلونھم او یسلمون[273] رہ گئی حدیث **من بدل دینہ فاقتلوہ**[274] اس میں بھی من کی عمومیت باقی نہیں رہی ہے۔ **فان ابا حنیفۃ قد اخرج منھا**

---

273 شمس الائمہ السرخسیؒ نے المبسوط میں تحریر فرمایا ہے عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى قَالَ بَعَثَ اللَّهُ تَعَالَى رَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَرْبَعَةِ سُيُوفٍ سَيْف قَاتَلَ بِهِ بِنَفْسِهِ عَبَدَةَ الْأَوْثَانِ وَسَيْف قَاتَلَ بِهِ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْهُ أَهْلَ الرِّدَّةِ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى { تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ } (الفتح:16)(المبسوط تحقیق خلیل محی الدین المیس، دار الفکر، بیروت، 102، ص 3، کتاب السیر، 2000ء/1421ھ) اسی طرح لکھتے ہیں فَأَمَّا الْمُرْتَدُّونَ وَعَبَدَةُ الْأَوْثَانِ مِنْ الْعَرَبِ لَا تُقْبَلُ مِنْهُمْ الْجِزْيَةُ وَلَكِنَّهُمْ يُقَاتَلُونَ إلَى أَنْ يُسْلِمُوا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى { تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ} (ص:11)

274 یہ حدیث مسلم کے علاوہ صحاح ستہ کی تمام کتب میں موجود ہے۔ مسلم میں قتلِ مرتد کی فعلی حدیث ہے ذیل میں سب کے حوالہ جات ذکر کیے جاتے ہیں: 1۔البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار الکتب العلمیہ بیروت، کتاب استتابہ المرتدین والمعاندین وقتالھم باب حکم المرتد والمرتدہ، حدیث نمبر 6922، ج4، ص 313، 1423ھ/2003ء

2۔ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، السنن، تحقیق ڈاکٹر سید محمد السید، دار الحدیث، القاھرہ، کتاب الحدود، باب الحکم فمن ارتد، حدیث نمبر 4351، ج4، ص1860، 1420ھ/1999ء

3۔النسائی، احمد بن شعیب، السنن، تحقیق شعیب الارنؤوط، حسن عبد المنعم، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، کتاب المحاربۃ، باب الحکم فی المرتد، حدیث نمبر 3509، ج3، ص 441، 1421ھ/2000ء

4۔ابن ماجہ، محمد بن یزید القزوینی، السنن، دار الفکر، بیروت، کتاب الحدود، باب المرتد عن دینہ، حدیث نمبر 2535، ص588، 1424ھ/2003ء

5۔الترمذی، ابو عیسیٰ، السنن، تحقیق محمد محمود حسن نصار، دار الکتب العلمیہ، بیروت، کتاب الحدود، باب ما جاء فی المرتد، حدیث نمبر 1458، ج2، ص415، 1421ھ/2000ء

النساء وَالْمُصَابُ وَالْمُرَاهِقُ العاقل وَالسَكْرَانُ [275] وذكر ابن رشد ان فى الكُفرِ بالمآل اي التكفير الذى يصدر عن عامة العلماء ففي قول واحد عن مالك لا يقتل بل يؤدب (انظر بداية المجتهد) [276]

---

[275] امام ابو حنیفہؒ نے من کے عموم سے عورتوں، مجانین، بچوں (قریب البلوغ ہوں) اور نشے کی حالت والوں کو ارتداد کے باعث قتل کیے جانے کے حکم سے خارج قرار دیا ہے:

- ولا تقتل المرتده بل تحبس حتیٰ تسلم (ابن نجیم، عبداللہ بن احمد، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، تحقیق: شیخ زکریا عمرات، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول، ج5، ص217، 1418ھ/1997ء
- وارتداد الصبی والعاقل صحیح کاسلامه ویجبر علیه ولا یقتل (ایضاً 231)
- واذاارتداد الغلام المراهق لم یقتل (المبسوط، دراسۃ و تحقیق: خلیل محی الدین المیس، دار الفکر بیروت، کتاب السیر، ج10، ص205، ص210)۔

[276] ابن رشد، ابو الولید، محمد بن احمد، القرطبی، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، مطبع مصطفٰی البابی الحلبی واولادہ، مصر، ج2، ص458، کتاب الحرابہ، 1395ھ/1975ء۔ علامہ ابن رشد لکھتے ہیں: وَاخْتَلَفَ قَوْلُ مَالِكٍ فِي التَّكْفِيرِ بِالْمَآلِ (وَمَعْنَى التَّكْفِيرِ بِالْمَآلِ: أَنَّهُمْ لَا يُصَرِّحُونَ بِقَوْلٍ هُوَ كُفْرٌ، وَلَكِنْ يُصَرِّحُونَ بِأَقْوَالٍ يَلْزَمُ عَنْهَا الْكُفْرُ، وَهُمْ لَا يَعْتَقِدُونَ ذَلِكَ اللُّزُومَ)، وَأَمَّا مَا يَلْزَمُ هَؤُلَاءِ مِنَ الْحُقُوقِ إِذَا ظُفِرَ بِهِمْ، فَحُكْمُهُمْ إِذَا تَابُوا أَنْ لَا يُقَامَ عَلَيْهِمْ حَدُّ الْحِرَابَةِ، وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهُمْ مَا أَخَذُوا مِنَ الْمَالِ إِلَّا أَنْ يُوجَدَ بِيَدِهِ فَيُرَدَّ إِلَى رَبِّهِ. وَإِنَّمَا اخْتَلَفُوا هَلْ يُقْتَلُ قِصَاصًا بِمَنْ قَتَلَ؟ فَقِيلَ يُقْتَلُ وَهُوَ قَوْلُ عَطَاءٍ، وَأَصْبَغَ، وَقَالَ مُطَرِّفٌ وَابْنُ الْمَاجِشُونِ عَنْ مَالِكٍ: لَا يُقْتَلُ، وَبِهِ قَالَ الْجُمْهُورُ، لِأَنَّ كُلَّ مَنْ قَاتَلَ عَلَى التَّأْوِيلِ فَلَيْسَ بِكَافِرٍ بَتَّةً۔
مآل کے اعتبار سے تکفیر کے حکم کے مسئلہ میں امام مالکؒ کا قول مختلف ہے (تکفیر بالمآل کے معنی یہ ہیں کہ قائلین اس قول کو صراحت سے نہیں کہتے جو کفر ہو بلکہ وہ ان اقوال کو صراحت سے کہہ رہے ہوتے ہیں جن سے کفر لازم آتا ہے اور وہ اس لزوم کا اعتقاد نہیں رکھتے) اور وہ لوگ جو کہ ان کفریہ اقوال کا التزام نہیں کرتے جب ان پر غلبہ پالیا جائے تو ان کا حکم یہ

ہو گا کہ اگر وہ توبہ کریں تو ان پر حد الحرابہ قائم نہیں کی جائے گی اور ان سے وہ مال واپس نہیں لیا جائے گا جو انہوں نے چھینا، مگر وہ مال جو ان کے ہاتھوں میں پایا جائے وہ اس کے مالک کو لوٹا دیا جائے گا۔ انہوں نے اختلاف کیا ہے کہ کیا ان کو قصاصاً قتل کیا جائے گا تو کہا گیا کہ قتل کیا جائے گا اور یہ قول عطاء کا ہے، اصبغ کا ہے جبکہ مطرف اور ابن الماجشون نے امام مالکؒ سے نقل کیا ہے کہ قصاصاً قتل نہیں کیا جائے گا اور یہی قول جمہور کا ہے کیونکہ جنہوں نے بھی تاویل کے ساتھ قتال کیا تو وہ کافر نہیں ہیں۔

مولانا کی یہ بیاض ان کے ان خیالات کا مجموعہ ہے جن پر وہ مزید غور و فکر کا ارادہ رکھتے تھے۔ اس لیے اس عبارت میں بیان کردہ اشکالات و سوالات بھی مولانا کے نہیں ہو سکتے۔ مولانا کثیر العلم بھی تھے، کثیر التحریر بھی اور جراتِ اظہار بھی فراواں تھی۔ اگر مولانا کی یہ رائے ہوتی تو آپ نہ اظہار سے گریز کرتے اور نہ اصرار سے۔ اس لیے ان کے ان اشکالات کی حیثیت قابلِ تنقیح نکات کی ہے جس کو وہ نقد و جرح کی کسوٹی پر پرکھنا چاہتے تھے۔ ذیل میں قتلِ مرتد کی سزا پر ان سوالات و اشکالات کو مد نظر رکھتے ہوئے عمومی نقد کی جاتی ہے:

(أ) کسی شرعی حکم کے اثبات کے لیے یہ مطالبہ کرنا کہ اسے قرآن سے ہی ثابت کریں یا اگر کوئی حکم قرآن سے ثابت نہ ہو تو اس کی تشریعی حیثیت کمزور یا ثانوی ہو جاتی ہے، درست نہیں۔ مصادرِ شریعت قرآن و سنت ہیں اور دونوں کے مصدر ہونے میں کسی طرح کی بھی درجہ بندی نہیں ہے کہ قرآن مصدرِ اول ان معنوں میں سمجھا جائے کہ اس کے علاوہ مصدرِ تشریع جو بھی ہو گا وہ دوسرے درجے کا ہو گا۔ اگر مصادر شریعت میں پہلے قرآن کو ذکر کیا جاتا ہے اور پھر سنت و حدیث کو تو یہ ترتیب محض ذکر کرنے کی ترتیب ہے جس کی وجہ ادب ہے کہ ادباً کتاب اللہ کو پہلے لکھا، بولا اور بتایا جاتا ہے اور رسول ﷺ کے اقوال و افعال کو دوسرے مرحلہ پر ذکر کیا جاتا ہے۔ قرآن نے ہرگز یہ نہیں کہا کہ پہلے اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کی اطاعت کر کے فارغ ہو جاؤ تو پھر رسول ﷺ کی اطاعت شروع کر دو۔ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ لازم و ملزوم ہیں۔ رسول ﷺ کی اطاعت کے بغیر اللہ کی اطاعت ناممکن ہے۔ قرآن کو کتاب اللہ ماننے کا دار و مدار اطاعتِ رسول ﷺ پر ہے۔ آپ کے حکم کی بجاآوری کے نتیجے میں ہم قرآن کو کتاب اللہ مانتے

ہیں۔ اگر قرآن سے ثابت نہیں ہے کہہ کر کسی بات کو کمزور کہہ دیا جائے تو پھر تو رجم، تعزیر خمر، سرقہ میں قطع ید کی تفصیلات وغیر ھم کچھ بھی قرآن سے ثابت نہیں ہے بلکہ شریعت کے عملی احکامات کا اکثر حصہ قرآن سے محض اصولی طور پر ثابت ہوتا اس کی عملی تفصیلات ہر گز قرآن سے ثابت نہیں ہوتیں اور بہت سے احکامات تو فی الاصل بھی قرآن سے ثابت نہیں کیے جاسکتے جیسا کہ قرآن کا سات قراتوں میں نازل ہونا۔ حالانکہ یہ امت کا اجماعی مسئلہ ہے کہ قرآن سات قراتوں (باختلاف روایت دس متواتر قراتوں) میں ہم تک پہنچا ہے

(ب) قرآنی آیات اپنے معانی پر متعدد طرق سے دلالت کرتی ہیں۔ اس لیے کوئی حکم عبارۃ النص سے ثابت ہو یا دلالت، اشارۃ اور اقتضاء النص سے، اسے قرآن ہی سے ثابت سمجھا جائے گا۔ لٰہذا کسی کا اگر یہ مطالبہ ہے کہ قرآن میں آیت دکھاؤ کہ جس میں صراحتاً مذکور ہو کہ "جو شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو قبول کرنے کے بعد اسے ترک کر کے مرتد ہو جائے گا تو اسے قتل کر دیا جائے گا" یہ مطالبہ غلط ہے اور ناقابل مسموع ہے۔ اس لیے فقہاء و مجتہدین نے جن آیات سے قتلِ مرتد کی سزا کا اثبات کیا وہ درست ہے اور قرآن سے ہی ثابت ہے۔ کسی سائل کو حق حاصل نہیں کہ وہ مسئلہ شریعت کے ثبوت کے لیے اپنی مرضی کے الفاظ اور صراحت قرآن کی آیت میں طلب کرے جیسا کہ بعض لوگوں نے شراب کی حرمت کے متعلق کہا ہے کہ قرآن نے حرام تو نہیں کہا۔

(ج) کسی حکم شرعی میں فقہاء کے فروعی اختلافات سے وہ مسئلہ مرتفع نہیں ہو جاتا یا اس کو معطل نہیں سمجھا جا سکتا ہے۔ نکاح، طلاق، بیوع، حدود، اکل و شرب کے سینکڑوں احکامات میں فقہاء کا اختلاف ہے اس لیے سرے سے ان احکامات کو ہی معطل کر دیا جائے؟ جیسے نکاح کی شرائط میں فقہاء کا اختلاف ہے تو اس کی وجہ سے کیا نکاح کا ہی خاتمہ کر دیا جائے گا۔ سرقہ کی سزا میں سرقہ کے نصاب، قطع ید کی مقدار اور دیگر متعلقہ مسائل میں فقہی اختلافات کی وجہ سے کیا حد سرقہ ساقط کر دی جائے گی؟ اگر یہ سبب برقرار رہتے ہیں تو کیا

وجہ ہے کہ قتلِ مرتد کی سزا میں جزوی و فروعی اختلافاتِ فقہاء کو بنیاد بنا کر قتلِ مرتد کی سزا کو ہی شریعت سے بے دخل کر دیا جائے؟

(د) فقہاء حنفیہ کے نزدیک اگر عورت، بچے، مجنون اور نشے میں دھت افراد کا ارتداد حکم قتل کے ذیل میں نہیں آتا تو اس سے یہ کس طرح استدلال کیا جاسکتا کہ ان کے نزدیک قتل مرتد کی سزا ساقط ہو گئی؟ فقہاء حنفیہ جنہوں نے ان افراد کا دلائل شرعیہ کی بنیاد پر استثناء کیا ہے، سے کوئی ایک جزئیہ پیش کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اس استثناء کے باعث کلی طور پر اس حکم کا اطلاق ختم کر دیا ہو؟

(ھ) عام کی تخصیص کے بعد عام کی دلالت ظنی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں مزید تخصیص کا احتمال باقی رہتا ہے نہ کہ یہ مراد ہے کہ عام کا حکم اختیاری (optional) ہو جاتا کہ دل چاہے تو عمل کرو نہ چاہے تو نہ کرو لہٰذا من بدل دینہ فاقتلوہ کی مشہور حدیث میں اگر چند افراد کی تخصیص کی جائے تو اس کی دلالت ظنی ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اب قتلِ مرتد کی سزا برقرار رکھنے اور نہ رکھنے میں امت کو اختیار حاصل ہو گیا چاہے قتلِ مرتد کی سزا ساقط کر دے۔

(و) ابنِ رشد کے حوالے سے امام مالک کا جو قول نقل کیا گیا ہے اس کا تعلق مسئلہ ارتداد سے نہیں مسئلہ قصاص سے ہے۔ ہم نے پوری عبارت اوپر نقل کی ہے۔ اس میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر باغیوں پر جنہوں نے بہت سے لوگوں کو قتل کیا ہو غلبہ پالیا جائے تو کیا انہیں قصاصاً قتل کیا جائے گا تو امام مالک کا قول ہے "لایقتل"۔ قتلِ مرتد کا مسئلہ ائمہ اربعہ کے مابین متفقہ ہے۔ الفقہ علی مذاہب الاربعہ میں ہے۔ **و اتفق الائمة الاربعة علیهم رحمة الله تعالی: علی ان من ثبت ارتداده عن الاسلام۔ والعیاذ بالله۔ وجب قتله، واهدر دمه** (عبدالرحمان الجزیری، کتاب الحدود، مبحث حکم المرتد، تعریف المرتد، ج5، ص372، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 2003ء/1424ھ)

(ز) یہ بات بالکل نا قابلِ فہم ہے کہ قتلِ مرتد کی سزا کے خاتمہ سے دینِ اسلام کا کون سا فائدہ منسلک ہے کہ اس اتفاقی مسئلہ کی بیخ کنی کی جائے۔ اگر کسی کا گمان ہے کہ قتلِ مرتد کی سزا کے باعث غیر مسلم بھی مسلمانوں کو تبلیغ نہیں

کرنے دیں گے اور کہیں گے کہ تم خود تو اجازت دیتے نہیں ہو تو ہم کیوں دیں؟ تو سوال یہ ہے کہ آج تک اسلام کی اشاعت اس لیے ہی ہوتی رہی ہے کہ غیر مسلم تبلیغ اسلام کی اجازت عنایت کرتے تھے اور ان کی اجازت، معاونت و سہولت کے باعث مسلمان مبلغین خوشی خوشی اسلام پھیلاتے تھے۔ یہ اسلام کی تبلیغ اور دعوت و عزیمت کی تاریخ سے ناواقفی کی دلیل ہے۔ دین کافروں کی اجازت سے نہیں پھیلا بلکہ اس کی حقانیت، داعیانِ اسلام کی سرفروشی، صبر و ثبات اور عزم و ہمت نے دین کی اشاعت کا فرض سرانجام دیا۔ کس قدر عجیب بات ہے کہ قتلِ مرتد کی سزا جو آج بالفعل کہیں نافذ نہیں اور اس کی حقیقت محض نظری و علمی ہے اس کو اشاعتِ دین میں رکاوٹ سمجھا جائے۔ حالانکہ یہ سزا ہزار سال نافذ رہی اور اس وقت دین مشرق و مغرب کے ہر کونے میں پھیل گیا اور آج یہ سزا محض کتابوں کے صفحات کی زینت ہے تو ہم کہیں کہ یہ اشاعتِ اسلام میں رکاوٹ ہے؟ اگر کسی کو یہ اشکال لاحق ہوتا ہے کہ ہم اسلام چھوڑنے والے کو اگر قتل کریں گے تو غیر مسلم بھی اپنے دین کو چھوڑنے پر قتل کرنے کا حق بعینہ رکھتے تو وہ پھر مسلمان ہونے والوں کو قتل کریں گے تو یہ تو قرآن کی شہادت ہے سورۃ البروج میں ارشادِ ربانی قُتِلَ أَصْحَابُ الأُخْدُودِ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِ إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ وَهُمْ عَلَى مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلاَّ أَن يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ۔ اسی طرح مشرکینِ مکہ نے دینِ اسلام قبول کرنے اور آبائی دین ترک کرنے پر صحابہ کرامؓ کو ایذائیں دیں، ہر طرح کے رنج والم سے دوچار کیا، بہت سے سیدہ زنیرہ و سمیہ رضی اللہ عنہما کی طرح قتل کر دیئے گئے تو کیا دینِ اسلام مشرکین و کافرین کے عمل کی وجہ سے اپنے احکامات ہی منسوخ کر دے۔ قرآن نے فرعونی کردار کا تذکرہ کیا ہے کہ ایمان لانے والوں کو اس نے کہا قَالَ آمَنتُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ آذَنَ لَكُمْ إِنَّهُ لَكَبِيرُكُمُ الَّذِي عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ فَلَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ مِنْ خِلَافٍ وَلَأُصَلِّبَنَّكُمْ فِي جُذُوعِ النَّخْلِ وَلَتَعْلَمُنَّ أَيُّنَا أَشَدُّ عَذَابًا وَأَبْقَى۔ اس لیے اسلام قبول کرنے پر اہلِ کفر کی طرف سے تعذیب و تکلیف کا پہنچنا کوئی دلیل نہیں کہ ہم قتلِ مرتد کی سزا کا خاتمہ کر دیں۔ اگر کوئی قلبِ صمیم سے ایمان لائے گا تو اس کو قتل و ایذاء کی کیا پرواہ اور کوئی دین فروش ہو گا تو وہ نسلاً مسلمان ہونے کے باوجود چند ٹکوں کے عوض دین بدل لے گا۔ اور اگر کسی کا یہ وہم ہے کہ یہ سزا آزادیٔ اظہارِ رائے کے خلاف ہے تو اس سے ہمارا سوال ہے کہ آزادیٔ

اظہار رائے کی تعریف وحدود و قیود کو اس نے کس کے ذریعے متعین کیا ہے؟ اقوامِ متحدہ کے چارٹر کی قرآن وسنت کے مقابلے میں پر کاہ کی بھی حیثیت نہیں۔ حیرت ہے ان دنیا پرست فقہاء پر جو اقوامِ متحدہ کے چارٹر کی شقوں کو دلیلِ شرعی کے طور پر پیش کرتے ہیں اور اقوامِ متحدہ کے حقوقِ انسانی کے چارٹر سے آزادئ اظہار رائے کی حدود متعین کر کے قرآن وسنت کی اصلاح کے درپے ہیں۔ قرآن وسنت نے جو آزادئ اظہار رائے کی حدود متعین کر دی ہیں وہی حتمی حق ہیں۔ مرتد کو قتل کر دینا نبوی فیصلہ ہے اور اسی میں ہماری فلاح ہے۔ یہ کہنا کہ قتل مرتد کا حکم وقُلِ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ فَمَن شَآءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (الکھف۔29) کے خلاف ہے تو اس فہم کے مطابق تو پھر اکیلا قتل مرتد نہیں دعوت و تبلیغ، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، جہاد و قتال، حدود و تعزیرات سب کچھ اس آیت کے خلاف بنے گا۔ لہٰذا پوری سیرت النبی کی معنوی تحریف کر کے ہی اس آیت کے مزعومہ بنائے جا سکتے ہیں ورنہ تو حقیقت واضح ہے۔ البتہ اس سے کسی کو اختلاف نہیں کہ ہر کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی کو مرتد قرار دے کر اس کے قتل کے درپے ہو۔ کسی پر مرتد کا حکم لگانا علماء حق کا استحقاق ہے اور سزا کے نفاذ کی ذمہ داری قوتِ نافذہ کی ہے۔ عامی آدمی کو یہ حق حاصل نہیں ارتداد و کفر کے فیصلے کر کے خود ہی سزا کا نفاذ کر کے فساد برپا کرے۔ عہد جدید کے فکری مفسدین کا طریقہ تحقیق یہ ہے کہ وہ اقوال شاذہ ڈھونڈ کر سنت متواترہ، اجماع صحابہ اور تعامل امت کے ذریعے ثابت و مستحکم ہونے والے مسلمہ اصولوں پر نقب لگاتے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ اصول کی روشنی میں شاذ اقوال کی توجیہ کی جائے اور استثنائی آثار و اخبار کو تطبیق و توفیق کے عمل سے گزارا جائے لیکن یہاں معاملہ الٹ ہے۔ ایک شاذ روایت یا جزئیہ ڈھونڈ کر اصول کو جڑ سے اکھاڑنے کی سعی ہوتی ہے۔ دین ساڑھے تیئیس برس کے عرصے میں تدریجاً مکمل ہوا ہے۔ احکامات نسخ و تبدیل اور تخصیص واستثناء اور تدریج کے مراحل سے گزرے۔ اسی طرح اولین دور اجتہاد میں مجتہدین کی کثرت تھی اور ہر علاقے میں اہل اجتہاد متعدد ہوتے تھے اس لیے اقوال شاذہ کا پایا جانا کوئی مستبعد امر نہیں۔ لیکن آہستہ آہستہ مذاہب فقہیہ چار کی تعداد میں محدود ہو کر مدوّن اور معمول بہ ہو گئے۔ اب کوئی شاذ جزئیہ پیش کرے کہ فلاں روایت میں یہ ہے اور فلاں امام کا ایک قول یہ

نکتہ 70: ونقل السرخسی آثاراً عجیبة فمن هما اکرموا الخبر فانه من برکات السماء والارض[277]

نکتہ 71: سادات کو سید کہنے کی وجہ

بخاری میں ہے النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَالْحَسَنُ إِلَى جَنْبِهِ يَنْظُرُ إِلَى النَّاسِ مَرَّةً وَإِلَيْهِ مَرَّةً وَيَقُولُ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ (ص 530۔ ج 1)[278]

بھی منقول ہے تو اس سے مقصود شکوک و شبہات پھیلانا ہی ہو سکتا مسلمہ اصول کا بطلان کرنے کے لیے یہ اسلوب استدلال ہر گز مفید نہیں ہو سکتا۔

277 امام سرخسیؒ نے عجیب روایات نقل فرمائی ہیں ان میں سے ایک ہے کہ روٹی کا اکرام کرو کیونکہ وہ آسمان وزمیں کی برکتوں میں سے ہے (المبسوط، کتاب الکسب، ج 15، جزو 30، ص 299)

278 حضرت ابو بکرہؓ روایت کرتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا جبکہ آپ ﷺ منبر پر تھے اور حضرت حسنؓ آپؐ کے پہلو میں تھے۔ آپ ﷺ ایک مرتبہ صحابہؓ کی طرف دیکھتے اور ایک مرتبہ حضرت حسنؓ کی طرف پھر فرمایا: میرا یہ بیٹا سیّد (سردار) ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کروائے گا۔ (الجامع الصحیح، تحقیق: محمود محمد حسن نصّار، دار الکتب العلمیہ، بیروت، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب مناقب الحسن الحسینؓ، حدیث نمبر 3746، طبع دہم فی مجلد واحد، 1430ھ/2009ء) مولانا نے اس روایت سے درست استنباط فرمایا لیکن یہ صرف سیدنا حسنؓ کی اولاد کے لیے سید کہنے کی دلیل تو بنتا ہے لیکن سیدنا حسینؓ کی اولاد کو بھی تو سیّد ہی کہا جاتا ہے۔ اس حدیث سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے "عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وسلم الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ" (الترمذی، السنن، کتاب المناقب، باب مناقب الحسن

نکتہ 72: کیا مشغلہ ہے اپنا، اے یار کیا بتاؤں   پائے ہوئے کو ڈھونڈوں، کھوئے ہوئے کو پاؤں[279]

نکتہ 73: انما أجزع مما أتقي... فإذا حل فمالي والجزع؟

وكذا أطمع فيما أبتغي... فإذا فات فمالي والطمع؟[280]

نکتہ 74: ولا معنى لشكوى الشوق يوماً   إلى ما يزول من العيان[281]

نکتہ 75: سادات کا صدقہ سادات کے لیے حلال ہے عن ابی یوسف كذا ذكر السهيلي في الروض ص144 ج1 [282]

والحسین، تحقیق: محمود محمد حسن نصّار، حدیث نمبر 3768، ج4، ص 496، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1421ھ/2000ء)

279 مولانا گیلانی کی شعری کوشش ہے

280 ترجمہ: میں جس چیز سے ڈرتا ہوں اس کی وجہ سے آہ و بکا کرتا ہوں پس جب وہ وقوع پذیر ہو گئی تو مجھے کیا کہ جزع فزع کرتا رہوں۔

اسی طرح جو مجھے محبوب ہے اس کی طمع کرتا ہوں۔ پس جب وہ چھن گئی تو لالچ کیسا؟ الفتوحات المکیہ، باب فی ترک الرجاء (الباب الثالث ومائۃ، ج2، ص183

281 اس کو کسی ایک دن محبت (کے درد) کا شکوہ بے معنی ہے کہ وہ مشاہدے کے حال سے کبھی دور نہیں ہوتے۔ ایضاً، باب فی مقام ترک السفر الباب الخامس والسبعون ومائۃ، ج2، ص 291

282 امام سہیلیؒ نے لکھا ہے " وَالصَّدَقَةُ الَّتِي قَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا تَحِلّ لِمُحَمّدٍ وَلَا لِآلِ مُحَمّدٍ هِيَ الْمَفْرُوضَةُ دُونَ التّطَوّعِ قَالَهُ الشّافِعِيّ غَيْرَ أَنّ رَسُولَ اللّهِ صَلّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ لَمْ يَكُنْ تَحِلّ لَهُ صَدَقَةُ الْفَرْضِ وَلَا التّطَوّعِ وَهُوَ مَعْنَى قَوْلِ مَالِكٍ وَقَالَ الثّوْرِيّ لَا تَحِلّ الصّدَقَةُ لِآلِ مُحَمّدٍ فَرْضُهَا وَلَا نَفْلُهَا وَلَا لِمَوَالِيهِمْ لِأَنّ مَوْلَى

نکتہ 76: کش مکش اس وقت تک کیسے جاؤ

نکتہ 77: لكل شيءٍ إذا فارقته عوض ... وليس لله أن فارقت من عوض [283]

نکتہ 78: ومن عجب أني أحن إليهم | وأسأل شوقاً عنهم وهم معي

وتبكي عيني وهم في سوادها | وتشتاقهم نفسي وهم بين أضلعي [284]

الْقَوْمِ مِنْ أَنْفُسِهِمْ بِذَلِكَ جَاءَ الْحَدِيثُ وَقَالَ مَالِكٌ تَحِلّ لِمَوَالِيهِمْ وَقَالَتْ جَمَاعَةٌ مِنْهُمْ أَبُو يُوسُفَ لَا تَحِلّ لِآلِ مُحَمّدٍ صَدَقَةُ غَيْرِهِمْ وَتَحِلّ لَهُمْ صَدَقَةُ بَعْضِهِمْ عَلَى بَعْضٍ۔ ترجمہ: امام شافعی کا قول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جو صدقہ محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ کے لیے حلال نہیں کیا، وہ صدقہ واجب ہے نہ کہ نفلی صدقہ۔ جبکہ امام مالکؒ کا قول ہے کہ رسول ﷺ کے لیے کسی قسم کا بھی صدقہ لینا حلال نہیں تھا چاہے صدقہ واجب ہو یا نفلی، امام ثوریؒ کا قول ہے کہ آل محمد ﷺ اور ان کے موالی (غلاموں) کے لیے بھی ہر طرح کا صدقہ چاہے واجب ہو یا نفلی حرام ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ امام مالکؒ نے کہا کہ موالی کے لیے لینا جائز ہے۔ ایک جماعت جن میں امام ابو یوسف شامل ہیں کا قول ہے کہ آل محمد ﷺ کے لیے ایک دوسرے سے صدقہ لینا حلال ہے۔ (السہیلی، عبد الرحمن بن عبد اللہ، الروض الانف فی شرح السیرۃ النبویہ لابن ھشام، تحقیق: عمر عبد السلام السلامی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ج2، ص224، 1421ھ/2000ء)

[283] ہر چیز جو تجھ سے چھن جائے یا جدا ہو جائے اس کا کوئی نہ کوئی بدل موجود ہے لیکن اگر تو نے اللہ کو کھو دیا تو اس کا کوئی بدل ممکن نہیں (الفتوحات المکیہ، باب فی معرفۃ منزل، الاشتراک عالم الغیب وعالم الشھادۃ من الحضرۃ الوسویہ۔ الباب الثانی والسبعون ومائتان، ج2، ص650)

[284] کتنی عجیب بات ہے کہ میں شدت طلب میں ان کی طرف لپکتا ہوں اور میں شوق و وارفتگی سے ان کے بارے پوچھتا پھرتا ہوں حالانکہ وہ میرے ساتھ ہیں میری آنکھیں ان کے لیے آنسو بہاتی ہیں حالانکہ وہ حلقہ چشم میں موجود ہیں۔ میری

نکتہ 79:

ونقل السرخسی منسوباً الی علی کرم اللہ وجھہ

لَنَقْلُ الصَّخْرِ مِنْ قُلَلِ الْجِبَالِ ‏ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ مِنَنِ الرِّجَالِ

يَقُولُ النَّاسُ لِي فِي الْكَسْبِ عَارٌ ‏ فَقُلْتُ الْعَارُ فِي ذُلِّ السُّؤَالِ[285]

نکتہ 80: خواہ دنیا ہو خواہ ہو عقبیٰ ‏ بحر و بر، جن و انس وارض وسما

مہر و ماہ کا ہر ذرہ ‏ ارحم الرحمین کا جلوہ[286]

جان ان کی مشتاق ہے حالانکہ وہ میری پسلیوں (میں موجود دل) میں ہیں۔(الفتوحات المکیہ، باب معرفۃ المحبۃ، الباب الثامن والسبعون ومائۃ ج2، ص321) یہ اشعار ابن عربی کے ہیں دوسرے مقام پر انہوں نے اس طرح لکھے ہیں:

ومن عجب أني أحن إليهمو ... واسأل عنهم من رأى وهمو معي

وترصدهم عيني وهم في سوادها ... ويشتاقهم قلبي وهم بين أضلعي (باب فی معرفۃ علم منزل المنازل وترتیب جمیع العلوم الکونیہ۔ منزل الاستخبار، ج1، ص236

285 حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منسوب اشعار امام السرخسیؒ نے نقل کیے ہیں "کوہساروں کی چوٹیوں سے چٹانوں کو اٹھا کر لے جانا مجھے زیادہ پسند ہے اس بات سے کہ میں لوگوں کے احسان کا بوجھ اٹھاؤں۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہاتھ سے محنت کر کے کمانے میں عار ہے میں کہتا ہوں کہ سوال کرنے کی ذلت میں اصل عار ہے۔ (المبسوط، کتاب الکسب، ج15، (جزو 30) ص304)

286 اس بیاض کے دیگر صفحات پر بھی مولانا نے ان اشعار کو مختلف الفاظ و انداز میں تحریر کیا گویا یہ مشق شعر کا نمونہ ہیں۔ مولانا کے اکثر اشعار میں اوزان و بحور کے اعتبار سے جھول ہے۔

نکتہ 81: شیر وانی۔ 3، چادر۔ 1[287]

نکتہ 82: ضاع قلبي أين أطلبه ما أرى جسمي له وطناً[288]

نکتہ 83:

در جوانی حاصل عمرم بہ نادانی گزشت آنچہ باقی بود آن ھم در پشیمانی گزشت[289]

نکتہ 84: وعظ سے کسی کو اگر فائدہ نہ ہو: فعليه ان يتهم نفسه فان الله تعالیٰ قال وامر فذكر فان الذكرى تنفع المؤمنين[290]

---

[287] مولانا نے یادداشت کے لیے اشیائے استعمال لکھی ہوں گی۔

[288] میرا دل کھو گیا ہے میں اسے کس کے پاس ڈھونڈوں اور کہاں جا کے اس کے بارے میں پوچھوں ایسے لگتا ہے کہ میرا بدن اس کا گھر ہے ہی نہیں۔(الفتوحات المکیہ، باب فی معرفۃ مقام المحبۃ، الباب الثامن والسبعون ومائۃ، ج2، ص3563

[289] جوانی میں عمر کا حاصل نادانی میں برباد کر دیا۔ باقی جو رہ گئی وہ پشیمانی میں گزر گئی۔ حکیم سنائی غزنوی کا شعر ہے۔

[290] ابن عربی تحریر فرماتے ہیں:
فإن كنت مؤمنا فإن الذكرى تنفعك فإني قد امتثلت أمر الله بما ذكرتك به وانتفاعك بالذكرى شاهد لك بالإيمان قال الله عز وجلّ في حقي وفي حقك وذكر فإن الذكرى تنفع المؤمنين فإن لم تنفعك الذكرى فإنهم نفسك في إيمانك فإن الله صادق وقد أخبر بأن الذكرى تنفع المؤمنين۔ اگر تو مؤمن ہے تو نصیحت سے تجھے فائدہ پہنچے گا۔ میں جو تجھے نصیحت کی ہے تو اللہ کے حکم کی فرمانبرداری میں ہے اور نصیحت کا تیرے لیے سود مند ہونا تیرے ایمان کا گواہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا میرے اور تیرے حق میں فرمان ہے نصیحت کر، نصیحت سے ایمان والوں کو فائدہ ہوتا ہے۔ پس اگر تجھے نصیحت سے فائدہ نہیں ہوتا تو تیرے نفس نے تیرے ایمان کو بھٹکا دیا ہے۔ اللہ تو سچے ہیں اور انہوں نے

نکتہ 85: دوا سے پرہیز: عَنْ مَسْرُوقٍ وَغَيْرِهِ أَنَّ مَنْ اضْطُرَّ فَلَمْ يَأْكُلْ فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ (شمس الائمہ السرخسی، ص 365، ج 3)[291]

نکتہ 86: ضرورت سے زیادہ خوامخواہ کھانے کے متعلق شمس الائمہ نے لکھا ہے

مَا يَزِيدُ عَلَى مِقْدَارِ حَاجَتِهِ مِنْ الطَّعَامِ فِيهِ حَقُّ غَيْرِهِ ، فَإِنَّهُ يَسُدُّ بِهِ جَوْعَتَهُ إِذَا أَوْصَلَهُ إِلَيْهِ بِعِوَضٍ أَوْ بِغَيْرِ عِوَضٍ ، فَهُوَ فِي تَنَاوُلِهِ جَانٍ عَلَى حَقِّ الْغَيْرِ ، وَذَلِكَ حَرَامٌ [292] ونقل أَنَّ رَجُلًا تَجَشَّأَ فِي مَجْلِسِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ وَقَالَ نَحِّ عَنَّا جُشَاءَكَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ أَطْوَلَ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُهُمْ شِبَعًا فِي الدُّنْيَا } { ، وَلَمَّا مَرِضَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا سَأَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ سَبَبِ مَرَضِهِ فَقِيلَ : إنَّهُ أُتْخِمَ ، قَالَ : وَمِمَّ ذَاكَ ؟ فَقِيلَ : مِنْ كَثْرَةِ

خبر دی ہے کہ نصیحت ایمان والوں کو فائدہ دیتی ہے۔(الفتوحات المکیہ، باب وصیۃ حکمیۃ ینتفع بھا المرید السالک والواصل و من وقف علیھا، باب الموفی ستین و خمس مائۃ، ج 4، ص 449)

291 مسروق رحمۃ اللہ سے روایت کیا گیا کہ انہوں فرمایا کی جس نے مجبوری کے عالم میں نہ کھایا اور وہ مر گیا تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ آگے علامہ سرخسی نے لکھا ہے وَالْمُرَادُ تَنَاوُلُ الْمَيْتَةِ ، لِأَنَّ عِنْدَ الضَّرُورَةِ الْحُرْمَةَ تَنْكَشِفُ فَيَلْحَقُ بِالْمُبَاحِ، وَإِذَا كَانَ الْحُكْمُ فِي الْمَيْتَةِ هَذَا مَعَ حُرْمَتِهَا فِي غَيْرِ حَالَةِ الضَّرُورَةِ فَمَا ظَنُّكَ فِي الطَّعَامِ الْحَلَالِ۔ مراد یہ ہے کہ ضرورت کے وقت مردار کھالے۔ کیونکہ ضرورت کے وقت حرمت اٹھ جاتی ہے اور اباحت کا حکم لاگو ہو جاتا۔ تو جب مردار کے حرام ہونے کے باوجود کھانے کا یہ حکم ہے تو حلال کھانے کے بارے کب کچھ اور رائے ہو سکتی۔ المبسوط، کتاب الکسب، ج 15 (جزو 30) ص 298)

292 کھانے میں حاجت سے زیادہ مقدار میں دوسروں کا حق ہوتا ہے تو وہ اسے اپنی لالچ واشتہا کے باعث اسے ان تک عوض کے ساتھ یا بغیر عوض کے پہنچنے سے روک دیتا ہے۔ پس وہ اس کو کھا کر دوسرے کے حق پر اعتداء کرتا ہے اور یہ حرام ہے۔(المبسوط، کتاب الکسب، ج 15، ص 298)

الأكل فقال صلى الله عليه وسلم أما إنه لو مات لم أشهد جنازته ولم أصل عليه } ، ولما قيل لعمر رضي الله عنه : ألا تتخذ لك جوارشا؟ قال : وما يكون الجوارش؟ قيل : هو صنف يهضم الطعام ، فقال : سبحان الله أو يأكل المسلم فوق الشبع ؟[293]

تہ 87: كتب الحجاج إلى مولاه عبد الملك بن مروان يشكو إليه ثلاثا : العجز عن الأكل وعن الاستمتاع والعي في الكلام ، فكتب إليه أن استكثر من ألوان الطعام وجدد السراري في كل وقت وانظر إلى أخريات الناس في خطبتك[294]

---

293 نقل کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں ڈکار مارا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غضب ناک ہوئے اور فرمایا اپنے ڈکار کو ہم سے دور رکھو۔ تجھے نہیں پتا کہ قیامت کے دن سب سے لمبا عذاب جھیلنے والے دنیا کے پیٹ بھرے ہوئے لوگ ہی ہوں گے۔ جب ابن عمرؓ بیمار ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے مرض کا سبب پوچھا تو کہا گیا ان کا پیٹ پھول گیا ہے، فرمایا وہ کیسے؟ کہا گیا زیادہ کھا لینے کے باعث تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر انہیں موت آگئی تو میں نہ اس کے جنازہ پر آؤں گا اور نہ نماز جنازہ پڑھوں گا اور جب عمرؓ سے کہا گیا کہ آپؓ اپنے لیے جوارش نہیں لیتے؟ فرمایا: جوارش کیا ہوتی ہے؟ کہا گیا یہ ایک چیز ہے جو کھانا ہضم کرتی ہے، فرمایا: سبحان اللہ، کیا مسلمان بھوک سے زیادہ بھی کھاتا ہے؟ (ایضاً، ص 208)

294 حجاج نے اپنے آقا عبد الملک بن مروان کو مراسلہ لکھا اور شکایت کی کہ میں کھانے اور ہم بستری کرنے اور کلام (خطاب) پہ قدرت سے عاجز ہوں تو اس نے جواباً لکھا کہ دستر خوان پر انواع واقسام کے کھانے کثرت سے رکھو ہر وقت نئی نئی لونڈی تبدیل کیا کرو اور خطبہ دیتے وقت لوگوں کے علاوہ چیزوں کو دیکھا کرو۔ (المبسوط، کتاب الکسب، 15(30) ص 299) اصل عبارت میں "مولاہ" کے الفاظ نہیں ہیں یہ مولانا کا طنزیہ اضافہ ہے

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهَ عَنْهَا أَنَّهَا كَانَتْ فِي ضِيَافَةٍ فَأُتِيَتْ بِقَصْعَةٍ بَعْدَ قَصْعَةٍ فَقَامَتْ وَجَعَلَتْ تَقُولُ: أَلَمْ تَكُنِ الأُولَى مَأْكُولَةً، وَإِنْ كَانَتْ فَمَا هَذِهِ الثَّانِيَةُ؟ وَفِي الأُولَى مَا يَكْفِينَا قَدْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهَ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ مِثْلِ هَذَا[295]

295 حضرت عائشہؓ کے بارے میں نقل کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ وہ ایک دعوت میں شریک تھیں تو ایک خوانچے کے بعد دوسرا خوانچہ کھانے کا لایا گیا تو آپؓ اٹھ کھڑی ہوئیں، فرمانے لگیں کیا پہلے والا کھانا نہیں ہے؟ اگر ہے تو پھر دوسرا کیوں اور پہلے میں جو کچھ ہے ہمارے لیے کافی ہے۔ رسول ﷺ نے اس طرح کرنے سے منع فرمایا ہے۔
مولانا نے حجاج والی بات پہلے لکھی ہے اور سیدہ عائشہؓ والی بعد میں مگر اصل کتاب میں سیدہ عائشہؓ والی بات پہلے ہے۔

کتابیات

- ابن ابی شیبہ، ابو بکر عبداللہ بن محمد، المصنف، محقق: محمد عوامہ، دار القبلہ جدہ، س۔ن
- ابن الجوزی، ابو الفرج عبدالرحمن بن علی، صفۃ الصفوۃ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، قاہرہ، 2007ء
- ابن العربی ابو بکر، محمد بن عبداللہ الاندلسی، احکام القرآن، دار الکتب العلمیہ بیروت، س۔ن
- ابن القیم الجوزیہ، کتاب الروح، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1975ء
- ابن المقری، احمد، التلمسانی، نفح الطیب من غصن الاندلس الرطیب، دار صادر بیروت، 1997ء
- ابن جوزی، المنتظم فی تاریخ الامم والملوک، دراستہ و تحقیق: محمد عبدالقادر عطا، مصطفیٰ عبدالقادر عطا، دار الکتب العلمیہ، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، 1412ھ/ 1992ء
- ابنِ خلکان، ابو العباس احمد بن محمد، وفیات الاعیان وابناء ابناء الزمان، تحقیق: احسان عباس، دار صادر بیروت، 1900ء
- ابن رشد، ابوالولید، محمد بن احمد، القرطبی، بدایۃ المجتھد ونھایۃ المقتصد، مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ، مصر، 1395ھ/1975ء
- ابن عربی، محی الدین، الفتوحات المکیہ، دار احیاء التراث الاسلامی، بیروت، طبع دوم، 1997ء

- ابن عربی، محی الدین، فتوحاتِ مکیہ، مترجم: علامہ صائم چشتی، علی برادران تاجران کتب، فیصل آباد، 1412ھ
- ابن ماجہ، محمد بن یزید القزوینی، السنن دار الفکر، بیروت 1424ھ/2003ء
- ابنِ نجیم، عبداللہ بن احمد، البحرالرائق شرح کنزالدقائق، تحقیق: شیخ زکریا عمرات، دارالکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول، 1418ھ/1997ء
- ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، السنن، تحقیق: ڈاکٹر سید محمد السید، دارالحدیث، القاھرہ، 1420ھ/1999ء
- اقبال، علامہ، کلیاتِ اردو، بانگِ درا، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، 1975ء
- اقبال، علامہ، کلیات فارسی، اسرارِ خودی، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، 1975ء
- اقبال، علامہ، کلیات فارسی، پس چہ باید کرد اے اقوامِ مشرق، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز، لاہور، 1975ء
- امام نوویؒ، شرح مسلم، المطبع المصریۃ بالازھر، مصر، طبع اول، 1374ھ/1929ء
- البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دارالکتب العلمیہ، بیروت، طبع دوم، 1423ھ/2002ء
- البغوی، الحسین بن مسعود، شرح السنۃ تحقیق: علی محمد معوض وعادل احمد عبدالموجود، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول 1412ھ
- البیھقی، ابو بکر، احمد بن حسین بن علی، شعب الایمان، تحقیق و تخریج: دکتور عبدالعلی عبد الحمید حامد، مکتبہ الرشد للنشر والتوزیع، ریاض، طبع اول 1423ھ/2003ء

- البیھقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی، شعب الایمان، مجلس دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن، طبع اول، 1344ھ۔
- الترمذی، محمد بن عیسیٰ، السنن، محقق: احمد بن شاکر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، س۔ن
- الترمذی، محمد بن عیسیٰ، السنن، تحقیق: محمد بن محمود حسن نصار، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1421ھ/2000ء
- ٹی۔ ایچ۔ سورلے، گزیٹئیر سندھ،: مترجم: پروفیسر ایم انور رومان، العصر پبلیکیشنز، لاہور، اپریل 2008
- الجزیری، عبدالرحمان، الفقہ علی مذاہب الاربعہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 2003ء
- حافظ شیرازی، دیوانِ حافظ، مترجم: قاضی سجاد حسین، پروگریسو بکس، لاہور، س۔ن
- ڈاکٹر محمد اقبال بھٹہ، سندھ کے آثارِ قدیمہ، علم و عرفان پبلشرز، الحمد مارکیٹ اردو بازار، لاہور، 2011ء
- الذھبی، شمس الدین، ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان، العبر فی خبر من غبر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول، 1405ھ/ 1985ء
- رومی، جلال الدین، مثنوی، مترجم: قاضی سجاد حسین، حامد اینڈ کمپنی، لاہور، 1978ء
- السخاوی، شمس الدین محمد بن عبدالرحمان، الضوء اللامع لأھل القرن التاسع، تحقیق: عبداللطیف حسن عبدالرحمن، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول، 1424ھ/ 2003ء

- السرخسی، شمس الدین، المبسوط، تحقیق: محمد حسن محمد حسن عبدالعظیم الشافعی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول، 1421ھ/2001ء
- السلمی، ابو عبدالرحمن محمد بن الحسن، طبقات الصوفیہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1998ء
- سمیرا نسرین، اشاریہ کلیات اقبال شعر اقبال، دار الفکر لاہور، 2006
- سہارنپوری، خلیل احمد، بذل المجہود فی حل ابی داؤد، دار الکتب العلمیہ بیروت، 1973ء
- السہیلی، عبدالرحمان، الروض الانف فی شرح السیرۃ النبویہ لابن ھشام، تعلیق و تقدیم: عمر عبدالسلام السلامی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، طبع اول، 1421ھ/2000ء
- سید حسام الدین راشدی، مکلی نامہ، سندی ادبی بورد، حیدر آباد سند، پاکستان، 1967ء
- السیوطی، عبدالرحمن بن ابی بکر، الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، س۔ن
- شاہ ولی اللہ، انفاس العارفین، مترجم: پیر سید محمد فاروق، رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز، لاہور، 1428ھ/2007ء
- الشعرانی، عبدالوہاب بن احمد بن علی، الطبقات الکبریٰ المسمی بہ لواقح الانوار فی طبقات الاخیار تحقیق: خلیل المنصور، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول، 1997ء
- صابر کلوروی، ڈاکٹر، کلیات باقیات شعر اقبال، اقبال اکیڈمی، لاہور، 2004ء
- الطبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر، تحقیق: حمیدی بن عبدالمجید السلفی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1983ء
- عبدالرشید فاضل، اسرارِ خودی (منظوم)، اقبال اکیڈمی، لاہور، 1976ء

- العسقلانی، ابن حجر، احمد بن علی، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، تحقیق: علی محمد البجاوی، دار الجیل، بیروت، 1992ء
- غالب، اسد اللہ خان، دیوانِ غالب، تصحیحِ متن وترتیب: حامد علی خان الفیصل ناشران کتب لاہور، 2003ء
- الغزالی، ابو حامد، احیاء العلوم الدین، دار المعرفہ، بیروت، س۔ن
- کامران اعظم سوہدروی، تاریخ سندھ، city book printer، کراچی، 2012ء
- کلیاتِ اقبال اردو (بال جبریل)، اقبال اکیڈمی، لاہور، 1990ء
- کوکب شادمانی، رموزِ بے خودی (منظوم)، اقبال اکیڈمی، لاہور، 1975ء
- گیلانی، مناظر احسن، مجموعہ خطوط گیلانی، مرتب و محقق: محمد راشد شیخ، مکتبہ عمر فاروق، کراچی، طبع اول، س۔ن
- گیلانی، مناظر احسن، دجالی فتنہ کے نمایاں خدوخال (تذکیر بسورۃ الکھف)، مکتبہ خلیل، لاہور، 2004ء
- گیلانی، مناظر احسن، مقالاتِ گیلانی، شیخ زاید اسلامک سنٹر، جامعہ پنجاب، لاہور، 2004ء
- مالک بن انس، ابو عبداللہ، الموطا (روایۃ یحیٰ اللیثی)، تحقیق: فواد عبد الباقی دار احیاء التراث العربی، مصر، س۔ن
- المراکشی، عبد الواحد، المعجب فی تلخیص اخبار المغرب، الدار البیضاء، بیروت، 1978ء

- النسائی، احمد بن شعیب، السنن، تحقیق: شعیب الارنؤوط، حسن عبدالمنعم، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1421ھ/2000ء
- النووی، شرف الدین، الاذکار من کلام سید الابرار المسمی حلیۃ الابرار وشعار الاخیار فی تلخیص الدعوات والاذکار المستحبۃ فی اللیل والنھار، دار المنہاج، بیروت، طبع اوّل، 2005ء

مخطوطہ کے پہلے پانچ اور آخری پانچ صفحات کی عکسی نقول

[illegible]

مولانا مناظر احسن گیلانی

[illegible] مظفر گیلانی

[illegible] بسم الله الرحمن الرحیم [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

حاجی محمد [illegible]

[illegible] کراچی

[illegible]

کراچی

السلام علی [illegible]

علی الاخوان متمسک به من احکام النبی محمد [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

[illegible] تصنیف [illegible]

عبد اللہ بن ابی اوفی کی کنیت [illegible] حدیث [illegible]

[illegible]

كتب اليه عبد الله بن ابى اوفى [illegible] فقرأته ان الجنة تحت ظلال السيوف

[illegible] باب الصبر عند القتال ان عبد الله بن ابى اوفى كتب [illegible] رسول الله صلى الله

[illegible] اذا لقيتموهم فاصبروا [illegible] (کتاب الجہاد)

[illegible] قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible]

اندرون خاص حصہ ۹ اللہ ...

۳۵ سے

شروع

مولانا ... کی بعض ...

(۱) حضرت ابوہریرہ نے فرمایا تم قیاس کرتے ہو کہ جہنم کی آگ

سے گرم نہیں وہ ستر گنا ہے ... کی ... ہے

سن انقار

(۲) حدیث انا الدہر ... ہے

(۳) ولیجزی السالمین فی ... المصیبۃ ...

طیارہ اینڈیا   بسم اللہ الرحمن الرحیم   نمبر ۳ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ

۱۲ اور یہی باعث ہوا کہ حضرت [illegible] کا پہلے پاکستان کے دارالخلافت
شریف لے گئے
شہر کراچی کے دیکھنے اور اس انقلابی شہر میں قیام کا موقعہ میسر آیا
یہی ہجرت کی تاکید کا اشارہ ہے [illegible] حاجی محمد [illegible] شروانی تھی
ان کی بستی [illegible] کوٹھی جس میں [illegible] قیام تھا [illegible]
کے ساتھ ٹھہرا رہے۔ کام جس کے لئے بلائے گئے تھے، وہ زیر تشکیل باب
اللہ تعالی اس میں برکت عطا فرمائے۔ لیکن علاوہ کام کے کراچی کے
مشاہدے لئے بعض تاثرات خصوصی کو درج کرتا ہوں۔
(۱) کراچی میں کسی قسم کا [illegible] ایک لمحہ کے لئے محسوس نہیں ہوا [illegible]
[illegible] دیکھے [illegible] خود دفاع کی [illegible] گیا [illegible]
[illegible] ڈاکٹر حکیم [illegible] ایک مکان [illegible]
[illegible] اور [illegible] اہل [illegible] تھا [illegible] گویا [illegible]
[illegible] کراچی ہی میں مستقل قیام [illegible] میں ایک [illegible]
گیا تھا۔ [illegible]
[illegible]
[illegible] وطن کی زیادہ [illegible] مسلمان [illegible]
[illegible] کا [illegible]

میں نے الٹ پلٹ کے دیکھا [illegible] کے علاوہ [illegible] بعد

لئے میں نے جو یاد رکھا وہ [illegible] ایک سب ریح [illegible] پیاری

کہ ہم سے علم کی [illegible] کے [illegible] بے [illegible] کی۔ لیکن

ہم لوگوں سے ملاقات ہوئی وہ ان کی [illegible]

(۳) کراچی کی بات [illegible] گرمی کے مہینے میں [illegible]

[illegible] سے جنگلوں کی [illegible]

(۴) شہر یا [illegible] لیکن [illegible]

[illegible]

(۵) [illegible]

[illegible] جس میں حضرت [illegible]

[illegible]

[illegible] میں [illegible]

[illegible]

بسم الله الرحمن الرحیم

المصافحة بعد الصبح و العصر

فقد قال عز الدین بن عبد السلام انها من البدع المباحة

اتحاف السادة ص ۱۹۶
۲۷

مردِ لالان در کنجی هم از بیم جان

حمله کرده سوی صف دشمنان

رستمان از ترس و بیم و بدعت [illegible]

هم ز ترس آن بید ...

چون محک آمد بلا و بیم جان

زان پدید آید شجاع از هر جبان

فاصل آن شد ز وسوسه هر گوهر نیکت

از نقصان هم در نقصان ماند لحت

مثنوی شریف ص ۳۶۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ قتل المرتد

ظاہر ہے کہ قرآن میں نص قطعی اس باب میں پایا نہیں جاتا الا ان ندخلہا تحت آیۃ انما جزاء الذین یحاربون اللہ و رسولہ و یسعون فی الارض الآیۃ

وذکر السرخسی ان بعضہم یقولون انما حکم قتل المرتد یفہم من قولہ تعالی تقاتلونہم او یسلمون،

رہ گئی حدیث من بدل دینہ فاقتلوہ اس میں بھی حق کی عمومیت باقی نہیں رہی ہے فان ابا حنیفۃ قد اخرج منہا النساء والصبیان والمراہق العاقل والسکران

وذکر ابن رشد ان الکفر بالمآل ای التکفیر الذی یلزم [illegible] بمنزلۃ الکفر [illegible] فی حق قول واحد منہم ان ذلک لا یقبل بل یورث انظر بدایۃ المجتہد ج ۲

ونقل ورشی اتانی یا محبته نعمها اکرم الخبز فانه من برکات السماء

والارض۔ ص ۳۶۹

سوالات کو سنیّہ کہنے کی بعد بخاری میں ہے

انی میں رسول الله صلی الله علیه وسلم علی المنبر والحسن الی جنبه ینظر الی الناس مرة والیه

مرة ویقول ابنی هذا "سید" ص ۳۰ ۱۲

کیا شعلہ ہے [illegible] یار کیا بنا کر

جاہا گیا ہے [illegible]

کیا [illegible]

سے [illegible] ڈھونڈھوں [illegible] کو پاؤں

کیا شعلے اپنا آ یار کیا بنا ڈال

سے آپ کے کو ڈھونڈھوں کدھر سے کو پاؤں

انما الجزع مما اتقی + فاذا حل فلا جزع

وکذا الطمع فیما ابتغی + فاذا فات فلا طمع

ولکنی لشکوی الشوق الیها

الی من لا یزال من [illegible]

[illegible] اور [illegible] جو [illegible] کے [illegible] الی [illegible] عشرہ الی [illegible]

[illegible] کی الروض [illegible] ۱۴۴ ج ۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱) [illegible]

لکل شی اذا ما تم نقصان + ولیس للہ [illegible] من عوض

ومن عجب انی احن الیہم	ونقل الرضی منسوبا الی
واسأل شوقا عنہم وہم معی	علی کرم اللہ وجہہ سہ
وتبکیہم عینی وہم فی سوادہا	تنقل الصخر من قلل الجبال
وتشتاقہم نفسی وہم بین اضلعی	احب الی من منن الرجال
	یقول الناس لی فی الکسب عار
	فقلت العار فی ذل السؤال

(رشحات ملیہ)

حضرت [illegible] کریم [illegible]

[illegible] خواہ دنیا [illegible] خواہ [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible] ارحم الراحمین کا جلوہ

قادر

ھائم قلبی این اللہ اطلبہ + ما اری حسبی لہ وطنا

در [illegible] ما [illegible] + [illegible] ال [illegible]

[illegible]